نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم

محمود احمد غضنفر

محمود احمد غضنفر

مکتبہ قدوسیہ

ترتیب

عرض ناشر

الحمد للہ مکتبہ قدوسیہ آج ان نفوس قدسیہ کے تذکرہ کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے کہ جن کی جرات و پامردی' استقلال و استقامت اور اشاعت اسلام کے لئے بے پناہ جدوجہد کا یہ ثمرہ ہے کہ آج ہم اسلام کی دولت سے مالامال ہیں۔ آج اسلام اگر دنیا کا سب سے بڑا دین ہے تو اس کا سبب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے میدان جہاد میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بہادری کی لازوال داستانیں رقم کیں اور اپنے خون کی سرخی سے اسلام کے پودے کو تناور درخت بنایا۔ ان ہی نفوس قدسیہ میں سے پچیّس اصحاب عزیمت کا یہ تذکرہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مولانا محمود احمد غضنفر علمائے اہلحدیث میں تصنیف و تالیف کے میدان میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے قلم سے اب تک مختلف تحریریں نکل کر قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں جن میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے حالات پر مشتمل دو تراجم بالخصوص بہت زیادہ مقبول ہوئے ہیں۔ مولانا کا اسلوب بیان انتہائی دلکش ہے۔ آقائے کائنات ﷺ کا جس محبت اور جس پیار سے وہ تذکرہ کرتے ہیں' انہی کا خاصہ ہے۔ اس کتاب میں آپ کو مختلف مقامات پر آقائے کائنات ﷺ کا ذکر سپہ سالار اعظم' رحمت عالم' خلق مجسم' شاہ امم' سلطان مدینہ ﷺ اور ان جیسے دوسرے القابات کے ساتھ ملے گا جو کہ فاضل مصنف کی سرور کونین' رسول ثقلین ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔ بلا شبہ رحمت عالم' خلق مجسم' شاہ امم' سلطان مدینہ ﷺ کا اس انداز سے تذکرہ حب نبی ﷺ سے سرشار قلوب و اذہان کی روحانی بالیدگی کا سامان ہے۔

امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب بھی فاضل مصنف کی دیگر کتب کی طرح

پذیرائی حاصل کرے گی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ ان اصحاب کا تذکرہ ہے کہ جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے

رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جو راستہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کا راستہ ہے۔ اور جس کو اختیار کرنے میں ہی ہماری نجات اور ہمارے مسائل کا حل مضمر ہے۔

ابوبکر قدوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ چند

حامداً ومصلیاً

صحابہ کرامؓ کی زندگی دو ادوار پر مشتمل ہے ایک دور مکی زندگی کے نام سے موسوم ہے اور ایک مدنی زندگی کے نام سے! ہجرت مدینہ سے پہلے کا دور مکی زندگی کہلاتا ہے اور ہجرت سے بعد کے زمانے کو (جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ منورہ تشریف لے گئے) مدنی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں مخالفین اسلام نے صحابہ کرام پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور انہیں انتہائی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ میں مخالفین کا جواب دینے کی جرات نہ تھی اور وہ ان کے سامنے ہاتھ اٹھانے اور زبان کھولنے کی سکت نہ رکھتے تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد اور اذن قتال نہیں ہوا تھا اور ان کو اپنی مدافعت کے لئے بارگاہ خداوندی سے میدان عمل میں اترنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ مدینے شریف پہنچے تو اس آیت کا نزول ہوا۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج:۳۹،۴۰)

یعنی جن (مومنوں) کے خلاف ظالموں نے جنگ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اب انہیں بھی اس کے جواب میں جنگ کی رخصت دی جاتی ہے' کیوں کہ ان پر سراسر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ ان کا بجز اس کے کوئی جرم نہ تھا کہ وہ کہتے

تھے' ہمارا پروردگار اللہ ہے اگر اللہ بعض لوگوں کے ہاتھوں بعض لوگوں کی مدافعت نہ کراتا (اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ظلم و تشدد کرنے کے لئے بے روک چھوڑ دیتا) تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی۔ خانقاہیں' گرجے' مسجدیں جن میں کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے' سب کے سب ڈھائے جا چکے ہوتے۔

مدینہ جانے کے بعد جہاد کا آغاز ہوا اور اصحاب رسول کی حربی مہارت اور شجاعت و بہادری کے جوہر کھلے۔ اب یہ حقیقت نمایاں ہو کر سامنے آئی کہ جہاں یہ لوگ عبادت الٰہی میں بے مثال ہیں' وہاں حرب و ضرب میں بھی ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ رات کو اگر یہ اپنے خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں تو دن کو گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہیں۔ دشمن ان کی دہشت سے کانپتے اور مخالف اسلام ان کے خوف سے لرزہ براندام ہیں۔

یوں تو ان میں سے ہر شخص جرات و بسالت کا پیکر ہے لیکن بعض حضرات نے اس ضمن میں بڑا نام پایا اور وہ تاریخ میں جرنیل صحابہ کے طور پر مشہور ہوئے۔ تحمل' بردباری' جفاکشی' رازداری' مخالف کی حرکات و سکنات پر کامل نگاہ رکھنا اور حریف کی کوششوں کا جائزہ لیتے رہنا' موقع کی مناسبت سے ہر قدم صحیح سمت کی طرف بڑھانا' دوسرے کا بھید کھولنا اور اپنی بات چھپانا یہ اور اس قسم کی بہت سی خصوصیات ہیں جن کا ایک جرنیل میں پایا جانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں وقت کی مناسبت سے عمل و حرکت میں تبدیلی پیدا کرنا اور حالات کے مطابق زاویئے بدلنا جس علاقے پر حملہ کرنا مقصود ہو' وہاں کے عام حالات اور تہذیب و ثقافت سے باخبر ہونا' لوگوں کی عادات و اطوار سے آگاہی حاصل کرنا اور ان سے بہتر سلوک روا رکھنا بھی جرنیل کے فرائض میں شامل ہے۔

صحابہ کرام ان تمام اوصاف سے بدرجہ اتم متصف تھے اور وہ تمام خوبیاں ان میں پائی جاتی تھیں' جن کا ایک نامور جرنیل میں پایا جانا ضروری ہے۔ انہوں نے کبھی کسی مفتوحہ علاقے کے لوگوں لوگوں کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا اور

کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جو کسی کے لئے اذیت کا باعث ہو۔ انہوں نے ہر مقام کے لوگوں کو سہولتیں بہم پہنچائیں اور ان کی ضروریات کی تکمیل کا ہمیشہ پورا پورا اہتمام کیا۔

ہمارے عزیز دوست مولانا محمود احمد غضنفر کو صحابہ کے حالات سے قلبی لگاؤ ہے اور اس موضوع سے متعلق ان کی بعض کتابیں شائع ہو کر خوانندگان محترم کے مطالعہ میں آچکی ہیں۔ یہ کتاب اس اعتبار سے اس سلسلے کی ایک قابل قدر کڑی ہے کہ اس میں جرنیل صحابہ کے حالات اور ان کے جنگی کارنامے معرض بیان میں لائے گئے ہیں۔ یہ پچیس جرنیل صحابہ کا ایک اچھوتا انتخاب ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ساتھیوں کی حیات طیبہ کے بہت سے گوشے آجاتے ہیں۔

فاضل مصنف کا اسلوب بیان اور طریق اظہار نہایت صاف اور واضح ہے۔ اس قسم کی کتابوں کا ہر شخص کو مطالعہ کرنا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی اس نوع کے لٹریچر سے آشنا کرنے کی سعی کرنا چاہئے تاکہ ان کی زندگی صاف ستھرے قالب میں ڈھل سکے اور وہ مستقبل میں بہتر راہوں پر قدم زن ہو سکیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف شہیر کو اس انداز کی خدمت علمی کے مزید مواقع عطا فرمائے۔

محمد اسحاق بھٹی

۲۳ شوال ۱۴۱۴ھ

۵ اپریل ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز کلام

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد

اس کتاب میں ان عالی مقام، عظیم الشان صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے میدانہائے کارزار میں لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیئے جنہیں سپہ سالار اعظم، رحمت عالم، خلق مجسم شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت خاص نے کندن بنا دیا تھا۔ جن کے جنگی کارنامے دیکھ کر ماہرین حرب و ضرب انگشت بدنداں رہ گئے جن کی ہیبت سے قیصرو کسریٰ کے ایوان لرز اٹھے جنہوں نے فقیری میں شاہی انداز اپنائے جو دشمن کے آگے نہ کبھی جھکے نہ اس سے گھبرائے نہ لرزے اور نہ ہی ڈگمگائے، جنہیں راہ حق میں موت اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی جن کی آنکھوں میں حیاء دلوں میں سوزو گداز ہاتھوں میں بلا کی طاقت اور قدموں میں حیرت انگیز ثبات پایا جاتا تھا جنہوں نے جس طرف بھی رخ کیا علاقوں کے علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔ جنہوں نے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت میدانہائے کارزار میں حیرت انگیز جنگی کارنامے سرانجام دیئے جو دیکھتے ہی دیکھتے عظمتوں کے نشان جراتوں کے امین اور ولولوں کی داستان بن کر چہار دانگ عالم میں چھا گئے عہد نبوی کی جنگیں تاریخ انسانی میں ہر اعتبار سے ممتاز اور مثالی دکھائی دیتی ہیں بیشتر اوقات لشکر اسلام کا مقابلہ اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت سے ہوا بعض اوقات مقابلے میں آنے والی فوج دس گناہ زیادہ ہوتی اور سامان حرب و ضرب کی بھی اس کے پاس بہتات ہوتی لیکن اکثر و بیشتر فتح و نصرت لشکر اسلام کے مقدر میں ہوتی عمرانیات کے ماہرین یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ ایک اسلامی

مملکت جس کا صرف ایک شہری مملکت سے آغاز ہوا وہ روزانہ دو صد مربع میل اوسط کے حساب سے وسعت اختیار کرتی چلی جاتی ہے اور دس سال بعد جب شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے رحلت فرماتے ہیں تو دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ آپ کے زیر اقتدار آجاتا ہے۔

عہد نبوی کی اسلامی فتوحات کو اگر انتظام و انصرام کے زاویئے سے دیکھا جائے تو انسان کی حیرت کم ہو جاتی ہے۔ ہر اقدام یوں دکھائی دیتا ہے جیسے بڑی ہی منصوبہ بندی سے کیا گیا ہے۔

- مفتوحہ علاقوں پر قبضے کا استحکام۔
- مفتوحہ قوم کی ذہنی و اخلاقی تربیت
- انتظام و انصرام سنبھالنے والے ذمہ دار افراد کی اخلاقی' علمی اور فنی تربیت'
- اسلامی مملکت کی حدود کو وسیع تر کرنے کے لئے جنگی ماہرین کی تیاری اور ان کی قیادت میں لشکر اسلام کی مسلسل چہار دانگ عالم میں پیش قدمی یہ ایسے بنیادی نوعیت کے حیرت انگیز کارنامے ہیں جن کی بدولت آپ کے وصال کے بعد پندرہ سال کی قلیل مدت میں تین براعظم ایشیاء' افریقہ اور یورپ کے کچھ حصے سلطنت مدینہ کے زیر اقتدار آ گئے۔

تاریخ کے طالب علم کے سامنے جب یہ حقائق آتے ہیں تو اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ اتنی تیزی سے اسلامی حکومت کی حدود کو وسیع کرنے میں جن حربی قائدین نے بنیادی کردار ادا کیا ان کی سیرت' طرز عمل اور طرز حیات کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ان چراغوں سے روشنی حاصل کر کے موجودہ دور میں ایسی قندیلیں روشن کی جائیں جن سے عالم اسلام جگمگا اٹھے اور عظمت رفتہ کو آواز دی جاسکے انسانی فطرت اور اصول جنگ عموماً بدلتے نہیں یہی وجہ ہے کہ نہایت قدیم زمانے میں لڑی گئی جنگوں سے بڑے قیمتی سبق سیکھے جاسکتے ہیں اسی غرض سے قرن اول کی ان عظیم الشان ہستیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے حیرت انگیز جنگی کارناموں نے

تاریخ انسانیت میں بہت سے سنہری ابواب کا اضافہ کیا۔

بلاشبہ وہ عظیم الشان و عالی مقام ہستیاں جن کی تربیت خود مجاھدین کے سردار سپہ سالار اعظم، شاہ عرب و عجم، سلطان مدینہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے کی جن کے سینوں پر انوار رسالت کی پھوار پڑی، جن کی آنکھیں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوئیں جن کے دل تجلیات الہیہ کے محور بنے جنہوں نے راہ حق میں شہادت کو اپنے دلوں کا مطلوب و مقصود بنا لیا تھا۔

ان قابل رشک جرنیل صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ مجاھدین، فوجی جوانوں، عسکری قائدین اور عام نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کا باعث بنے گا عہد نبوی میں لڑی گئی جنگوں میں ایسے حربی اصول وضع کئے گئے جو تاریخ انسانیت میں پہلی مرتبہ متعارف ہوئے سپہ سالار اعظم، سرور عالم، شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جو اقدامات کئے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تاریخ اسلامی کا یہ پہلا جنگی سفر نہایت منظم طریقے سے طے کیا گیا۔

اس جنگی سفر میں جن بنیادی اصولوں کو اپنایا گیا آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی میدان کارزار میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ان کو اصولوں سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، مثلاً:

- میدان جنگ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے دارالسلطنت مدینہ منورہ میں ایک نائب مقرر کیا گیا۔
- لشکر اسلام میں شامل تمام مجاہدین کو مختلف گروپوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر گروپ کا ایک سالار مقرر کیا گیا۔
- لشکر اسلام کے پچھلے حصے کی نگرانی کے لئے قیس المازنی انصاری کو نامزد کیا گیا۔
- میدان بدر میں پہلے پہنچ کر پانی کے چشمے پر قبضہ کرلیا گیا تاکہ دشمن زیادہ دیر

تک مقابلے میں ٹھہر نہ سکے۔

○ لڑائی سے پہلے مجاہدین کی صف بندی کو بڑی اہمیت دی گئی چونکہ مقابلہ تین گنا بڑے لشکر سے تھا جس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے اس کی انتہائی ضرورت محسوس کی گئی۔

○ صف بندی کے بعد سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مجاہد اس وقت تک کسی قسم کا کوئی بھی قدم نہ اٹھائے جب تک میں حکم نہ دوں۔

○ آپ نے تمام مجاہدین کو ہدایت جاری کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دشمن اگر زد میں آئے تو تیر چلائیں اگر دور ہو تو ہاتھ روکے رکھیں تاکہ اسلحہ ضائع نہ ہو۔"

دشمن اگر زیادہ قریب ہو تو تیر کی جگہ پتھر سے کام لیا جائے اگر اس سے بھی زیادہ قریب آجائے تو نیزے کا استعمال کریں اگر دشمن بالکل سر پر پہنچ جائے تو تلوار سے اپنا دفاع کیا جائے۔

○ ایک موقعہ پر آپ نے میدان حرب و ضرب میں اصل اور موثر ترین طاقت و قوت "رمی" کو قرار دیا اور یہ ارشاد فرمایا:

الا ان القوۃ الرمی ، "آگاہ رہو کہ اصل طاقت رمی ہے"

رمی کا مطلب ہے پھینکنا اس کا اطلاق اسلحے کی ہر اس قسم پر ہوتا ہے جس کو کسی بھی انداز میں چلایا یا پھینکا جائے۔ تمام قسم کے میزائل' بم' اور توپیں اس ضمن میں آجاتی ہیں۔

اس جدید دور میں بھی اصل قوت و طاقت اسی "رمی" کو قرار دیا جاتا ہے جس کا اظہار شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور اول میں اپنی زبان مبارک سے کیا جس ملک کے پاس جتنی زیادہ یہ طاقت ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ اسے دوسروں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

○ میدان بدر میں سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ٹیلے کے بالائی حصے میں ایک خصوصی سایہ دار پلیٹ فارم بنایا گیا اور وہاں ایک حفاظتی دستہ متعین کیا گیا۔

○ جنگی ضابطہ اخلاق وضع کرتے ہوئے عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والوں کو قتل کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

○ جنگ احد میں میدان کارزار کا جائزہ لیتے ہوئے سالار اعظم' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران جنگ پیش آنے والے خطرے کو بھانپتے ہوئے درے پر پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین کر دیا اور وہاں پر ہر صورت ڈٹے رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی اہمیت کا احساس اس وقت ہوا جب اسے خالی پا کر دشمن نے وہیں سے لشکر اسلام پر ناگہانی حملہ کر دیا اور ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

○ جنگ احزاب میں خندق کھود کر دارالحکومت مدینہ منورہ کو دشمن سے محفوظ کر لیا گیا۔

یہ ایک ایسا انوکھا اقدام تھا جسے دیکھ کر دشمن افواج کا سالار ابو سفیان ورطہ حیرت میں پڑ گیا۔ دفاعی حصار کو مضبوط کرنے کے لئے آج اس جدید دور میں بھی خندق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

یہ ایسے بنیادی نوعیت کے جنگی اقدامات تھے جن سے تاریخ انسانی پہلی مرتبہ متعارف ہوئی اس کتاب میں سپہ سالار اعظم' شاہ عرب و عجم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ میں سے ان عظیم الشان ہستیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھوں نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیئے اور میدان کارزار میں اپنے حیرت انگیز کارناموں سے مدمقابل دشمن کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور سرور عالم' خلق مجسم' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع کردہ جنگی اصولوں کو پروان چڑھایا اور حالت جنگ میں بھی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو پیش نظر

رکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ امت مسلمہ کے جنگی ماہرین، جرنیلوں، فوجی جوانوں اور مجاہدین کو ان عظیم ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانے کی توفیق ارزانی عطا کرے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

محمود احمد غضنفر
مدیر ادارہ دعوۃ الحق
لاہور، پاکستان

۱۹ مارچ ۱۹۹۴ء

مسلم جرنیل کے اوصاف

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین وبعد

عسکری میدان میں حسن و خوبی سے قیادت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے ایک مسلمان جرنیل میں جن بنیادی اوصاف اور خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صحیح اور راسخ عقیدہ
۲۔ شخصی وجاہت
۳۔ شجاعت
۴۔ ثابت قدمی
۵۔ قوت ارادی و قوت تنفیذی
۶۔ حسن مظہر
۷۔ فن خطابت
۸۔ قوت اسلحہ
۹۔ سخاوت و فیاضی
۱۰۔ عدل و انصاف

آیئے اب ہم قدرے تفصیل سے ان اوصاف کی اہمیت پر نظر ڈالتے ہیں۔

صحیح اور راسخ عقیدۃ

عسکری' سیاسی اور دعوتی میدان میں کامیابی کے ساتھ قیادت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے قائد کا صحیح اور راسخ العقیدہ ہونا بہت ضروری ہے عقیدے

کی صحت اور رسوخ کے انسان کی شخصیت پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بنیادی خوبی ہے جس سے دل میں شجاعت' بہادری' بے خوفی اور حوصلہ مندی پیدا ہوتی ہے جس سے فتح و نصرت' شکست یا مشکلات کے وقت عقل و خرد کا توازن برقرار رہتا ہے۔ میدان جنگ میں خوشی ہو یا غمی' فتح ہو یا شکست ہر دو صورتوں میں وہی فوج متوازن رویہ اختیار کرتی ہے جس کا عقیدہ یا نظریہ درست ہوتا ہے۔ جنگی تاریخ میں عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کوئی لشکر فتح حاصل کرتا ہے تو فوج اور اس کے جرنیل بد مستی کا بھرپورہ مظاہرہ کرتے ہیں۔ قتل عام ہوتا ہے' عصمتوں کو پامال کیا جاتا ہے' عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ مفتوحہ علاقے کے معاشرتی نظام کو تہہ و بالا کر دیا جاتا ہے۔ اخلاقی قدریں گہنا جاتی ہیں۔ لیکن مسلمان فوج اور اس کے جرنیل فتح و نصرت کو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم گردانتے ہوئے عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ محض درست عقیدے اور نظریئے کی برکت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لشکر اسلام جب مکہ معظمہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا تو مجاہدین کے سردار' شاہ امم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اظہار تشکر کے طور پر اپنی اونٹنی کی کوہان پر جھکی ہوئی تھی اور آپ نے بحیثیت جرنیل **"لا تثریب علیکم الیوم"** کہہ کر عام معافی کا اعلان کر دیا' اسی طرح ایک کامیاب جرنیل میدان جنگ میں پیش آنے والی مشکلات' مصائب اور نامساعد حالات میں ہمت ہارنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہے اور جرات' بہادری اور حوصلے کے ساتھ ہر مصیبت کا بڑی خندہ پیشانی سے سامنا کرتا ہے۔ اس کے دل میں یہ صلاحیت ایمان و یقین اور عقیدے کی پختگی اور درستگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ احد میں پیش آنے والی ناگہانی مصیبت سے دل برداشتہ ہونے کی بجائے سرور عالم نیر اعظم' خلق مجسم شاہ امم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم خوردہ مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے حمراء الاسد مقام تک قریشی لشکر کا تعاقب کیا اور اسے یہ موقعہ ہی نہ دیا گیا کہ وہ پلٹ کر مدینہ طیبہ میں داخل ہو کر جشن فتح کا

ساماں پیدا کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر لشکر کے جرنیل کا حوصلہ بلند ہو' اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اسے پختہ یقین و ایمان ہو تو ہاری ہوئی بازی کو جیت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ایک کامیاب جرنیل مشکلات و مصائب سے تنگ آکر کبھی حوصلہ نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اپنے ساتھیوں کے حوصلے کو پست ہونے دیتا ہے اور یہی دشمن کے مقابلے میں کامیابی کی کلید ہے۔ ایک روز شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے محو استراحت تھے۔ کفار کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بننے والے ایک جان نثار ساتھی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو ظلم کی انتہاء ہو چکی اللہ کی مدد کب شامل حال ہو گی؟ یہ بات سن کر آپ دیوار سے ٹیک چھوڑ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا۔ اے خباب بس اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئے۔ ہم سے پہلے حق گوئی و حق پرستی کے جرم میں لوگوں کو آرے سے چیر کر رکھ دیا گیا آہنی کنگھیوں سے ان کے جسم نوچ لئے گئے۔ لیکن وہ بدستور حق پر ڈٹے رہے۔ انتہائی ظلم و ستم بھی انہیں اپنے دین سے منحرف کرنے کا باعث نہ بن سکا۔ خباب صبر سے کام لو۔ تم عنقریب بچشم خود دیکھو گے کہ ہر طرف امن کی بہار آئے گی' محبت کے پھول کھلیں گے' سرزمین عرب امن کا گہوارہ بن جائے گی' صنعاء سے حضرموت تک سفر کرنے والے کو راستے میں کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا۔

مصائب و مشکلات کا صبر و تحمل سے سامنا کرنا کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ ثابت ہوا کرتا ہے اور یہ صلاحیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ٹھوس یقین اور پختہ ایمان کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ سے میدان جنگ میں محیر العقول واقعات جنم لیتے ہیں جنگی تاریخ کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے روبرو زہر ہلاہل کی بوتل بے خوف و خطر نوش جان کی اور اس قاتلانہ زہر نے ذرہ برابر بھی ان پر کوئی اثر نہیں کیا۔ ان کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ اللہ اس زہر کو بے اثر کرنے پر قادر ہے۔ دشمن یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا اور

اسی طرح تاریخ اسلام کے دوسرے بڑے جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دریائے دجلہ کے گہرے پانی میں گھوڑے اتار کر اور صحیح سلامت دریا کو عبور کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی چیز بھی انسان کو گزند نہیں پہنچاتی۔ دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑی ایرانی فوج نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلی۔

جنگ یرموک میں فتح حاصل کرنے کے بعد جب لشکر اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزولی کا پروانہ ملا تو آپ نے بڑے اطمینان سے ارشاد فرمایا "میں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں لڑتا میرا میدان کارزار میں اترنا محض اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ہوتا ہے اور یہ کام ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے بھی کیا جا سکتا ہے لہٰذا مجھے اپنی معزولی کا ذرا برابر بھی کوئی غم نہیں۔" یہ انداز فکر صرف عقیدے اور نظریئے کی درستگی کی بنا پر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

۲۔ شخصی وجاہت

عسکری میدان میں خوش اسلوبی سے قیادت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے جنگی قائدین کو مختلف مراحل سے گذارا جاتا ہے۔ ایک خاص نہج پر ان کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی شخصی وجاہت کو اجاگر کیا جاتا ہے فوج میں نظم و نسق پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ فوجی قیادت کا فریضہ سرانجام دینے والوں کی ایک خاص اہمیت ہو' وجاہت ایک ایسے شخصی رعب و دبدبہ کو کہتے ہیں کہ دیکھنے والا وجیہہ شخص سے مرعوب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق اپنے دل میں محبت اور احترام کے جذبات بھی محسوس کرے یہ نعمت ایمان' عمل صالح' خشیت الٰہی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو نگاہ بھر کے دیکھنے کا کسی میں بھی یارا نہ تھا' آپ گفتگو فرماتے تو سننے والوں پر یوں ہیبت طاری ہو جاتی کہ وہ

بے حس و حرکت دکھائی دیتے۔ تاریخ انسانی میں ادب' احترام' مرعوبیت' عزت اور محبت کی اس سے بڑھ کر کوئی اور مثال نہیں ملتی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی آپ سے بات کرتا ہوا گھبراتا تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے چند ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں امیر المومنین سے بات کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ ان سے عرض کریں کہ ذرا نرمی کا رویہ اپنائیں۔ جب انہیں اس کی طرف توجہ دلائی گئی تو انہوں نے بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کی

"الہٰی! حق کے پرچار کے لئے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے میری وجاہت میں روز بروز اضافہ فرما۔"

انسانی معاشرے میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ایک شخص بظاہر بڑا طاقتور ہوتا ہے لیکن شخصی وجاہت سے محروم ہوتا ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں وہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ مسلم جرنیل کا وجیہہ ہونا بہت ضروری ہے۔ ورنہ وہ خوش اسلوبی سے قیادت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مجھے ایسا رعب و دبدبہ عطا کیا گیا ہے کہ دشمن ایک ماہ کی مسافت پر بھی میرا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔"

۴۔ شجاعت

میدان کارزار میں قیادت کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جو شجاعت' بہادری' دلاوری اور بے خوفی کا پیکر ہو' میدان جنگ میں نامساعد حالات پر بہادر اور دلیر جرنیل ہی قابو پا سکتا ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں جب کبھی کوئی مشکل وقت آتا تو ہم شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہادرانہ طرز عمل کو دیکھتے ہوئے اپنے دلوں کو مضبوط کرتے کیونکہ جب لڑائی پورے زوروں پہ ہوتی تو آپ کمال جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے

ہوئے دشمن کے بالکل قریب پہنچ کر اسے پسپا اور بے بس کرنے کی بھرپور کوشش کرتے جسے دیکھ کر ہر مجاہد کا حوصلہ بلند ہو جاتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب رومی جرنیل کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترے تو ان کا گھوڑا رومی جرنیل کے گھوڑے کے مقابلے میں قدرے کمزور تھا۔ رومی جرنیل کی کوشش یہ تھی کہ اس کمزوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے ارادے کو بھانپ گئے اور آپ کمال جرات' شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور رومی جرنیل کے گھوڑے کی ٹانگ پر تلوار کی ایک زوردار ضرب لگائی جس سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر گیا اور اس کا سوار رومی جرنیل بھی گردن کے بل آپ کے قدموں میں آگرا آپ نے پلک جھپکتے ہی اس کی گردن اڑا دی اور اس کے لاشے کے پاس بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔ بلاشبہ یہ طرز عمل ایک بہادر جرنیل ہی اختیار کر سکتا ہے۔

۴۔ ثابت قدمی

میدان کارزار میں فوج کے حوصلے اس وقت تک بلند رہتے ہیں جب تک اس کا سربراہ استقامت و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جونہی فوجی جرنیل کی استقامت میں کمزوری پیدا ہونے لگتی ہے فوج کے حوصلے پست ہونے شروع ہو جاتے ہیں دشمن کی جانب سے پیش آنے والے شدید ترین دباؤ میں فوج کے مورال کو بلند رکھنا ایک کامیاب جرنیل کی سب سے بڑی ذمہ داری ہوتی ہے اور اس سے وہی جرنیل عہدہ برا ہو سکتا ہے جو خود مستقل مزاج' حوصلہ مند اور ثابت قدم ہو۔ غزوۂ حنین میں جب لشکر اسلام شدید دباؤ کی وجہ سے منتشر ہو گیا تھا تو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں جم کر کھڑے رہے اور بڑے ہی ولولہ انگیز انداز میں یہ ارشاد فرمایا۔

انا النبی لا کذب' انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ سرور عالم' نیر اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ استقامت کو دیکھ کر منتشر لشکر آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ آپ کے اس طرز عمل سے یہ ثابت ہوا کہ جب کبھی میدان کارزار میں لشکر پر کوئی مشکل ترین وقت آجائے تو جرنیل کو ثابت قدمی کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ ہاری ہوئی بازی کو از سر نو جیتنے کے لئے راہ ہموار کی جا سکے یہی ایک کامیاب جرنیل کی عسکری ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ بنیادی وصف قرون اولیٰ کے تمام مسلم جرنیلوں میں دکھائی دیتا ہے۔

ثابت قدمی کا جوہر پیدا کرنے کے لئے قرآن حکیم نے ایک سنہری اصول بیان کیا ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے اس گہر نایاب کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۝

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔"

ثابت قدمی کا جوہر حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے جان و مال کی قربانی دی جائے۔ جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت حاصل ہو جائے وہ دنیا و آخرت میں سرفراز ہو جاتا ہے۔

ثابت قدمی کامیابی و کامرانی کا زینہ بنتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں اہل ایمان کو یہ تلقین کی گئی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۝

"اے ایمان لانے والو جب تمہارا مقابلہ کسی گروہ سے ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو توقع ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ میں یہ نوید سنائی گئی کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا جائے اور کثرت سے اللہ کو یاد کیا جائے اس سے کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ فوجی جرنیل کے لئے اس خوبی سے متصف ہونا تو بہت ضروری ہے۔

۵۔ قوت ارادی و قوت تنفیذی

کسی بھی کامیاب جرنیل میں ارادے کی پختگی اور فیصلے کو نافذ کرنے کی صلاحیت کا پایا جانا از بس ضروری ہے ورنہ وہ اپنے فرائض منصبی کو کماحقہ ادا نہیں کر سکتا۔ قوت ارادی کا خوگر جرنیل فیصلہ کرتے اور پھر اسے نافذ کرتے وقت جرات مندانہ انداز اختیار کرتا ہے۔ جرنیل میں اگر قوت ارادی کا فقدان ہو تو وہ میدان جنگ میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات پر قابو نہیں پا سکتا انسانی معاشرے میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ایک شخص متقی' پرہیز گار اور خشیت الٰہی کا پیکر دکھائی دیتا ہے لیکن قوت ارادی' خود اعتمادی اور قوت تنفیذی کا عنصر کمزور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ عسکری' سیاسی یا کسی بھی معاشرتی مہم میں قیادت کے فرائض احسن طریق سے انجام نہیں دے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو تلقین کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ آپ کمزور آدمی ہیں کبھی بھول کر بھی دو آدمیوں کی قیادت و امارت کی ذمہ داری قبول نہ کرنا ورنہ قیامت کے دن آپ کے لئے یہ ذمہ داری رسوائی' ندامت و پشیمانی کا باعث بنے گی۔ اس کے برعکس آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو صرف سترہ سال کی عمر میں ایک ایسے لشکر کا قائد نامزد کیا جس میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اور تجربہ کار صحابہ کرام شامل تھے۔

حوصلوں میں جان قوت ارادی کی بنا پر ہی پیدا ہوتی ہے کسی بھی خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے اس جوہر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی سے یقین محکم پیدا ہوتا

ہے۔ یہی عنصر انسان کو عمل پیہم پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی صلاحیت کی طرف قرآن حکیم میں اشارہ دیا گیا ہے۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

اور جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ بہادر انسانوں کا ہمیشہ یہی طرز عمل ہوتا ہے کہ وہ ہر میدان میں قوت ارادی کے ذریعے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔

قوت ارادی کا فقدان، تلون مزاجی پیدا کرتا ہے اور متلون مزاج انسان میدان کارزار میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے عسکری میدان میں قیادت کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ جرنیل قوت ارادی کا خوگر ہو۔

۶۔ حسن مظہر

اس سے پہلے جتنے اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ان کا تعلق انسان کی باطنی صلاحیتوں سے ہے۔ جو انسان کی سیرت سازی میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن عسکری میدان میں قیادت کا فریضہ سرانجام دینے والی شخصیت کا انتخاب کرتے وقت اس کی ظاہری جسمانی ساخت کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے جسے حسن مظہر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

انسانی معاشرے میں ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کے لئے ظاہری نظافت، خوش لباسی و خوش اخلاقی کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اس سلسلے میں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرز عمل امت کے لئے ایک عمدہ اور مثالی نمونہ ہے۔ آپ جس طرف سے بھی گذرتے نور و نکہت کا سماں پیدا ہو جاتا خوشبو کی مہک سے ماحول معطر ہو جاتا، وفود سے ملتے وقت آپ خوش لباسی کا خاص طور پر اہتمام کرتے۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ عمدہ جسمانی ساخت کا ہونا انسان کے رعب و دبدبہ کا باعث بنتا ہے، عمدہ جسمانی ساخت کو اہمیت دیتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ (البقرة ۲۴۷)

''ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ بنا کر بھیجا' یہ سن کر وہ بولے ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہو گیا۔ اس کے مقابلے بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔ نبی نے کہا اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ فراوانی عطا کی اور اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنا ملک جسے چاہے عطا کر دے۔ اللہ بڑی ہی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔''

طالوت بنی اسرائیل میں قد آور اور خوبصورت نوجوان تھا جس کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا اور اس کی خوبصورت جسمانی ساخت کو بادشاہت اور قوم کی سربراہی کے لئے ایک بنیادی خوبی قرار دیا گیا۔

عسکری میدان میں قیادت کے لئے کسی شخص کو منتخب کرتے وقت اس کی علمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۷۔ فن خطابت

خطابت کا فن ایک ایسا وصف ہے جس کے ذریعے دلی جذبات کو **انگیخت** کیا جاتا ہے۔ حوصلے بلند کرنے' دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے ہمت بڑھانے اور جوش ولولہ کے ساتھ میدان کارزار میں مجاہدین کو اتارنے کے لئے فن خطابت سے بڑا ہی مفید اور موثر کام لیا جاتا ہے۔ ایک کامیاب خطیب فن خطابت کے ذریعے حالات کا رخ بدل دیتا ہے' ایک پر سکون ماحول کو شعلہ جوالہ بنا دیتا ہے۔ عسکری میدان میں فن خطابت کی معرفت رکھنے والا جرنیل زیر قیادت لشکر میں جہاد کی روح پھونک دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے دشمن پر غلبہ حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جنگی

تاریخ میں جتنے بھی مشہور و معروف جرنیل ہوئے ہیں خطابت کا جوہر ان میں مشترکہ طور پر پایا جاتا تھا۔ ایک کامیاب جرنیل میدان کارزار میں اترنے سے پہلے پرجوش اور ولولہ انگیز خطابت کے ذریعے فوج میں جہاد کی تڑپ پیدا کرتا ہے جس سے لشکر کا منزل مقصود تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ موقع کے مطابق مربوط اور برجستہ خطیبانہ گفتگو جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔ فوج کے تربیتی اداروں میں قیادت کے لئے تیار کئے جانے والے اشخاص کو فن خطابت سے لازمی طور پر روشناس کرایا جائے تاکہ وہ بوقت ضرورت اس فن کو استعمال کر کے فوج کی طاقت میں اضافہ کر سکیں۔ ہر جرنیل میں اس خوبی کا ہونا بہت ضروری ہے۔

۸۔ قوت اسلحہ

ہر دور میں اسلحے کی طاقت اور اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الا ان القوة الرمی

خبردار بلاشبہ طاقت اسلحہ چلانے میں ہے

آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی اسی ملک کو مدمقابل پر غلبہ حاصل ہوتا ہے جس کے پاس اسلحے کی طاقت اس سے زیادہ ہو' ایٹم بم' ہائیڈروجن بم' نیپام بم اور جملہ اقسام کا اسلحہ اس رمی کے ضمن میں آتا ہے جس کا اشارہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد میں ملتا ہے۔

دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے بھرپور تیاری اور طاقت کے جملہ اسباب و وسائل کو جمع کرنا ہمیشہ بیدار مغز قوموں کا شیوہ رہا ہے۔

بھرپور جنگی تیاری اور بھاری بھرکم اسلحہ کا اہتمام دشمن کو مرعوب کرنے کا باعث بنتا ہے۔ [illegible] جدید دور میں بعض اوقات اگر کوئی ملک اپنے اسلحے کی نمائش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ دشمن ملک خوفزدہ ہو جائے اور حملہ آور ہونے کی صورت میں وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرے۔ قرآن

حکیم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس نکتے کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہو گا۔ (الانفال ٦٠)

جنگی ساز و سامان کے ذریعے قوت حاصل کرنا دشمن کو مرعوب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

عسکری میدان میں قیادت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلحہ کے استعمال کے متعلق مکمل تجربہ رکھتا ہو اور اسلحہ کی جملہ اقسام کی اسے پوری طرح واقفیت ہو۔

٩۔ سخاوت و فیاضی

کسی بھی ادارے کے سربراہ کا فیاض اور سخی ہونا عملی زندگی میں مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ سخاوت سے لوگوں کے دلوں میں محبت و عقیدت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے قیادت کے فرائض سرانجام دینا بہت آسان ہو جاتے ہیں۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "سخی اللہ تعالیٰ' عام لوگوں اور جنت کے قریب ہوتا ہے۔" سخاوت کے عمل سے شخصی وجاہت میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔

سرور عالم' نیر اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس آنے والے ضرورت مندوں کی جھولیاں بھر دیا کرتے تھے' بسا اوقات اتنا عطا کرتے کہ لینے والا

زندگی بھر کے لئے آسودہ حال ہو جاتا۔ فراوانی و خوشحالی کی اس کے آنگن میں چہل پہل ہو جاتی۔ فیاضی اور سخاوت کی صورت میں احسان کرنے والے کی محبت' عقیدت اور عظمت کا دل میں گھر کر جانا یہ انسانی فطرت میں شامل ہے۔ جب ایک جرنیل اپنی زیر قیادت فوج کے ہر فرد کے ساتھ شفقت اور سخاوت سے پیش آئے گا تو لازمی طور پر افراد لشکر اس کے ممنون احسان ہوں گے۔ اس کے اشاروں پر چلنا اپنے لئے سعادت سمجھیں گے۔ یاد رہے کہ سخاوت اور قیادت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ بخیل و کنجوس سربراہ کو ہمیشہ قدم قدم پہ پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا حکم بادل نخواستہ مانا جاتا ہے۔ اس کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بسااوقات بخیل اور سخت گیر قائد کا اس کے زیر اثر افراد ہی کام تمام کر دیتے ہیں تنگ آکر اس محاورے کو عملی شکل دی جاتی ہے۔

"نہ رہے بانس نہ بجے بنسری"

جرنیل کی تربیت کے دوران اس کے دل میں سخاوت کے عنصر کو اجاگر کرنے کے لئے مسلسل تلقین کی جائے تاکہ وہ عملی زندگی میں اس وصف اور خوبی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے میدان کارزار میں نمایاں کردار ادا کر سکے۔

۱۰۔ عدل و انصاف

یوں تو ہر انسان کو عدل و انصاف کا دامن تھام لینا چاہئے روئے زمین پر زندگی بسر کرنے والے تمام افراد اگر عدل و انصاف کو پیش نظر رکھیں تو انسانی معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ خاص طور پر کسی بھی ادارے کے سربراہ کو لازما" عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اگر وہ انصاف سے کام نہیں لے گا تو اس کے خلاف نفرت کے جذبات ابھریں گے جو اس کی عملی زندگی میں نقصان کا باعث بن سکتے ہیں قرآن حکیم میں یہ حکم دیا گیا ہے

"اعدلوا هو اقرب للتقوی"

انصاف سے کام لو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے

عدل و انصاف اور تقویٰ و پرہیزگاری جیسی خوبیاں شخصی وجاہت میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔

یہ چند ایک ایسے بنیادی اوصاف ہیں جن کا ہر جرنیل میں پایا جانا بہت ضروری ہے۔ فوج کے تربیتی اداروں میں مندرجہ بالا اوصاف کو اگر پیش نظر رکھ کر تربیت کا اہتمام کیا جائے تو مملکت خداداد میں جوہر قابل پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم

خیر اندیش

محمود احمد غضنفر

مدیر

ادارہ دعوۃ الحق لاہور، پاکستان

حضرت
خالد
بن ولید
رضی اللہ عنہ

خالد تیری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بنا پر مجھے بہت امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور اسلام قبول کر لو گے۔

(فرمان رسول اللہ ﷺ)

مضبوط گٹھا ہوا اور پھرتیلا جسم' سروقد' کشادہ سینہ' بارعب چہرہ' عقابی نگاہیں' بلند خیالی' شعلہ نوائی اور پختہ ارادی کا قابل رشک نمونہ' ظاہری و باطنی حسن وجمال اور جاہ و جلال کا پیکر' شجاعت' بہادری اور جرات میں بے مثال' شہسواری' نیزہ بازی اور شمشیرزنی کا ماہر' بے خوف' زندہ دل اور مہم جو' غزوہ احد میں مہارت' جرات مندی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجاہدین کا شیرازہ بکھیرنے والا جوان رعنا' غزوہ موتہ میں اپنی شجاعت اور حسن تدبیر سے مٹھی بھر مجاہدین کو دشمن کے نرغے سے سلامتی و حفاظت سے نکال لانے والا جواں مرد و مدبر قائد' روم و فارس کے ایوانوں میں لرزہ طاری کردینے والا ایک عظیم جرنیل' میدان کارزار میں دشمنوں کی صفوں کو چیرنے والا ایک بہادر و نڈر جنگجو' اعدائے اسلام کے سروں پر لٹکنے والی شمشیر بے نیام جس کی بہادری و بے جگری سے کفار کے دل دہشت زدہ ہوگئے' جس کے طوفانی حملوں اور فتوحات سے دنیا محو حیرت ہوگئی' جسے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب دے کر نشان حیدر عطا کیا۔ جو پوری دنیا کی عسکری تاریخ میں ایک عظیم جرنیل کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ فتح و نصرت جس کی قدم بوسی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھی۔ جس کی جنگی مہارت کے اپنے تو کیا بیگانے بھی معترف تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے' چاق وچوبند اور جرات مند تھے۔ قبیلہ بنو مخزوم کے سردار ولید بن مغیرہ کے فرزند ارجمند ہونے کے سبب قبیلے کے ہر فرد کی آنکھ کا تارا تھے۔ جوان ہوکر آپ کے تدبر اور شجاعت کا رنگ اور نکھرا۔ آپ بنو مخزوم کے قابل رشک جوانوں میں شمار ہونے لگے۔ سڈول جسم میں بلا کی کشش تھی' دور جاہلیت میں اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ بدر سے لے کر حدیبیہ تک قریش کے لشکر کی کمان ان کے سپرد رہی اس کے بعد ان کا سینہ اسلام کی نورانی کرنوں سے منور ہوگیا۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی نہایت دلچسپ و دل آویز ہے۔

○

طبقات ابن سعد میں حارث بن ہشام کے حوالے سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت) خالد بن ولیدؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں تقریباً ہر معرکے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آیا ہوں۔ لیکن ہر مرتبہ آپ کا رعب ودبدبہ میرے دل پر طاری ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا کردی۔ ایک دفعہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو میدان جنگ میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے دل میں سوچا کہ یہ بڑا مناسب موقع ہے اگر اس وقت حملہ کردیا جائے تو مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ لیکن حوصلہ نہیں پڑ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے روک لیا ہے۔ پھر آپ نے اسی میدان میں عصر کی نماز پڑھائی پھر دل میں خیال آیا کہ حملے کا یہ بہترین موقع ہے لیکن قدم آگے نہ بڑھ سکے میں نے کہا کہ ان کی پردہ غیب سے حفاظت ہو رہی ہے۔ یہ یقیناً خطہ عرب بلکہ پوری دنیا پر غالب آجائیں گے۔

جب قریش سے مصالحت کرنے کے بعد آپ اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے ہمراہ واپس مدینہ پلٹ گئے تو میں نے سوچا اب کیا ہوگا؟

یہ خیالات میرے دل میں آنے لگے کہ کیا میں حبشہ چلا جاؤں؟ وہاں کا حکمران نجاشی تو پہلے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن گیر ہوچکا ہے اور آپ کے ساتھی وہاں امن کی زندگی بسر کررہے ہیں۔

کیا شاہ ہرقل کے پاس چلا جاؤں اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت اختیار کرلوں یا خطہ عرب کو خیرباد کہتے ہوئے کسی عجمی ملک کی راہ لوں یا اپنے گھر میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں۔ غرضیکہ خیالات کا ایک سیل رواں تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ میرے بھائی کا تحریری پیغام مجھے ملا جو حلقہ بگوش اسلام ہوچکا تھا۔ میرے بھائی نے بڑے ہی پیار بھرے انداز میں مجھے لکھا "بھائی جان! میرے آقا دوجہاں کے سردار شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مجھ سے پوچھا خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ایک دن ضرور میرے بھائی کو آپ کے قدموں میں لے آئے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ میرا ذہین وفطین اور لئیق و فہیم بھائی اسلام جیسی نعمت سے محروم رہ جائے۔"

اس پیغام سے میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہوئی اور اس سے مجھے دلی مسرت ہوئی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد کیا۔ میرے تو بخت جاگ اٹھے۔ اسی دوران ایک رات گہری نیند سویا ہوا تھا کہ مجھے ایک خواب آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک تنگ و تاریک اور بے آب و گیاہ جگہ سے سرسبز و شاداب اور کھلے میدان کی طرف جارہا ہوں۔ آنکھ کھلی تو میرے دل میں ایک خوش گوار احساس پیدا ہوا اور مدینے جانے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ میرے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش سوئے مدینہ جانے والا کوئی راہی مل جائے جس کا میں رفیق سفر بن سکوں۔

میں نے عثمان بن طلحہؓ سے اپنے دلی ارادے کا اظہار کیا تو وہ بخوشی میرے ساتھ

روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔ ہم دونوں دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہاں خانہ دل میں سمائے ہوئے مدینہ رواں دواں ہوئے۔ دوران سفر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے عمرو بن عاصؓ کشاں کشاں چلے آرہے ہیں۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا۔ اس نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا اسلام قبول کرنے مدینے جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: یہی لگن مجھے بھی مدینہ کھینچے لئے جارہی ہے۔ ہم تینوں ساتھی شاداں و فرحاں' خراماں سوئے منزل چلتے ہوئے یکم صفر ۸ ہجری کو مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ میں نے نہایت ادب واحترام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا' آپ نے مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کردیا تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا:

خالد! تمہاری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بنا پر مجھے بہت امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور اسلام قبول کرلو گے۔

میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بارگاہ رب کریم میں دعا کیجئے کہ وہ میرا یہ گناہ معاف کردے جو میں بزور شمشیر لوگوں کو راہ اسلام سے روکتا رہا اور بزور بازو مسلمانوں کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرتا رہا۔

آپ نے میری یہ پریشانی دیکھتے ہوئے نہایت ہی شفقت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

خالد گھبراؤ نہیں۔ اسلام قبول کرنے سے دور جاہلیت کے سب گناہ از خود مٹ جایا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے باوجود میری التجا ہے کہ آپ میرے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کریں۔ آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔

الٰہی! خالد بن ولید کو بخش دے۔

الٰہی ! خالد بن ولید پر رحم کر۔

الٰہی ! اس کی جملہ خطائیں معاف کردے' بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کے بعد عمرو بن عاصؓ اور عثمان بن طلحہؓ آگے بڑھے اور آپ کے بابرکت ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے آغوش اسلام میں پناہ گزیں ہوئے۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب سنایا تو انہوں نے تعبیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تنگ و تاریک جگہ سے مراد کفر و شرک کی زندگی ہے' سرسبز و شاداب میدان سے مراد اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے اسلام کے وسیع و عریض اور روشن و چمکیلے میدان کی طرف نکال لایا ہے' اسلام قبول کرنا آپ کو مبارک ہو۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ کسی خوف یا لالچ کی بنا پر اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' بلکہ سید الانبیاء شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقناطیسی ذات بابرکات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔

تاریخ انسانی میں حق گوئی و بے باکی کو بہادر انسانوں کا بنیادی وصف تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہادر و جرات مند لوگ بسا اوقات انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ دونوں خوبیاں اپنے دور کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہیں۔ جب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا تو یہ مسلمانوں کے خطرناک

دشمن تھے غزوہ احد میں لشکر اسلام کی جیتی ہوئی بازی کو شکست میں تبدیل کرنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی انتہا پسندی و ثابت قدمی کا بہت بڑا دخل ہے' چونکہ کفار کا لشکر دل برادشتہ ہو چکا تھا' پسپائی ان کا مقدر بننے والی تھی۔ اس معرکہ حق وباطل میں دشمن کی صفوں میں صرف یہی ایک جوانمرد تھا جو ہار ماننے کے لئے کسی صورت تیار نہ ہوا اور موقع پاتے ہی چند افراد کا ایک دستہ ترتیب دے کر درے کے راستے مسلمانوں پر ناگہانی حملہ کردیا' جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن جب یہی جواں سال مرد میدان حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے تو ہر مرحلے پر صدق دل اور اخلاص نیت سے اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی سرفرازی کے لیے تن' من' دھن کی بازی لگاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پھر تو انہوں نے اپنی پوری زندگی حق کی حمایت اور ظلم و بربریت کے خلاف بر سرپیکار رہتے ہوئے گزار دی۔ انتہائی نازک ترین حالات میں بھی انہوں نے خوف اور ناامیدی کو اپنے قریب تک پھٹکنے نہیں دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگی تاریخ میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی۔ آپ کی جرات' شجاعت اور عظمت کا اعتراف تو دشمن نے بھی کیا۔ جرمن فوج کے سپہ سالار جنرل اردن رامیل سے جب پوچھا گیا کہ میدان جنگ میں تیری کامیابی کا راز کیا ہے؟ تو اس نے برملا کہا کہ ''میں میدان جنگ میں مسلم جرنیل (حضرت) خالد بن ولیدؓ کے طریقے اپناتا ہوں۔'' بلاشبہ یہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی مدبرانہ اور جرات مندانہ قیادت کا کرشمہ ہے کہ قیصرو کسریٰ کا جاہ وجلال دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قدموں میں سرنگوں ہوگیا چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ روم و فارس کے وسیع تر جنگی وسائل کبھی بھی ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہ کرسکے۔ ابتداء سے لے کر آخر تک ہر معرکہ حق و باطل میں فتح و نصرت ان کے ہم قدم رہی اور شکست و ریخت سے یہ تقریباً ناآشنا رہے۔

موتہ سرزمین شام کے سرحدی علاقے پر واقع ایک بستی کا نام ہے۔ اس مقام پر پیش آنے والے واقعے کو جنگ موتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پہلی جنگ ہے جس میں اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک عام سپاہی کی حیثیت میں شریک ہوئے لیکن یکے بعد دیگرے تین جرنیلوں کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کی قیادت ان کے سپرد ہوئی۔ مجاہدین صرف تین ہزار تھے اور وہ بھی تھکن سے چور۔ مقابلے میں دشمن فوج دو لاکھ جنگجو افراد پر مشتمل تھی اور وہ سبھی ہتھیاروں سے لیس تھے۔

ہوا یہ کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک جان نثار صحابی حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر وادی بصریٰ کے حکمران حارث بن ابی شمر غسانی کی جانب روانہ کیا ابھی وہ شام کے سرحدی صوبے بلقاء کی موتہ نامی بستی میں پہنچے ہی تھے کہ صوبے کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی کو ان کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے انہیں گرفتار کر کے بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ اندوہناک خبر جب رسول اقدس، شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس کے علاوہ پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت سرزمین شام میں دعوت و ارشاد کے کام میں ہمہ تن مصروف تھی ان تمام صحابہ کرام کو ذات الطلح کے مقام پر دھوکہ دے کر بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ نیز انہی ایام میں شاہ روم نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی دھمکی بھی دی۔ یہ وہ بنیادی اسباب تھے جن کی بنا پر سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ ہجری کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر دوران جنگ زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو لشکر اسلام کا سپہ سالار جعفر بن ابی طالب کو بنا لیا جائے وہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو قائد بنا لیا جائے وہ شہید ہو جائے تو مجاہدین اپنی مرضی سے جس کو چاہیں اپنا قائد منتخب کر لیں۔ آپ نے لشکر کے لئے سفید رنگ کا پرچم بنایا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ لشکر کو آپ نے یہ وصیت کی کہ جس

مقام پر حارث بن عمرو ازدی شہید ہوئے وہاں پڑاؤ کریں اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کے ساتھ ڈٹ کے مقابلہ کریں۔ دیکھنا کسی سے بدعہدی نہ کرنا' اور نہ ہی خیانت کا ارتکاب کرنا۔ کسی بچے' بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی گوشہ نشین' تارک الدنیا راہب کی گردن اڑانا' کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا اور نہ ہی کوئی درخت کاٹنا۔ لشکر اسلام سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات لے کر اپنی کٹھن منزل کی طرف رواں دواں ہوا دشوار گزار راستوں سے گزرتا ہوا جب یہ سر زمین شام کے سرحدی صوبے بلقاء میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ شاہ روم ہرقل نے مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک لشکر جرار پہلے سے وہاں بھیجا ہوا ہے اور وہ میدان میں پڑاؤ ڈالے بیٹھا ہے۔ لہٰذا مجاہدین راستہ بدلتے ہوئے مقام موتہ پر پہنچے۔ وہاں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے بڑی بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا' گھمسان کا رن پڑا تو حضرت زید بن حارثہؓ نے قائدانہ ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے زوردار حملہ کیا۔ اپنی مٹھی بھر فوج کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے چومکھی لڑائی لڑی۔ چہار سو تہلکہ مچاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے مسلسل آگے ہی بڑھتے گئے۔ دیوانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد جعفرؓ بن ابی طالب نے لشکر اسلام کی قیادت سنبھالی۔ جھنڈا ہاتھ میں لیا' گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آن واحد میں رومیوں کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے اور اپنی کاٹ دار تلوار کے جوہر دکھانے لگے۔ جب دیکھا کہ گھوڑے کو دشمن کی کثرت اور اژدھام کی وجہ سے آگے بڑھنے میں مشکل پیش آرہی ہے تو چھلانگ لگا کر نیچے اتر آئے اور پیادہ دشمن کی صفوں میں گھس کر انہیں تہ تیغ کرنے لگے آخر کار ایک دشمن کا وار کارگر ثابت ہوا جس سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا آپ نے جھنڈا بائیں بازو میں تھام لیا تو اس نے کاری ضرب لگا کر بایاں بازو بھی کاٹ دیا تو پھر آپ نے اپنے پاؤں کے سہارے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اس نے تیسرا وار تاک کر کمر پر کیا جس سے آپ لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر گر گئے اور یوں شہادت کے بلند مقام پر فائز

کردیئے گئے۔ ان کے بعد ارشاد نبوی کے مطابق حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو تھام لیا اور آخر کار یہ بھی بہادری و جوانمردی کے عظیم کارنامے سرانجام دیتے ہوئے شہادت کا خلعت زریں زیب تن کرکے بارگاہ رب جلیل میں حاضری کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

○

مسلسل تین جرنیلوں کی شہادت سے مجاہدین کے حوصلے پست ہونے لگے' لشکر اسلام کا جھنڈا زمین پر گر چکا تھا' ہر طرف پریشانی کا عالم تھا' میدان میں کہرام مچا ہوا تھا' مجاہدین کی قلت اور رومیوں کی کثرت کی بنا پر بظاہر بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی نہ دے رہی تھی۔ قریب تھا کہ اسلامی لشکر کا جھنڈا دشمن کے قبضے میں آجاتا لیکن حضرت ثابت بن اقرمؓ نے چابک دستی سے جھنڈے کو اپنے قابو میں لیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "از راہ کرم یہ جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیجئے۔ اس مشکل ترین وقت میں مجاہدین کی قیادت کا فریضہ آپ ہی بہ حسن و خوبی سر انجام دے سکتے ہیں۔" حضرت خالد بن ولیدؓ نے ادب و احترام اور تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "جھنڈا اپنے پاس رکھئے آپ مجھ سے افضل و بہتر ہیں' آپ نے غزوہ بدر میں بھی حصہ لیا ہے' لہٰذا لشکر اسلام کی قیادت کا حق آپ کو پہنچتا ہے۔" حضرت ثابتؓ نے کہا:

"میدان کارزار میں اپنی جوانمردی کے جوہر دکھلانے میں آپ سے بہتر اس لشکر میں اور کوئی نہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم میں نے یہ جھنڈا آپ کے ہاتھ تھمانے کے لئے زمین سے اٹھایا ہے۔ از راہ کرم اسے پکڑیں اور مجاہدین کو موجودہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنی مدبرانہ جنگی پالیسی کو اختیار کریں۔ حالات انتہائی نازک ہیں اور آپ کے تدبر' جرات' شجاعت' اور جنگی مہارت کی لشکر اسلام کو اشد ضرورت ہے۔ میرے سمیت سب مجاہدین کی دلی خواہش ہے کہ ان سنگین حالات

میں آپ قیادت کا اہم فریضہ سنبھالتے ہوئے دشمن کے خلاف کوئی ایسی جنگی تدبیر اختیار کریں جس سے وہ ورطہ حیرت میں پڑ جائے اور مجاہدین سکھ کا سانس لینے کے قابل ہو سکیں۔"

پھر مجاہدین سے مخاطب ہو کر فرمایا

"میرے مجاہد بھائیو! کیا تم حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت و امارت کو برضا و رغبت تسلیم کرتے ہو؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم ان کی قیادت کو بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔" یہ صورت حال دیکھتے ہوئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اللہ کا نام لے کر جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ دشمن کے مقابلے میں مجاہدین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ اپنی جنگی تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلے روز لشکر کی ترتیب بدل دی' اور چند مجاہدین کو عقب میں محض گھوڑے دوڑانے پر مامور کر دیا۔ فضا گرد و غبار سے اٹ گئی' رومی لشکر یہ صورت حال دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ اس سے ان کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مجاہدین کو سرکانا شروع کر دیا اور بڑی احتیاط اور حفاظت سے اپنے لشکر کو دشمن کے نرغے سے بچا کر لے آئے ورنہ پہلے روز رومی اس بات پر تلے ہوئے نظر آ رہے تھے کہ کسی ایک مجاہد کو بھی میدان سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔ کیونکہ چند روز پہلے ہی رومی ایرانیوں کو شکست دے چکے تھے اور اپنی اس فتح و کامرانی پر نازاں و فرحاں تھے۔ وہ اپنی اس کامیابی کے نشے میں مخمور مٹھی بھر مجاہدین کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لا کر ایسا مدبرانہ طرز عمل اختیار کیا کہ دشمن بھی بے بس و لاچار ہو کر رہ گیا۔ وہ ایسے کہ لڑائی کے آغاز میں زور دار حملہ کیا۔ رومیوں کے پرخچے اڑاتے ہوئے ان کے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں لیکن جب دوسرے دن رومیوں کی گھبراہٹ' پسپائی اور خوف و ہراس کو دیکھا تو موقع غنیمت جانتے ہوئے لشکر اسلام کو بچا کر واپس لانے

میں کامیاب ہو گئے۔ ایسے نازک حالات میں مجاہدین کو میدان کارزار سے واپس محفوظ لے آنا یہ جنگی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پیش آیا وہ فتح مکہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس میں باقاعدہ فخر امم' سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دستے کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ تم بنو سلیم' بنو خزیمہ' بنو غفار اور جہینہ قبیلوں کی قیادت کرتے ہوئے مکہ کے بالائی علاقے کدا کی جانب سے شہر میں داخل ہو اور اگر کوئی مقامی قبیلہ راستہ روکنے کے درپے ہو تو تمہیں اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی مزاحمت نہ ہو تو اپنی جانب سے کسی کے ساتھ مقابلہ کرنے میں قطعاً پہل نہ کرنا۔ ہماری یہ پوری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم بغیر خون بہائے پرامن طریقے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور اس مبارک شہر کی حرمت کو پامال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے اگرچہ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی اور یہ مکہ مکرمہ کے باشندوں کی نسبت کافی زیادہ نفری تھی۔ بظاہر امکانات یہی تھے کہ اہل مکہ آج ہتھیار اٹھانے کی جرات نہیں کریں گے اور یوں پرامن ماحول میں مکہ فتح ہو جائے گا۔ لیکن بغیر ہتھیار اٹھائے اور زور آزمائے اپنے مرکز پر قبضہ کرا دینا ان کی افتاد طبع کے خلاف تھا' لہٰذا قریش کے ابھرتے ہوئے نوجوان سردار عکرمہ بن ابی جہل' صفوان بن امیہ اور سہل بن عمرو نے اپنے دستوں کو منظم کر کے مقام خندمہ پر لشکر اسلام کو روکنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے مجاہدین کے جس دستے کا مقابلہ کیا اس کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تلوار کے جوہر دکھلانے شروع کئے تو مد مقابل دشمن بڑی تیزی سے پسپا ہونا شروع ہوا۔ مقابلے میں بنو بکر اور بنو ہذیل کے چار آدمی مارے گئے جبکہ صرف دو مسلمان شہید

ہوئے۔ اس کے علاوہ پورا لشکر اسلام بغیر کسی مزاحمت کے ۲۰ رمضان المبارک بروز جمعہ ۸ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فاتح کی حیثیت سے پرامن انداز میں داخل ہوا۔ مکہ مکرمہ پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد فخرامم سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو بتوں کی آلائش سے مکمل طور پر پاک و صاف کردیا اور قابل رشک فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے عام معافی کا اعلان کردیا اور ارشاد فرمایا:۔

۱۔ آج جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے تو وہ امان میں ہے۔

۲۔ جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ بھی امان میں ہے۔

۳۔ جو اپنا دروازہ بند کرے اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔

۴۔ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے وہ بھی مامون و محفوظ رہے گا۔

حالانکہ ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ آخر کار یہ شوکت اسلام سے مرعوب ہو کر حضرت عباسؓ کی وساطت سے دربار نبوی تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور اسلام کا پاکیزہ دامن تھامنے کا شرف حاصل کیا۔

شاہ عرب و عجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ذی طویٰ میں پر شکوہ لشکر اسلام پر نظر دوڑائی تو آپ فرط مسرت سے آبدیدہ ہوگئے۔ آپ کے خیال میں آیا یہ وہی مکہ ہے جہاں سے ہمیں رات کی تاریکی میں ہجرت اختیار کرنے پر مجبور کردیا گیا تھا لیکن آج یہی مکہ اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہمیں اپنی آغوش میں لینے کے لئے سراپا منتظر ہے۔ جو کل لات و منات کے پجاری فرزندان توحید پر دن رات ستم ڈھا رہے تھے آج ہمارے قدموں میں سرنگوں' جاں بخشی اور رحم و درگزر کے لئے درخواست گزار ہیں۔

جن لوگوں نے مجبوری و بے بسی کے عالم میں شعب ابی طالب میں محصور کر کے ہماری زندگی اجیرن کر رکھی تھی آج وہ ہم سے رحم و کرم کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اس نیرنگی دوراں کو دیکھ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نم دیدہ حالت میں پروردگار عالم کے حضور شکرانے کے طور پر سجدہ ریز ہوگئے۔

فتح مکہ کو ابھی پانچ روز ہی گزرے تھے کہ شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں تیس مجاہدین کا قافلہ مقام نخلہ کی جانب روانہ کیا تاکہ وہاں مشرکین عرب کے ملجا و ماویٰ عزیٰ نامی بت کے پرخچے اڑا دیئے جائیں اور اس طرح شرک کے ایک اہم اور مرکزی مقام کا قلع قمع کیا جاسکے۔ عزیٰ قریش مکہ کا ایک مشہور اور بڑا بت تھا جس کی پوجا بڑے اہتمام سے کی جاتی تھی۔ کنانہ اور مضر جیسے نڈر' بہادر اور جنگجو قبائل اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے' جس عبادت خانے میں عزیٰ نامی بت کو رکھا گیا تھا اس کا انتظام و انصرام بنو ہاشم کے زیر اثر قبیلے بنو شیبان کے سپرد تھا۔ شرک کے اس گڑھ کو پیوند خاک کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ جذبہ توحید سے سرشار ہو کر کدال ہاتھ میں لئے عزیٰ بت کے پرخچے اڑاتے ہوئے اپنی زبان سے باآواز بلند کہہ رہے ہیں "اے عزیٰ میں تجھے جھٹلاتا ہوں' تیرے اندر تو ذرہ برابر بھی تقدس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آج تجھے میرے ہاتھوں ذلیل و رسوا کیا ہے" اسے توڑ پھوڑ کر بعد میں آگ لگا دی۔

○

فتح مکہ کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد و نواح کے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے مختلف اطراف میں تبلیغی وفود روانہ کئے۔ بنو خزیمہ کی جانب حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں ایک تبلیغی وفد روانہ کیا جس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے۔

بنو خزیمہ کی بستی مکہ سے تقریباً ایک دن کی مسافت پر واقع تھی۔ اسی قبیلے کے

خزیمہ کو اس غلط فہمی کی بنا پر بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔

اس واقعہ کی خبر جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ کو دلی صدمہ تو ہوا لیکن آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو کوئی سرزنش نہیں کی۔ چونکہ یہ صرف غلط فہمی کی بنا پر ہوا تھا ان کی نیت صاف تھی۔ بنو خزیمہ کے نقصان کا مداویٰ کرنے کے لئے حیدر کرار سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ کو کثیر مال و متاع دے کر ان کی طرف روانہ کیا تاکہ انہیں خون بہا دے کر راضی کر آئیں۔ تاریخی تناظر میں اگر جائزہ لیا جائے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس واقعہ کے بعد بھی شاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد بدستور حاصل رہا کیونکہ اس کے بعد بپا ہونے والے کفر و اسلام کے معرکے "غزوہ حنین" میں انہیں ہراول دستے کا کمانڈر نامزد کیا گیا۔

○

حنین ایک وادی کا نام ہے۔ جو شہر طائف سے شمال مشرقی جانب تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر جبل اوطاس میں واقع ہے۔ یہاں پر ایک مشہور و معروف جنگجو قبیلہ ہوازن آباد تھا جس کی بہت سی شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ قبیلہ تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ مدینہ منورہ سے آنے والے دس ہزار مجاہدین کے ہمراہ دو ہزار افراد مکہ سے بھی شامل ہو گئے۔ اس طرح لشکر اسلام بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا اس معرکے میں مہاجرین کی قیادت سیدنا عمر فاروقؓ کے سپرد کی گئی۔ قبیلہ اوس کا علمبردار حضرت اسید بن حضیرؓ کو بنایا گیا۔ قبیلہ خزرج کی سربراہی مشترکہ طور پر حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد ہوئی اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلہ بنو سلیم کا سالار مقرر کیا گیا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دس شوال ۸ ہجری بروز منگل بوقت شام مقام حنین پر پہنچ گئے۔ بنو سلیم کو عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مقدمتہ الجیش کے طور پر

پہلے روانہ کیا گیا۔ مقابلہ میں دشمن کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہوگئے اور اپنی فتح کو یقینی سمجھنے لگے۔ تائید ایزدی اور نصرت الٰہی کی بجائے افرادی قوت کی بنا پر حصول فتح کا خیال ان کے نہاں خانہ دل میں سما گیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ انداز پسند نہ آیا جس کی وجہ سے لشکر اسلام کو پہلے مرحلہ پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

قرآن مجید میں اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَلقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیاء وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم ملا برین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسول وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا وعذبالذین کفروا وذالک جزاء الکافرین (التوبہ۔۲۶)

اور اللہ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر اللہ نے رسول اور مومنین پر تسکین نازل کی اور فرشتوں کے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

قبیلہ ہوازن اور قبیلہ بنو ثقیف کے تجربہ کار جنگجو گھات لگائے اپنی کمین گاہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی حضرت خالد بن ولیدؓ ہراول دستے کو لے کر آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی زد میں آئے تو مد مقابل نے مجاہدین پر تیروں کی بوچھاڑ کردی جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمن نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ایک اور زور دار حملہ کیا جس سے پورے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی۔ اونٹ اور گھوڑے اپنے سواروں سمیت جدھر منہ ہوا سرپٹ دوڑ نکلے شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف چند مجاہدین میدان میں باقی رہ گئے۔ لیکن آپ عزم واستقلال کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے با آواز بلند اکارنے لگے:

پہلے روانہ کیا گیا۔ مقابلہ میں دشمن کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہوگئے اور اپنی فتح کو یقینی سمجھنے لگے۔ تائید ایزدی اور نصرت الٰہی کی بجائے افرادی قوت کی بنا پر حصول فتح کا خیال ان کے نہاں خانہ دل میں سما گیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ انداز پسند نہ آیا جس کی وجہ سے لشکر اسلام کو پہلے مرحلہ پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

قرآن مجید میں اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ولقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیاء وضاقت علیکم الارض بمتا رحبت ثم ولیتم ملا برین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسول و علی المومنین و انزل جنودا لم تروھا وعذبالذین کفروا وذالک جزاء الکافرین (التوبہ۔۲۶)

اور اللہ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر اللہ نے رسول اور مومنین پر تسکین نازل کی اور فرشتوں کے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

قبیلہ ہوازن اور قبیلہ بنو ثقیف کے تجربہ کار جنگجو گھات لگائے اپنی کمین گاہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی حضرت خالد بن ولیدؓ ہراول دستے کو لے کر آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی زد میں آئے تو مد مقابل نے مجاہدین پر تیروں کی بوچھاڑ کردی جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمن نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ایک اور زوردار حملہ کیا جس سے پورے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی۔ اونٹ اور گھوڑے اپنے سواروں سمیت جدھر منہ ہوا سرپٹ دوڑ نکلے شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف چند مجاہدین میدان میں باقی رہ گئے۔ لیکن آپ عزم واستقلال کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے با آواز بلند اکارنے لگے:

"میں اللہ کا نبی ہوں اس میں کوئی شک نہیں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ چشم بینا سے دیکھ لو میں میدان میں ڈٹا ہوا ہوں بھاگنے والا نہیں۔"

حضرت عباس درد بھرے انداز میں مجاہدین کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

اے مہاجرین و انصار!

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں واپس چلے آؤ۔ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اللہ کا رسول تمہیں بلا رہا ہے ادھر آؤ واپس پلٹو۔

حضرت عباسؓ کی گرجدار آواز سن کر مجاہدین واپس پلٹے اور والہانہ انداز میں لبیک یارسول اللہ کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ حاضر ہوئے۔ مجاہدین نے نئے جوش و ولولے کے ساتھ اپنی منتشر قوت کو مجتمع کر کے دشمن پر ایک زوردار حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے دشمن تیزی سے پسپا ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان کارزار کا نقشہ بدل گیا۔ عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی کاٹ دار تلوار کے ذریعے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھنے لگے۔ جو بھی آگے آیا وہ ان کی تیغ براں کے وار سے بچ نہ سکا۔

جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں دشمنوں پر یوں جھپٹ رہے تھے جیسے کوئی بپھرا ہوا شیر اپنے مرغوب شکار پر حملہ آور ہو۔ اس معرکہ آرائی میں انہوں نے خود بھی اپنے جسم پر گہرے زخم کھائے۔ فتح حاصل ہو جانے کے بعد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تیمار داری کے لئے اپنے چہیتے جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس تشریف لائے جس سے ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے یوں سمجھا جیسے ہفت اقلیم کی دولت آج ان کی جھولی میں آگری ہے۔ فرحت و انبساط اور مسرت و شادمانی سے جھومتے ہوئے فرمانے لگے:

"زہے نصیب آج آقا میرے پاس تشریف لائے ہیں میں کتنا خوش نصیب ہوں۔ آج میری خوش قسمتی کے کیا کہنے! یہ میرے زخم ہی مقدر والے ہیں جن پر مقدس و نورانی نگاہیں پڑ رہی ہیں۔"

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زخموں پر دم کر کے لعاب دہن لگایا جس سے آپ بہت جلد شفایاب ہو گئے۔

○

غزوہ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد لشکر اسلام ابھی وہیں میدان میں زخمیوں کے علاج اور تھکن سے چور مجاہدین کے آرام کے لئے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ شکست خوردہ قبیلے بنو ہوازن کے سرکردہ افراد اپنی منتشر قوت کو اکٹھا کرنے کے لئے طائف میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ تازہ دم ہو کر دوبارہ لشکر اسلام پر حملہ آور ہوں۔

طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب اور ٹھنڈا علاقہ ہے۔ یہاں انگور اور انار کا پھل وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ دونوں پھل اتنے لذیذ ہیں کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مجھے اب تلک تین دفعہ طائف جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس شہر کی ٹھنڈی ہوا' دل فریب نظارے' دلکش فضا' پرکشش ماحول' ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے' لذیذ ترین انگور اور انار سے کئی مرتبہ لطف اندوز ہونے کا موقع میسر آیا۔ یہ وہی طائف ہے جہاں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکی دور میں دعوت و ارشاد کے لئے تن تنہا تشریف لائے تھے۔

یہ وہی طائف ہے جہاں تبلیغ اسلام کی بنا پر آپ کے جسم اطہر پر گہرے زخم لگائے گئے۔ یہ وہی طائف ہے جہاں کے اوباش نوجوانوں نے نوکیلے پتھروں سے آپ کے جسم کو لہولہان کر دیا تھا جس سے آپ کے بدن میں نقاہت پیدا ہو گئی اور آپ ستانے کے لئے درخت کے سائے میں بیٹھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ دل آزار منظر دیکھ کر فرشتوں نے آپ سے اجازت طلب کی آقا حکم ہو تو پوری بستی کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دیں۔

لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہ دی فرمایا نہیں میں

ان کے تباہ و برباد ہونے کے حق میں نہیں ہوں۔ شاید ان کی نسل دین الٰہی سے آشنا ہو جائے۔ نیرنگی دوران دیکھئے' زمانہ کا انقلاب ملاحظہ کیجئے کہ طائف کی وادی میں زخموں سے چور ہونے والا ہادی برحق' رحم مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہوازن اور اس کے حلیف قبائل کو شوکت اسلام سے مرعوب کرنے کے لئے پورے جاہ و جلال کے ساتھ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے طائف کی طرف روانہ ہوئے' حضرت خالد بن ولیدؓ زخمی ہونے کے باوجود قبیلہ بنو سلیم کے سالار مقرر ہوئے لشکر اسلام کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کو دیکھتے ہوئے بنو ہوازن اور بنو ثقیف قلعہ بند ہوگئے۔ مجاہدین نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا حضرت خالد بن ولیدؓ جوش و ولولہ اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مسلسل باواز بلند دشمن کو مقابلے میں آنے کی دعوت دیتے رہے لیکن کسی کو بھی مقابلے میں آنے کی جرات نہ ہوسکی۔ بلکہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم قلعے سے باہر قطعاً نہیں آئیں گے ہمارے پاس خورد و نوش کا اتنا سامان موجود ہے کہ ہم دو سال تک یہاں بخوبی گزارہ کرسکتے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبرؓ نے محاصرہ ختم کرنے کا مشورہ دیا جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آیا۔ لہٰذا اٹھارہ روز کے بعد محاصرہ ختم کر دیا گیا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہوازن اور بنو ثقیف دونوں قبیلے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس معرکے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے زخمی ہونے کے باوجود دشمن کو بار بار للکار کر اپنی جرات و شجاعت اور جذبہ ایمانی کا ثبوت بہم پہنچایا۔

بلاشبہ یہ علامتیں ایک کامیاب جرنیل میں ہی پائی جاتی ہیں۔

قبیلہ بنو مصطلق قبیلہ بنو خزاعہ کی شاخ تھا۔ یہ قبیلہ تقریباً دوسری ہجری میں اسلام قبول کرچکا تھا۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو ان کے پاس بھیجا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو قبیلے کے سردار استقبال کے لئے بستی سے باہر آئے۔ ولید بن عقبہ انہیں اپنی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے

بڑھے آ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ سرپٹ پیچھے کو دوڑ پڑے اور مدینہ منورہ آکر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ بنو مصطلق زکوۃ دینے سے انکاری ہیں۔ آپ یہ خبر سن کر ششدر رہ گئے۔ اس سے پہلے کہ آپ براہ راست ان سے نبرد آزما ہوں آپ نے مناسب سمجھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں ایک وفد وہاں بھیجا جائے' جو صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر اطلاع دے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کا انتخاب ان کی جرات' دانش' معاملہ فہمی' تدبر اور شجاعت کی بنا پر کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا "خالد دیکھنا کہیں جلد بازی سے کام نہ لینا' کہیں جوش شجاعت میں تحمل و بردباری کا دامن نہ چھوڑ دینا۔" حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت بنو مصطلق کی بستی کے پاس پہنچے۔ آپ نے صحیح صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے صبح سویرے منہ اندھیرے بھیس بدل کر چند افراد کو بستی میں بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر بتایا کہ یہ قبیلہ واقعتاً مسلمان ہے۔ ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ بستی میں باقاعدہ اذان بھی دی گئی۔ آپ نے یہ سن کر مسرت کا اظہار کیا اور اہالیان بستی کی جانب سے مطمئن ہو گئے۔ دن چڑھے بستی میں بذات خود تشریف لے گئے۔ سرداران بنو مصطلق سے ملاقات کی' ولید بن عقبہ کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہم تو خوش آمدید کہنے کے لئے بستی سے باہر آئے تھے۔ لیکن وہ ہمیں دیکھتے ہی ملے بغیر الٹے پاؤں بھاگ نکلے ہم تو خود بہت پریشان ہوئے اور ہم نے اطلاع کے لئے ایک وفد بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ہوا ہے۔" حضرت خالد بن ولیدؓ یہ ماجرا سن کر حیران ہوئے اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر واپس چل دیئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو مصطلق بے گناہ ہے۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے بالکل انکار

نہیں کیا بلکہ وہاں جانے والے نمائندے نے خلاف واقعہ آپ کو اطلاع دی ہے۔
اس موقع پر آسمان سے یہ حکم نازل ہوا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے خبری میں نقصان پہنچا بیٹھو اور بعد میں تم اپنے کیے پر ندامت اٹھاؤ"

بنو مصطلق کے متعلق زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی خبر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقعی حیران کن تھی اور جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ وہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے تیاری کر رہے ہیں تو مزید تعجب ہوا۔ اس نازک موقع پر آپ کی نظر انتخاب حضرت خالد بن ولیدؓ پر پڑی تاکہ وہ اپنی عقل و دانش فہم و فراست اور جرات و شجاعت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس آزمائش کی گھڑی میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔ اس محاذ پر روانہ کرنے سے پہلے آپ نے انہیں صبر و تحمل کی تلقین اس لئے کی تاکہ کہیں مشتعل ہو کر انہیں بلاوجہ بنو خزیمہ کی طرح نقصان نہ پہنچا بیٹھیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اس محاذ سے سرخرو ہو کر واپس لوٹے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ہیبت اور رعب و دبدبہ ایسا تھا کہ ان کا نام سنتے ہی دشمن کے رگ و پے میں کپکپاہٹ طاری ہو جاتی تھی۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔ ان کی قیادت میں لشکر اسلام نے جس طرف کا بھی رخ کیا فتح و نصرت نے اس کی قدم بوسی کی۔ اسلام کا جھنڈا چہار دانگ عالم میں لہرانے لگا۔ قیصر و کسریٰ کا جاہ و جلال دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہونے لگا۔ بلاشبہ حضرت خالد بن ولیدؓ بحیثیت جرنیل ایک اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

تبوک مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً چھ سو چھیاسی کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک وادی کا نام ہے۔ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شدید گرمی کے موسم میں طویل اور دشوار گزار راستہ طے کرتے ہوئے ۹ ہجری کو تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے وادی تبوک میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ سے دھیرے دھیرے پانی رس رہا ہے۔ آپ نے تھوڑا سا پانی جمع کرنے کا حکم دیا۔ پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس سے آپ نے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور پھر چلو بھر کر پانی اس جگہ انڈیل دیا جہاں سے پانی رس رہا تھا۔ آپ کے مبارک ہاتھوں سے پانی کا وہاں گرنا تھا کہ گرجدار آواز سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا مجاہدین تھکن سے چور اور پیاس سے بے حال ہو رہے تھے ایسے موقع پر وافر مقدار میں پانی دستیاب ہو جانا بہت بڑی نعمت تھی۔ تمام لشکر نے جی بھر کر پانی پیا۔ مجاہدین کو توانائی حاصل ہوئی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ بن جبل کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

"اے معاذ تیری زندگی اگر لمبی ہوئی تو تم یہاں ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے سرسبز وشاداب باغیچے دیکھو گے"

آپ کی پیشین گوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اس معجزانہ چشمے کی برکت ایسی ہوئی کہ دنوں میں وہاں سبزا لہلہانے لگا اب بھی وہاں آنکھوں کو خیرا کرنے والا سبزہ اور دل کو سرور بخشنے والے سرسبز و شاداب باغات موجود ہیں جس سے تبوک کے حسن و جمال میں بے حد اضافہ ہوا ہے اور وہ چشمہ بھی اس وقت سے مسلسل رواں دواں ہے۔ جو آج کل تبوک کے فوارے کے نام سے مشہور ہے اور لوگوں کی زیارت اور دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔

مقام تبوک پر آپ لشکر اسلام لے کر اس لئے پہنچے تھے کہ شام سے آنے

والے تجارتی قافلے نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی تھی کہ شاہ روم مدینہ پر چڑھائی کے لئے مکمل تیاری کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے عرب کے متعدد قبائل اس کے ساتھ مل چکے ہیں۔ بلکہ وہ مدینے کی جانب روانہ ہوا ہی چاہتا ہے۔ اس کے لشکر کا ہراول دستہ تو شام کے سرحدی مقام بلقاء میں پیش قدمی کے لئے بالکل تیار ہے۔ یہ خبر سنتے ہی آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا چونکہ مسافت طویل تھی شدید گرمی کا موسم تھا۔ اس لئے زیادہ مقدار میں زاد سفر اور سواریوں کے اہتمام کا مشورہ دیا تاکہ جلدی پیش قدمی کرتے ہوئے دشمن کو اس کے علاقے میں ہی روک دیا جائے۔ لشکر اسلام تیس ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں دس ہزار گھڑ سوار تھے۔ عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہراول دستے' حضرت طلحہ بن عبداللہ کو میمنہ (دائیں ونگ) اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کو میسرہ (بائیں ونگ) کا کمانڈر بنایا گیا مقام تبوک پر لشکر اسلام نے مسلسل بیس روز پڑاؤ کیا لیکن رومی فوج کو مقابلے میں آنے کی جرات نہ ہوئی شاہ روم ہرقل اپنے جاسوس کے ذریعے لشکر اسلام کی تعداد اور نظم ونسق معلوم کرکے خوف زدہ ہوگیا اور اس نے اپنی فوج کو واپس لے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ غزوہ تبوک میں بظاہر معرکہ آرائی تو نہ ہوئی لیکن اس سے دو بہت بڑے فائدے حاصل ہوئے۔

- ایک یہ کہ شاہ روم کے دل پر مسلمانوں کی شان وشوکت' عظمت و رفعت اور جاہ و جلال کی دھاک بیٹھ گئی۔
- اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تبوک میں دوران قیام موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مختلف قبائل کی جانب اشاعت اسلام کی غرض سے تبلیغی وفود روانہ کئے۔ مقام تبوک میں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ اس تبلیغ کے اثر سے بہت سے عرب سردار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی طرح بہت سی بستیوں کے عیسائی سردار امت مسلمہ کی عظمت سے مرعوب ہو کر سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوئے اور پروانہ امن و آشتی حاصل کر کے کامران و شاد کام ہوئے۔

○

تبوک میں قیام کے دوران شاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تقریباً پانچ سو مجاہدین کا کمانڈر بنا کر دومتہ الجندل کو سرنگوں کرنے کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ تجھے دومتہ الجندل کا سردار اکیدر بن عبدالمالک شکار کھیلتے ہوئے ملے گا اسے قتل نہ کرنا بلکہ زندہ پکڑ کر میرے پاس لانا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے جانباز شہسواروں کے ہمراہ تیز طرار' پھرتیلے اور طاقتور گھوڑوں پر سفر طے کرتے ہوئے دومتہ الجندل کے قلعہ کے پاس رات کے وقت پہنچے۔ جرنیل نے سب ساتھیوں کو ہدایت کی کہ کوئی بھی اونچی آواز سے نہ بولے اور نہ ہی اپنے گھوڑوں کی آہٹ محسوس ہونے دی جائے۔

رات کا سماں تھا چار سو سناٹا چھایا ہوا تھا۔ شاہ دومتہ الجندل اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ شغل مے نوشی میں مست تھا۔ اچانک نیل گائے جنگل سے نمودار ہوئی اور قلعے کے دروازے سے ٹکریں مارنے لگی۔ بیوی نے خاوند سے کہا وہ دیکھ تیرا مرغوب شکار چل کر تیرے قریب آچکا ہے' جلدی کرو شکار ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اس نے شراب کا جام وہیں رکھا' جلدی سے تیر کمان ہاتھ میں تھامے چند خدام اور اپنے بھائی حسان کو ہمراہ لیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور نیل گائے کے تعاقب میں قلعے سے باہر نکل آیا' جونہی چند قدم آگے بڑھا تو حضرت خالد بن ولیدؓ کے جانباز سپاہیوں نے گھیرا ڈال لیا' شکار کرنے نکلا تھا خود شکار ہوگیا' اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا اور مارا گیا لیکن سردار اکیدر نے گرفتاری پیش کردی' جسے زندہ حالت میں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے کمال

فیاضی' ہمدردی اور وسعت ظرفی کے ساتھ اسے معاف کردیا اور جزیہ مقرر کرکے اسے امان دے دی اور اسے بدستور اپنے علاقے کا سردار رہنے دیا گیا۔ جب دومتہ الجندل کا سردار شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو اس نے نقش ونگار سے مزین ریشم کی قبا زیب تن کی ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ فاخرانہ لباس دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"میرے جان نثار ساتھیو! تعجب نہ کرو۔ جنت میں سعد بن معاذؓ کا رومال اس ریشمی لباس سے کہیں بہتر ہے"

○

حضرت خالد بن ولیدؓ جہاں ایک کامیاب جرنیل کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں وہاں ایک پر تاثیر اور بارعب مبلغ کی حیثیت سے بھی میدان تبلیغ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۰ ہجری ماہ ربیع الاول میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا امیر بنا کر وادی نجران بھیجا تاکہ وہاں رہائش پذیر بنو حارث قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں اور ساتھ ہی یہ ہدایت فرمائی کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو وہاں اقامت پذیر ہو کر انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیں اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو ان کے خلاف جنگ کریں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے نجران پہنچتے ہی نہایت اثر انگیز لہجے میں وہاں کے باسیوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی آپ بار بار ان سے فرماتے۔

لوگو! اسلام قبول کرلو تمہارے لئے اس میں بہتری ہے۔ اسلام قبول کرلو

تمہاری جان اور مال محفوظ رہیں گے ورنہ کان کھول کر سن لو تمہیں دنیا کی کوئی طاقت ذلت و رسوائی سے بچا نہ سکے گی۔ میری بات مان لو اچھے رہو گے۔ آپ کی آواز میں بلا کا رعب و دبدبہ تھا جس سے وادی نجران میں رہنے والوں پر سناٹا چھا گیا اور وہ عظیم جرنیل کے منہ سے نکلے ہوئے پر ہیبت جملے سن کر لرزہ براندام ہو گئے اور وادی کے تمام باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

o

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ مسلسل جہاد اور تبلیغ کا اہم ترین فریضہ سرانجام دیتے رہے کسی موقع پر بھی آپ نے تساہل، بزدلی اور کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اسلام لانے کے بعد تقریباً ہر غزوہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہم سفر رہے آپ نے انہیں متعدد مواقع پر لشکر اسلام کے ہراول دستے کا سالار مقرر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری زندگی حضرت خالد بن ولیدؓ کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اعتماد حاصل رہا ہے۔ اور جب آپ نے اس دنیائے فانی سے رحلت اختیار کی تو آپ امت مسلمہ کے عظیم انسان میدان جہاد کے دھنی اور لشکر اسلام کے کامیاب جرنیل حضرت خالد بن ولید پر انتہائی خوش تھے۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ دنیا و مافیہا کی دولت اور حکومت کی طرف سے دیئے جانے والے تمام اعزازات اس کے مقابلے میں ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز کسی خوش نصیب ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سید المرسلین، رحمت العالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ سالہ قابل رشک بھرپور زندگی گزار کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تو جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے انہیں آپ کی جدائی کا غم پل بھر بھی چین نہ لینے دیتا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے جذبات کا عالم تو یہ تھا کہ وہ قطعاً آپ کی رحلت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے پناہ جذبے سے سرشار ہو کر فرمایا

"جس نے یہ کہا کہ میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا" اس نازک ترین موقع پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے تاریخ ساز کردار ادا کرتے ہوئے حالات پر قابو پانے کے لئے مدبرانہ قیادت کے فرائض سرانجام دیئے۔ سرور عالم، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر وہ لوگ مرتد ہو گئے جنہوں نے محض اپنے سرداروں کے مجبور کرنے پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ ورنہ وہ دلی طور پر اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو اپنے لئے نہایت دشوار سمجھتے تھے۔ ان کے دل اسلام کی محبت سے یکسر خالی تھے۔ ان کی طبیعت میں کدورت بدستور موجود تھی۔ اسلامی تعلیمات سے بالکل نا آشنا ہونے کی بنا پر مشرکانہ عقائد سے انہیں نجات حاصل نہ ہو سکی تھی۔ انہی وجوہ کی بنا پر انہوں نے وصال کی خبر سنتے ہی ارتداد کی راہ اختیار کر لی بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاف انکار کر دیا۔ طلیحہ، اسود عنسی، مسلیمہ کذاب اور سجاح جیسے شاطر اور شرپسند عناصر نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ صورت حال بے حد پریشانی کا باعث تھی۔ ایک طرف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ دوسری طرف خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کا مسئلہ اور سب سے بڑھ کر مرتدین اور مدعیان نبوت کی ریشہ دوانیاں، الغرض ہر طرف مایوسی و نامرادی کی تاریکیاں چھائی

ہوئی تھیں۔ ایسے مایوس کن حالات میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے بڑی جرات' شجاعت اور دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان تمام فتنوں کی سرکوبی کا پختہ ارادہ کرلیا۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد اور مالک بن نویرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کا حکم دیا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو اسود عنسی سے مقابلے پر مامور کیا گیا۔ حضرت سوید بن مقرن کو اہل تہامہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت عمرو بن عاص کو قضاعہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

مندرجہ بالا جرنیلوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی مہارت کو بروئے کار لاکر پہلے طلیحہ بن خویلد کا مقابلہ کیا۔ اس ناعاقبت اندیش ناہنجار شخص نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی خبر سنتے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ منزل پر پہنچے اور طلیحہ اور اس کے پیروکاروں کو شکست فاش سے دوچار کیا اس کے بعد مالک بن نویرہ کی خود ساختہ نبوت کا طلسم توڑنے کے لئے مقام نطاح کا رخ کیا۔

قبیلہ اسد' غطفان' طے' عبس اور بنو ذبیان نے عربی عصبیت کی بنا پر مالک بن نویرہ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی پیروی اختیار کرلی تھی۔ اسے شکست دینا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کمال جرات' شجاعت اور جنگی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے زیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے حضرت عدی بن حاتم کے سمجھانے سے قبیلہ طے جنگ سے دستبردار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے لشکر اسلام کو بہت فائدہ ہوا۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو مدینہ طیبہ دربار خلافت میں طلب کیا گیا اور خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے مہاجرین و انصار پر مشتمل ایک لشکر کو حضرت خالدؓ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی روانگی سے پہلے حضرت عکرمہؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ مسیلمہ کی فوج سے شکست کھا چکے تھے۔ مسیلمہ کو جب حضرت خالد بن ولیدؓ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بھی تقریباً چالیس ہزار کا لشکر لے کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا' مسیلمہ کا لشکر جم کر لڑ رہا تھا۔ کسی طرح بھی وہ پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک جنگی تدبیر اختیار کی جو انتہائی کامیاب رہی۔ پورے لشکر کو قبائل کی بنیاد پر تقسیم کیا۔ ہر قبیلے کا ایک کمانڈر نامزد کیا اور ارشاد فرمایا جان توڑ کر لڑائی کرنا اب میں یہ دیکھوں گا کہ کون سا قبیلہ جنگ میں پسپائی اختیار کر رہا ہے اور کون پیش قدمی اس طرح ہر قبیلے نے بے جگری سے مقابلہ کیا جس سے مسیلمہ کذاب کی فوج کے پاؤں اکھڑتے گئے یہاں تک کہ وہ پسپا ہوتے ہوئے ایک باغ کی چار دیواری میں پناہ پر مجبور ہو گئے۔ باغ کی فصیل کے اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے اپنے بچاؤ کی خاطر دروازہ بند کر لیا باغ کی دیوار اونچی تھی۔ جسے آسانی سے پھلانگا نہیں جا سکتا تھا۔ دروازہ انتہائی مضبوط تھا۔ جسے توڑنا آسان نہیں تھا اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت براء بن مالکؓ نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے اٹھا کر دیوار کے اوپر سے باغ میں پھینک دو۔ جب یہ نڈر پھرتیلا' بہادر' جفاکش اور جانباز صحابی فضا میں لہراتا ہوا باغ کے اندر آ کر گرا تو یہاں مسیلمہ کی پناہ گزیں فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ ان کے دل میں آیا کہ یہ آسمان سے کون سی بلا نازل ہو رہی ہے؟ آپ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دروازے پر پہنچ کر اسے کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ لشکر اسلام نعرہ تکبیر لگاتا ہوا دشمن پر ٹوٹ پڑا گھمسان کی جنگ ہوئی مسیلمہ کذاب مارا گیا اس کے علاوہ اس کی فوج کے ایک ہزار افراد بھی مارے گئے۔

باغ کے اندر ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے اس باغ کا نام حدیقتہ الموت یعنی موت کا باغیچہ مشہور ہوگیا اس معرکے میں مجاہدین کامیابی حاصل کرنے کے بعد یمامہ کی ایک دلکش وادی وبر میں کچھ عرصہ ستانے کے لئے مقیم ہوئے۔

یہاں قیام کے دوران خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کی جانب سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق اور ایران فتح کرنے کا حکم ملا تو آپ فتح کا عزم دل میں سموئے ہوئے لشکر کو لے کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ دربار خلافت سے ۱۲ محرم ۱۱ ہجری کو عراق کے نشیبی علاقے ابلہ کے مقام پر حملہ کرنے کا حکم ملا تھا۔ ابلہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے سب سے پہلے وہاں کے حاکم ہرمز کو خط لکھا جس میں یہ تاریخی جملے درج تھے

''اے ہرمز! اسلام قبول کرلو یا اسلامی حکومت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے جزیہ ادا کرنا شروع کردو ورنہ تجھے ایک ایسی قوم سے واسطہ پڑنے والا ہے جسے موت اتنی ہی عزیز ہے جتنی تمہیں زندگی۔''

اس خط کا ہرمز پر یہ اثر ہوا کہ اس نے شاہ ایران سے افرادی قوت بہم پہنچانے کا مطالبہ کردیا شاہ ایران نے اس کی مدد کے لئے فوری طور پر فوج روانہ کردی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت اٹھارہ ہزار کا لشکر تھا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں۔ ہرمز بڑے طمطراق سے خم ٹھونک کر مقابلے میں آیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا۔ اپنے سپہ سالار کو واصل جہنم دیکھتے ہوئے دشمن فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لشکر اسلام فتح سے ہمکنار ہوا' مال غنیمت میں ہرمز کی وہ ٹوپی بھی ہاتھ آئی جو ہیرے جواہرات سے مرصع تھی۔ خلیفتہ المسلمین سیدنا صدیق اکبرؓ نے وہ نادر و نایاب ٹوپی عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور انعام عنایت کی جس کی قیمت کا تخمینہ تقریباً ایک لاکھ درہم لگایا گیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے سرزمین عراق میں جس طرف بھی رخ کیا فتح و کامرانی ان کے ہم قدم رہی۔

جنگ ذات السلاسل' جنگ ولجہ' جنگ الیس' جنگ امغیشیا' جنگ حیرۃ' جنگ انبار' جنگ عین التمر' جنگ حصیر' جنگ خنافس' جنگ مصیخ' جنگ زمیل' اور جنگ فراض غرضیکہ یہ تمام جنگیں سرزمین عراق میں لڑی گئیں اور ان تمام معرکوں میں لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی حضرت خالد بن ولیدؓ نے سرزمین عراق میں دو سال قیام کیا اور پندرہ جنگیں لڑیں دشمن کے مقابلے میں فوج کی قلت اور سامان حرب کی کمی کے باوجود تھوڑے ہی عرصے میں وہ فتوحات حاصل کیں جو بڑے سے بڑا جرنیل بھی آج تک حاصل نہ کرسکا۔ مندرجہ بالا میں سے بعض جنگوں کے متعلق مفید معلومات پیش خدمت ہیں۔

○

جنگ ذات السلاسل

سرزمین عراق پر عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں جو پہلی جنگ لڑی گئی اسے غزوہ حفیر یا جنگ ذات السلاسل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حفیر خلیج فارس کے قریب واقع ہے۔ مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے پہلے حفیر آتا ہے یہاں کا حاکم ہرمز تھا جو حکومت ایران کے زیر اثر تھا۔ ہرمز کی ٹوپی ہیرے جواہرات سے مرصع تھی یہ ٹوپی مال غنیمت کے وقت حضرت خالد بن ولیدؓ کے حصے میں آئی اس ٹوپی کی قیمت کا تخمینہ تقریباً ایک لاکھ درہم لگایا گیا ہے۔ اس جنگ میں مال غنیمت میں ایک ہاتھی بھی تھا جسے حضرت خالد بن ولیدؓ نے مدینہ بھیجا یہ جانور اہالیان مدینہ نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا۔ بچے' بوڑھے' عورتیں اور جوان یہ عجیب الخلقت جانور دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ دس ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے عراق کی جانب روانہ ہوئے عراق کی سرحد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ آٹھ ہزار مجاہدین کے جلو میں ان سے آملے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کردیا ایک جتھے کا سالار مثنیٰ بن حارثہ کو مقرر کیا اور دوسرے کا حضرت عدی بن حاتم الطائیؓ کو اور تیسرے کی قیادت اپنے ذمہ لی۔ ہر جتھے پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ ہرمز نے اپنی فوج کی صف بندی کرتے ہوئے میمنہ اور میسرہ یعنی لشکر کی دائیں جانب اور بائیں جانب شاہی خاندان کے جوانمرد و جفاکش شہزادے بطور سالار مقرر کئے۔ میدان میں جمے رہنے کے لئے تمام فوجی جوانوں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ لیا۔ سلاسل عربی زبان میں زنجیروں کو کہتے ہیں اسی مناسبت سے اس جنگ کا نام جنگ ذات السلاسل مشہور ہوا۔ جنگ کا آغاز ہوا ہرمز کے ساتھی حضرت خالدؓ کی طرف بڑھے حالانکہ طے شدہ جنگی دستور کے مطابق مبارزت میں مقابلہ دو ہی کا ہوتا ہے اور دونوں جانب کی فوجیں ہار جیت تک اس کا صبر و تحمل سے مشاہدہ کرتی ہیں۔ لیکن ہرمز نے اپنے ساتھیوں سے ساز باز کر رکھی تھی کہ جونہی خالد بن ولیدؓ میرے مقابلے میں آئے تم ناگہانی اس پر حملہ کردینا۔ جب ہرمز کے ساتھی حملے کی نیت سے حضرت خالدؓ کی طرف بڑھے تو حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے جوش و ولولے سے سرشار ہوکر ان پر ایسا وار کیا کہ وہ سنبھلنے نہ پائے۔ ان میں سے کچھ قتل ہوگئے اور دوسرے دم دبا کر بھاگ گئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ہرمز پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ پل بھر میں وہیں ڈھیر ہوگیا ایرانی شکست کھاکر بھاگے مسلمانوں نے دریائے فرات کے پل تک ان کا پیچھا کیا اس میدان میں ایرانیوں کی بڑی تعداد قتل ہوگئی۔

جنگ الیس

الیس اس معروف علاقے کا نام ہے جو حیرہ اور ابلہ کے وسط میں دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں پر عراق میں آباد عرب قبائل نے ایرانیوں سے مل کر لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا یہ قبائل یکے بعد دیگرے شکست کھانے کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف بپھرے ہوئے تھے۔

عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے مقام الیس پر پہنچتے ہی دشمن پر حملہ کردیا۔ نامی گرامی شہسوار مالک بن قیس کو تلوار کے پہلے ہی وار سے ڈھیر کردیا۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن فوج پر ہیبت طاری ہوگئی۔ لشکر کے لئے کھانا تیار تھا لیکن اسے کھانے کی مہلت نہ ملی۔ وہ خوف و ہراس میں مبتلا کھانا وہیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کھانے میں سفید چپاتیاں تھیں جس سے مسلمان نا آشنا تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے مجاہدین نے اس طرز کا کھانا اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ جنگ الیس میں دشمن فوج کے تقریباً ستر ہزار افراد قتل ہوئے۔

○

جنگ حیرہ

حیرہ عراق کا پایہ تخت تھا۔ عرب قبائل کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ حیرہ پر مکمل قبضہ کیا جائے اس لئے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کا رخ کیا۔ چونکہ یہ دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا لہٰذا یہاں پہنچنے کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے کشتیوں کے ذریعے دریائی راستے کو اختیار کیا۔ حیرہ کے گورنر کو مجاہدین کی پیش قدمی کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے کی کمان میں بہت سے جنگجو مقابلے کے لئے روانہ کئے تاکہ مجاہدین کی پیش قدمی کو حیرہ میں پہنچنے سے پہلے

ہی روک دیا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے گورنر کے بیٹے کو مقابلے میں قتل کردیا۔ گورنر کے لئے یہ بڑا ہی نازک ترین موقع تھا بیٹا قتل ہوگیا شاہ ایران کے مرنے کی خبر ملی تو یہ گھبرا کر قلعہ بند ہوگیا چونکہ حیرہ میں بہت مضبوط اور عالیشان قلعے تعمیر کئے گئے تھے تاکہ بوقت ضرورت انہیں اپنی حفاظت کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ اہل حیرہ مجاہدین سے خوف زدہ ہوکر قلعہ بند ہوگئے مجاہدین نے تمام قلعہ کا محاصرہ کرلیا ایک دن اور ایک رات محاصرہ جاری رہا' کسی طرح چند مجاہدین قلعہ کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

اہل حیرہ صلح کے لئے آمادہ ہوگئے اور ان شرائط پر صلح کرلی گئی۔

○ اہل حیرہ سالانہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم جزیہ ادا کیا کریں گے۔

○ اہل حیرہ مجاہدین کے لیے ایران کے خلاف جاسوسی کی خدمات سرانجام دیں گے۔

○ مجاہدین ان کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی کو گزند پہنچائیں گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے محل وقوع کو مناسب گردانتے ہوئے تقریباً ایک سال حیرہ میں قیام کیا اور قرب و جوار کے وسیع علاقے پر نظم و نسق قائم کرنے کے لئے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے تجربہ کار و نامور بہادروں میں سے ضرار بن ازور' قعقاعؓ بن عمرو اور مثنیٰ بن حارثہ کی قیادت میں ایک ایک فوجی دستہ دے کر چار سو پھیلا دیا اور اس طرح پورے علاقے پر اسلامی حکومت کا پھریرا لہرانے لگا۔

○

خلیفتہ المسلمین سیدنا صدیق اکبرؓ کے دل میں خیال آیا کہ عراق میں حاصل ہونے والی فتوحات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ قیصر روم کو بھی با آسانی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لہٰذا سرزمین روم کو فتح کرنے کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح

اور حضرت عمروؓ بن العاص' حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان اور حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان جیسے عظیم جرنیلوں کی قیادت میں فوجی دستے روانہ کیے۔ انہوں نے دریائے یرموک کے کنارے پڑاؤ کیا۔ قیصر روم نے جب لشکر اسلام کی آمد کا سنا تو اس نے وزراء اور جرنیلوں کو مسلمانوں سے صلح کا مشورہ دیا اور جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن سب جرنیلوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور انہیں میدان جنگ میں ایسا سبق سکھائیں گے جو آئندہ نسلوں میں یاد رکھا جائے گا۔ رومی دو لاکھ چالیس ہزار کا لشکر لے کر میدان میں آئے جبکہ لشکر اسلام فقط چھیالیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور وہ بھی کئی ایک حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر گروہ اپنے امیر کی قیادت میں الگ میدان جنگ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مقام یرموک پر پہنچ کر جب یہ صورت حال دیکھی تو لشکر اسلام کے تمام دستوں کے امراء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ صرف ایک روز کے لئے تم میں سے ایک شخص پورے لشکر کی قیادت کا فریضہ سر انجام دے۔ اس طرح تمام امراء کو باری باری لشکر اسلام کا قائد بننے کی سعادت حاصل ہو گی جس سے دشمن پر ہمارے رعب و دبدبہ اور اتحاد و اتفاق کی ایسی دھاک بیٹھے گی کہ اسے جم کر ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہو گی۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی اور پہلے دن کے لئے تمام نے متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو قائد تسلیم کر لیا۔ آپ نے لشکر اسلام کی کمان سنبھالتے ہی مجاہدین کے سامنے ایک ولولہ انگیز خطاب کیا' جس سے ہر مجاہد کے دل میں جوش و جذبے کا ایک طوفان امڈ آیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پلک جھپکتے ہی جرنیل نے اپنا جوش و ولولہ مجاہدین کے دلوں میں منتقل کر دیا ہو۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجاہدو! یہ ایک یادگار دن ہے' آج ہمارے ایمان کی آزمائش کا دن ہے' ہمیں آج ہر قسم کے فخر و مباہات سے مکمل طور پر اجتناب کرنا ہو گا۔

مجاہدو ! خالص اللہ کی رضا کے لئے جہاد کرنے کی نیت کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آج لشکر اسلام میں بڑے بڑے جرنیل موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اسے لشکر اسلام کی قیادت مستقل طور پر سونپ دی جائے۔ آج آپ نے قیادت کا فریضہ میرے سپرد کیا ہے لہٰذا میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ اسلام کی سربلندی کے لئے آج ایک جان ہو کر میدان جہاد میں اتریں گے' اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو گا۔

دونوں فوجیں مقام یرموک پر آمنے سامنے آئیں تو رومی فوج کے جرنیل ہامان نے لشکر اسلام کے جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کو مخاطب ہو کر کہا:

معلوم ہوتا ہے کہ بھوک' ننگ اور فقر و فاقہ نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہے اگر تم چاہو تو میں ہر ایک کو دس دینار' قیمتی لباس اور عمدہ کھانا پیش کرنے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ تم یہ چیزیں وصول کر کے واپس چلے جاؤ' آئندہ سال بھی یہ اشیاء تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ تمہیں یہاں آنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔ یہ حقارت آمیز اور زہریلے کلمات سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ طیش میں آ کر بولے:

ہامان ذرا کان کھول کر میری بات سنو!

ہمارے یہاں آنے کی وجہ وہ نہیں جو تم کہہ رہے ہو' بلکہ ہم مد مقابل قوم کا خون پیا کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رومیوں کا خون بڑا مزیدار ہوتا ہے۔ اس لئے ہم یہاں آئے ہیں کہ تمہارے خون سے لطف اندوز ہو سکیں۔ یہ بات کہتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگائی' اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے جھنڈا بلند کیا اور نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے رومیوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔ جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر فرمانے لگے

"ساتھیو! آگے بڑھو جنت کی پر کیف ہوائیں ہمارا استقبال کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ فتح و نصرت تمہاری قدم بوسی کے لئے سراپا منتظر ہے۔" اپنے قائد کی زبان سے یہ جملے سن کر مجاہدین رومی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ یکبار ایک ایسا زور دار حملہ

کیا جس سے رومی فوج بوکھلا اٹھی۔ لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر لڑتے ہوئے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے رومی لشکر کے عین وسط میں پہنچ گئے اور چومکھی لڑائی لڑتے ہوئے رومی سورماؤں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگے پہلے ہی روز رومی فوج کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

○

غزوہ یرموک میں مجاہدین کا جذبہ جہاد اور شوق شہادت قابل دید تھا۔ ایک مجاہد حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس آکر کہنے لگا حضرت میں نے شہادت حاصل کرنے کا عزم کرلیا ہے اگر آپ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پیغام دینا ہو تو بتائیے انہوں نے فرمایا: ہاں میری طرف سے یہ عرض کر دینا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پروردگار نے جو وعدے ہمارے ساتھ کئے تھے وہ پورے کر دیئے۔

حضرت عکرمہؓ جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر فرمانے لگے اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی بھی معرکے میں پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگا تو آج دشمنان اسلام سے مقابلے میں کیسے راہ فرار اختیار کر سکتا ہوں۔ ساتھیو! آؤ آج ہم شہادت کا شوق دل میں سموئے ہوئے آگے بڑھیں۔ یہ کہہ کر چند ساتھیوں کے ہمراہ دیوانہ وار دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے رومیوں کے لشکر کے عین وسط میں جا پہنچے۔ دشمن کے نرغے میں آئے' چاروں طرف سے تلواریں فضا میں لہرائیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے جسم میں پیوست کر دی گئیں اور یہ جام شہادت نوش کر کے بہشت بریں میں جا پہنچے۔ پوری رات لڑائی جاری رہی۔ طلوع فجر سے پہلے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ رومی لشکر کے سالار کے خیمے تک پہنچ چکے تھے۔ رومی فوج میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی اور وہ مسلسل پسپائی اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو رہی تھی۔ ساری رات

مجاہدین رومی فوجیوں کے پرخچے اڑاتے رہے اور اس معرکہ آرائی میں چند مجاہدین کو بھی گہرے زخم لگے۔

غزوہ یرموک کے دوران باہمی ہمدردی' اخوت اور ایثار کا ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ میدان جہاد میں چند مجاہدین زخموں سے چور لیٹے ہوئے پیاس کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک مجاہد دوڑ کر پانی لایا اور اس کی خدمت میں پیش کیا ابھی اس نے پیالے کو منہ لگایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے ایک زخمی مجاہد کے کراہنے کی آواز آئی تو اس نے فوراً پیالے سے منہ ہٹا لیا اور کہا یہ پانی میرے ساتھی کو پلایا جائے شاید اسے مجھ سے زیادہ تکلیف ہو۔ وہ پانی لے کر بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا اس نے ابھی پانی کو منہ لگایا ہی تھا کہ تیسرے زخمی مجاہد کے کراہنے کی آواز آئی تو اس نے اپنا منہ دوسری طرف کرتے ہوئے فرمایا میرے اس ساتھی کو پانی پلاؤ' شاید وہ مجھ سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہو۔ اس طرح ساتھی کو ترجیح دی اور خود پانی کو حلق میں نہ اتارا۔ آخری زخمی مجاہد کے پاس جب پانی لے کر پہنچا تو پہلے زخمی کے حلق سے دردناک چیخ نکلی تو آخری مجاہد نے کہا جلد ہمارے بھائی کے پاس پہنچو اور پانی اسے پلاؤ وہ زیادہ تکلیف میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ وہ بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچا' دیکھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ وہ دوسرے کے پاس گیا' دیکھا کہ وہ بھی اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ اس طرح باری باری ہر ایک کے پاس گیا وہ سبھی پانی پیئے بغیر اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

سبحان اللہ تاریخ انسانیت میں ایثار و قربانی کے ضمن میں اس سے بڑھ کر اور کیا مثال پیش کی جا سکتی ہے۔

○

غزوہ یرموک میں ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ایک رومی جرنیل جس

کا نام جرجہ تھا حضرت خالد بن ولیدؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:
خالد: تم سے اگر ایک بات پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے ؟
آپ نے فرمایا کیوں نہیں !
اس نے پوچھا مجھے یہ بتاؤ کیا تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار نازل ہوئی تھی جو انہوں نے تمہارے ہاتھ میں تھمادی تم اسے جس پر چلاتے ہو شکست اس کا مقدر بن جاتی ہے؟
حضرت خالدؓ نے فرمایا!
نہیں آسمان سے تو کوئی تلوار نازل نہیں ہوئی۔ اس نے دریافت کیا کہ پھر تمہیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے؟
حضرت خالدؓ نے فرمایا!
اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کے لئے اپنا ایک رسول بھیجا۔ ہم میں سے بعض نے ان کی تصدیق کی اور دل و جان سے ان کے ساتھ محبت کا دم بھرا اور ان کے ہر حکم کے سامنے سرخم تسلیم کردیا اور بعض نے مخالفت و سرکشی کا راستہ اختیار کرلیا۔ پہلے پہل میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین مخالفوں میں سے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے میرا دل اسلام کی طرف مائل کردیا اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرکے دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ ایک موقع پر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"خالد تو اللہ کی تلوار ہے جسے کافروں کا قلع قمع کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔"
اسی طرح میرا نام سیف اللہ (اللہ کی تلوار) مشہور ہوگیا۔ رومی جرنیل نے پوچھا تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟
حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا ہم اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔
رومی جرنیل نے پوچھا کیا اگر آج کوئی حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تو وہ اجر و ثواب میں

تمہارے درجے اور مقام کو پہنچ سکتا ہے؟ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: یقیناً بلکہ وہ ہم سے بھی دو قدم آگے بڑھ سکتا ہے۔ یہ خوش کن خبر سن کر رومی جرنیل جرجہ نے وفور شوق سے کہا پھر ابھی مجھے دائرہ اسلام میں داخل کر لیجئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ہدایات کے مطابق غسل کیا' کلمہ شہادت پڑھا۔ دو رکعت نماز ادا کی' اپنی فوج پر تین حرف بھیجے' اسے خیرباد کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اب یہ رومی فوج کا جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کی سرفرازی کے لئے بے جگری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اسے صرف دو رکعت نماز ادا کرنے کا ہی موقع مل سکا۔ کتنی خوش قسمتی ہے کہ انجام بخیر ہوا۔

○

یہ عظیم جرنیل جس کا نام سن کر دشمن کانپ جاتا تھا۔ آج حمص شہر میں بستر مرگ پر لیٹا بے بسی کی تصویر بنا ہوا آنسو بہاتے ہوئے غمگین لہجے میں کہتا ہے "اللہ کی قسم میں نے شوق شہادت کے جذبے سے اپنی زندگی میں بہت سی جنگیں لڑیں' میرے بدن کا کوئی جوڑ ایسا نہیں جس پر تیر یا تلوار کے زخم کا نشان نہ ہو۔ لیکن ہائے افسوس آج مجھے موت بستر پر آ رہی ہے۔ افسوس شہادت کا خلعت زریں میرے نصیب میں نہ ہو سکا۔ یہ کلمات منہ سے نکلتے ہیں اور ان کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے جنت الفردوس کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔ آپ کی رحلت کی خبر جب امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کو ملی تو آپ بہت افسردہ ہوئے اور جب آپ کو یہ پتہ چلا کہ ان کے ورثہ میں ایک گھوڑا اور جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں کے سوا کچھ نہیں چھوڑا تو فرمانے لگے

"خالد واقعی ایک عظیم انسان تھا۔" سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے منصب سے معزول کردیا تھا۔ آپ نے یہ اقدام اس لئے کیا کہ مسلمان کہیں فتح و نصرت کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ منسلک نہ کردیں۔ اور انہوں نے دربار خلافت سے معزولی کا پیغام ملتے ہی خالصتاً سپاہیانہ انداز میں اسلام کی سربلندی کے لیے برضا و رغبت آمادگی کا اظہار کر کے تاریخ میں ایک ناقابل فراموش باب کا اضافہ کردیا۔

یہ سچ ہے کہ اس نے ایک عظیم جرنیل اور ایک وفادار سپاہی کی طرح زندگی بسر کی۔ اس نے زندگی بھر دشمن کے خلاف برسرپیکار رہنے کی وجہ سے اپنے بدن کو اذیتوں کا محور بنائے رکھا۔ آج بہشت بریں میں اس کے آرام کا پہلا دن ہے۔ جب ان کا جنازہ گھر سے اٹھایا گیا تو والدہ نے غم میں ڈوبے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: میرے راج دلارے بلاشبہ تو ہزاروں میں ایک تو شیر سے بڑھ کر بہادر اور دریا سے بڑھ کر سخی تھا۔ تو نے امت مسلمہ کا دفاع اسی طرح کیا جس طرح شیر اپنے بچوں کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ میرے لخت جگر اللہ کی رحمت کا سایہ سدا تم پر رہے۔ میری دلی دعا ہے کہ آخرت میں تجھے راحت' آرام اور چین نصیب ہو' بیٹا زندگی بھر تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنا رہا اللہ کرے آخرت میں تجھے خوشیاں نصیب ہوں۔ بیٹا میں تجھے رب کریم کے سپرد کرتی ہوں۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب ماں کے اپنے عظیم بیٹے کے بارے میں تاثرات سنے تو برملا کہا: خالد کے بارے میں اس کی ماں بالکل سچ کہتی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جنازے کے بعد لحد میں اتار دیا گیا صحابہ کرامؓ غم سے نڈھال خاموش کھڑے تھے۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ اس مہیب خاموشی اور طویل سکوت کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے اشقر نامی گھوڑے کی غم آلود ہنہناہٹ نے توڑا گویا گھوڑا اپنے سوار کی جدائی میں آہیں بھر رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ گھوڑا اپنے سوار کی جدائی میں غم سے نڈھال آنسو بہا رہا ہے۔

دنیائے اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے ۲۱ ہجری کو حمص میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ بلاشبہ انہوں نے قابل رشک زندگی بسر کی اور نہایت ہی پرسکون انداز میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ

حضرت
ابوعبیدہ
بن جراح
رضی اللہ عنہ

ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے۔ (فرمان رسول اللہ ﷺ)

خوش شکل' خوش گفتار' ہنس مکھ' اکہرا جسم' دراز قد' خوش حال' تیکھا نین ونقشہ' منکسر المزاج' بارعب و حیادار' جلال و جمال کا پیکر' حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد کی طرح سخت' اگلے دو دانت غزوہ احد میں سرور عالم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں دھنسی ہوئی خود کی کڑیاں نکالتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔ امانت و دیانت کی بے مثال علامت جسے سرور عالم رسول معظم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "امین امت" کا لقب دے کر ممتاز بنا دیا۔

جس کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح تھا لیکن ابوعبیدہ بن جراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قریش میں تین شخصیات ایسی ہیں جن کے چہرے سب لوگوں سے بڑھ کر حسین' جن کا اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیا سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی سے گفتگو کریں تو گویا الفاظ مصری کی ڈلیاں محسوس ہوں۔ کوئی ان کی طرف دیکھے تو دیکھتا ہی چلا جائے۔ میری نظر میں وہ شخصیات یہ ہیں

- حضرت ابوبکر صدیقؓ
- حضرت عثمان بن عفانؓ
- حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا شمار ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ آپ صدیق اکبرؓ کے ایمان لانے کے بعد دوسرے روز ہی ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے مسلمان ہوگئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ' حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ' حضرت صدیق اکبرؓ کے ہمراہ سرور عالم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے روبرو کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ بلاشبہ یہ عظیم شخصیات وہ پہلی مضبوط بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا محل تعمیر کیا گیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہر آزمائش میں پورے اترے۔ قریش مکہ کی جانب سے پیدا کردہ تلخ حالات کا جوانمردی اور صبرو تحمل سے مقابلہ کیا۔ اس دور ابتلاء میں ثابت قدم رہے اور ہر آن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وامانت کا صمیم قلب سے اعتراف کیا۔ شعب ابی طالب میں پیش آنے والے نازک ترین حالات کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا' کسی مرحلے میں بھی مایوسی و ناامیدی کو قریب پھٹکنے نہ دیا لیکن میدان بدر میں پیش آنے والی آزمائش اس قدر نازک تھی کہ انسانی تخیل میں بھی نہ آسکے۔

ہوا یہ کہ غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ بے خوف وخطر دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ آپ کے اس جرات مندانہ اقدام سے دشمنوں کی صفوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ میدان جنگ میں یوں بے خوف و خطر چکر لگا رہے تھے جیسے موت کا کوئی ڈر ہی نہ ہو۔ آپ کا یہ انداز دیکھ کر قریش کے شہسوار گھبرا گئے۔ جونہی آپ کسی شہسوار کے سامنے آتے تو وہ گھبرا کر طرح دے جاتا۔ لیکن ان میں ایک شخص ایسا تھا جو آپ کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو جاتا اور تلوار

کا وار کرنے کی کوشش کرتا لیکن آپ پہلو تہی اختیار کر جاتے۔ وہ شخص آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے بار بار سامنے آتا رہا۔ لیکن آپ مسلسل طرح دیتے رہے۔ لڑائی کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ اس شخص نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لئے تمام راستے بند ہوگئے' یہاں تک کہ وہ شخص آپ کے راستے میں ایسا حائل ہوا کہ آگے بڑھنے یا پہلوتہی اختیار کرنے کا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ تو آپ نے مجبور ہو کر اس کے سر پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا جس سے اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے ہوگئے اور وہ چشم زدن میں آپ کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ قتل ہونے والا شخص کون تھا؟ بلاشبہ میدان بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والی یہ آزمائش ایسی نازک تھی کہ انسانی قوت ادراک میں بھی نہ آسکے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ یہ لاش تو ان کے والد کی تھی تو آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

دراصل عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے ہیولے میں شرک کے علمبردار کو تہ تیغ کیا۔ آپ نے یہ بے مثال کردار ادا کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مقابلے میں بڑے سے بڑا خاندانی رشتہ بھی ہیچ ہے' اللہ کی محبت تمام تعلقات پر غالب ہے۔ دین اسلام کی سرفرازی و سربلندی ہر دم پیش نظر ہے۔ اس کے آگے اگر کوئی چیز بھی آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا' کوئی پہاڑ بھی حائل ہو تو اسے ٹھوکر سے دونیم کر دیا جائے گا' کوئی دریا آئے تو اس کے پانیوں کو چیرتے ہوئے موجوں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے ساحل سے آشنائی حاصل کی جائے گی' عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی تلوار اپنے باپ کی گردن پر نہیں پڑی بلکہ بایں صورت کفر و شرک کی گردن کو کاٹا گیا اور آپ کا یہ کارنامہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ آپ کی شان میں درج ذیل آیات نازل کر دیں تاکہ یہ حیرت انگیز تذکرہ قیامت تک محفوظ کر دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان پیوست کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے' یہی لوگ اللہ کے گروہ ہیں۔ خبردار اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔"

اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ کتاب مقدس قرآن مجید کے نورانی الفاظ کسی کی تعریف میں نازل ہوں۔ بلاشبہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ قابل رشک اعزاز حاصل ہوا' جب تک یہ دنیا رہے گی قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے گی اور اہل ایمان یہ آیت پڑھ کر اپنے عزم و حوصلہ اور ایمان و ایقان کو جلاء بخشتے رہیں گے۔

○

میدان احد میں لڑائی اپنے عروج پر تھی۔ تلواروں کی جھنکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی' چیخ و پکار ایسی کہ رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے' دونوں طرف

سے زور دار مقابلہ تھا' دوران جنگ ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ دشمن کے گھیرے میں آگئے۔ قریب تھا کہ چاروں طرف سے یکبارگی حملہ آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہو' لیکن آپ کی عقابی نگاہیں اپنے دشمن کو دیکھ رہی تھیں' آپ نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر چاروں طرف قریب کھڑے دشمن کو للکارا' دشمن کے اس خطرناک حصار کو توڑتے ہوئے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکے جو زخمی حالت میں پڑے اپنے دست مبارک سے اپنے جسم سے بہنے والا خون صاف کر رہے تھے اور درد بھرے انداز میں یہ فرما رہے تھے۔

کیف یفلح قوم خضبوا وجه نبیهم وهو یدعوهم الی ربهم

''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی' جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلودہ کر دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے اپنے رب کی طرف بلاتا ہے۔''

حضرت صدیق اکبرؓ اس دردانگیز واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''غزوہ احد میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ خود آپ کے مبارک سر میں پیوست ہو گیا۔ اس کی دو کڑیاں آپ کی پیشانی مبارک میں دھنس گئیں جس سے چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا۔ میں آپ کی طرف دوڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مشرق کی جانب سے ایک ساتھی تیزی سے آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے دعا کی الہی اسے مطیع کر دے۔ وہ مجھ سے پہلے آپ تک پہنچ چکا تھا۔ میں قریب آیا تو دیکھا یہ جانثار ابوعبیدہ بن جراحؓ ہے۔ اس نے کہا ابوبکرؓ! مجھے اجازت دیجئے کہ خود کی کڑیاں نکالنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔ پھر بڑی ہی احتیاط اور مضبوطی سے اپنے اگلے دانت کڑیوں میں پیوست کر دیئے۔ زور لگایا کڑی تو نکل گئی لیکن ساتھ ہی ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر پرواہ کئے بغیر دوسری مرتبہ دوسری کڑی نکالنے کے لئے دانت پیوست کر کے زور لگایا۔ دوسری کڑی نکلنے کے ساتھ ہی دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ دو دانت شہید ہو گئے لیکن محبوب رب العالمین شفیع المذنبین قائد المجاہدین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے راحت کا باعث بنے۔ یہ دانت ٹوٹنے سے

آپ کے چہرے کے حسن و جمال اور جاہ و جلال میں اور زیادہ نکھار پیدا ہو گیا۔ چونکہ یہ دانت خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ٹوٹے تھے' لہٰذا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں انہیں رشک بھری نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہاں تو کسی کی قدر و قیمت جانچنے کا پیمانہ ہی یہ تھا کہ کون کتنا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی ہے۔

○

سرور عالم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ ہجری کو خیبر فتح کیا۔ دوسرے جاں نثاروں کے ہمراہ عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے غزوہ خیبر میں جرات و شجاعت کی مثال قائم کی۔ اس تاریخی معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لئے وادی ذات القری میں سلاسل کے مقام کی طرف روانہ کیا' انہوں نے میدان جنگ کا جائزہ لے کر دربار رسالت سے مزید کمک کا مطالبہ کیا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ سلاسل مقام پر پہنچ کر پورے لشکر اسلام کی قیادت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کمال حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت معرکہ آرائی میں حصہ لینے کا اعلان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وفاشعار ساتھی قیادت کے لئے نہیں بلکہ صرف اسلام کی سربلندی کے لئے برسرپیکار ہوتا ہے۔ بھلا جس نے شہادت کو اپنا مقصد حیات بنا لیا ہو اسے قیادت کا کیا لالچ ہو سکتا ہے؟

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

○

۸ ہجری کو قریش کے تجارتی و جنگی قافلوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے تین سو شہسواروں کا سالار مقرر کر کے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو حکم دیا کہ سمندر کے ساحلی راستے پر چلتے ہوئے اس مہم کو سر کرنا ہے۔

زاد راہ کے لئے کھجور کی ایک بوری تھما دی' آپ نے کمال دیانت و امانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے ہی محتاط طریقے سے کھجوریں استعمال کیں۔ دوران سفر ایک نازک ترین مرحلہ ایسا بھی آیا کہ ہر مجاہد کے حصے میں ایک کھجور آتی اور وہ اسی پر گزارہ کرتا یہاں تک کہ کھجوریں بالکل ختم ہو گئیں۔ مجاہدین درختوں کے پتے کھا کر پانی پیتے یوں آتش شکم کا مداویٰ ہوتا۔ یہ مہم معرکہ ذات **الخبط** کے نام سے مشہور ہوئی۔ خبط درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ مجاہدین کی نقل و حرکت ساحلی علاقے میں تھی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر ترس آیا۔ سمندر نے ایک دیوہیکل مچھلی خشکی کی طرف اچھال دی۔ کئی روز تک مجاہدین اس قدرتی ضیافت سے لطف اندوز ہوتے رہے' اللہ اپنے ماننے والوں کو اور اس کی ذات پر کامل بھروسہ کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ کچھ آزمائش کا دور آتا ہے لیکن ہر تنگی کے بعد آسانی کا میسر آنا قانون قدرت ہے۔ بلکہ تنگی اگر ایک آتی ہے تو آسانیاں دو میسر آتی ہیں۔ دربار رسالتؐ سے تین سو مجاہدین کے لئے زاد راہ ایک بوری کھجور ملی تو زبان پر کوئی حرف شکایت نہ تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد اور رب جلیل پر بھروسے کا یہ حال کہ مستقبل میں خوراک کے لئے کوئی فکر ہی نہیں۔ ایمان کی یہ حالت کہ قلب و ذہن کی گہرائیوں میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے' جس کے نام کی سربلندی کے لیے میدان میں نکلے ہیں وہی رزق بہم پہنچائے گا اور اس نے ایسا رزق پہنچایا جو وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثار ساتھی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے بہت پیار تھا۔ بیشتر مواقع پر آپ اسے دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ ۹ ہجری کو یمن سے وفد نجران دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد کے اراکین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور بڑے ہی مودبانہ انداز میں التجا کی کہ ہمارے ساتھ کسی ایسے ساتھی کو روانہ کریں جو ہمیں کتاب وسنت کی تعلیم دے' وفد کا یہ مطالبہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

لا بعثن معکم رجلا امینا ۔ حق امین' حق امین' حق امین۔

"میں آپ کے ساتھ ایک دیانت دار اور امین شخص کو بھیجوں گا۔ جو امانت و دیانت کا حق ادا کرے گا۔ آپ نے اس جملے کو تین دفعہ دہرایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ تعریفی کلمات سنے تو ہر ایک کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش ان پیارے اور عمدہ کلمات کا مجھے مستحق قرار دیا جائے۔

امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں

"میں نے کبھی کسی عہدے یا منصب کو حاصل کرنے کی دلی خواہش نہیں کی لیکن اس دن میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ کاش اس تعریف کا اطلاق مجھ پر ہو۔ میں ظہر کی نماز کے لئے جلدی مسجد میں پہنچا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھا دی پھر آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا' میں نے اپنی گردن اونچی کی تاکہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ جائے۔ آپؐ نمازیوں پر نظر دوڑاتے رہے یہاں تک کہ آپ کی نگاہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ پر پڑی انہیں اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا "آپ اس وفد کے ساتھ جائیں ان کے باہمی اختلاف کو حق و انصاف سے نمٹائیں۔"

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اس وفد کے ہمراہ یمن تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر دربار رسالت سے ملنے والی ہدایات کے مطابق تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ رسالتمآب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تعریفی کلمات حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے لئے سرمایہ حیات بن گئے۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس میں آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے غزوۂ احد' غزوۂ بدر' غزوۂ خندق' غزوۂ بنو قریظہ' جنگ سلاسل' جنگ دمشق' معرکہ فحل' معرکہ حمص' اور جنگ یرموک کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے بڑے معرکوں میں اپنی بہادری وجوانمردی کے جوہر دکھلائے مقام حدیبیہ بیعت رضوان میں شریک ہوئے بلکہ اس موقع پر جو معاہدہ تحریر کیا گیا تھا اس میں بھی ان کے دستخط تھے۔

حجتہ الوداع میں بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھے۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل غمگین وپریشان تھا اور پھر آپ کے بعد خلیفتہ المسلمین کا انتخاب بڑا اہم مسئلہ تھا۔ اس نازک ترین موقعہ پر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے بہت اعلیٰ و عمدہ کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے انصار و مہاجرین کو سمجھایا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے تمام پریشان حال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کہا تم میں عمر بن خطابؓ موجود ہے جس کے متعلق رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ اس کی شان کو دوبالا کرتے ہیں

"عمر کے مسلمان ہونے سے اللہ نے دین کو غلبہ عطا کیا ہے۔"

ابوعبیدہ بن جراحؓ موجود ہے جس کے متعلق آپؐ نے ارشاد فرمایا

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے میری امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔"

ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا امیر منتخب کر لو لیکن دونوں نے آگے بڑھ کر سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ منظر دیکھ کر تمام مہاجرین و انصار تیزی سے آگے بڑھے اور سب نے صدیق اکبرؓ کے دست مبارک پر بیعت کی جس سے شورش تھم گئی اور ہر ایک نے سکھ کا سانس لیا۔ اس طرح انہوں نے اپنے حسن تدبیر سے ایک ایسے مسئلے پر آسانی سے قابو پا لیا جو امت مسلمہ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جہاں بڑے کامیاب جرنیل کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے' وہاں معاملہ فہمی اور فتنہ و فساد میں حسن تدبیر سے امن و سلامتی کی راہ نکالنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے تین بہترین ادوار میں زندگی کے آخری لمحے تک آپ کی خداداد صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امین امت قرار دیا۔ صدیق اکبرؓ نے خلیفہ اول بنانے کی تجویز پیش کی اور فاروق اعظمؓ نے فرمایا اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں اسے خلیفہ نامزد کر دیتا۔

○

سرزمین شام کا مشہور و معروف مرکزی شہر حمص فتح کرنے کے بعد عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کو حمص کا نگران مقرر کیا۔ راستے میں آنے والی تمام آبادیاں سرنگوں ہوتی چلی گئیں۔ لاذقیہ ایک مضبوط قلعہ نما شہر تھا' اس کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن اسے فتح کرنا آسان دکھائی نہ دیا۔ یہاں عظیم مدبر جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے ایک نئی تدبیر اختیار کر کے اپنوں اور بیگانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ شہر کے قریب میدانی علاقہ میں غاریں کھود دو جب بہت سی غاریں تیار ہو گئیں تو لشکر اسلام کو حکم دیا کہ محاصرہ ختم کر دو حمص کا محاصرہ ختم کر کے کوچ کیا تو شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی سبھی نے یہ سمجھا کہ مصیبت ٹل گئی۔

جب لشکر آنکھوں سے اوجھل ہوا تو تمام لوگ شہر سے باہر آگئے دن بھر شہر میں چہل پہل رہی تمام دروازے کھلے رہے لوگ آزادی سے شہر کے اندر باہر آتے جاتے رہے شام ہوتے ہی دروازے بند کردیئے گئے رات کی تاریکی چھاگئی سپہ سالار نے حکم دیا کہ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام مجاہدین شہر کے قریب کھودی گئی غاروں میں چھپ جائیں ایسا ہی کیا گیا جب دوسرے روز معمول کے مطابق شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ لوگ آزادانہ باہر آنے جانے لگے تو اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام مجاہدین اچانک غاروں سے نکل کر شہر میں داخل ہوگئے یوں بڑی ہی آسانی سے لاذقیہ شہر کو فتح کرلیا گیا۔ محاذ جنگ میں غاروں کی کھدائی آج کے جدید دور میں بھی مورچہ بندی کے لئے نہایت مفید تصور کی جاتی ہے۔ جس کا آغاز عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے کیا۔

○

یرموک ایک دریا کا نام ہے جو دریائے اردن سے جا ملتا ہے اور دونوں دریاؤں کے مقام اتصال سے تیس میل اوپر دریائے یرموک دائرے کی صورت میں چکر کاٹتا ہوا گزرتا ہے۔ جس سے ایک وسیع میدان بن جاتا ہے یہاں پر سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں مشہور جنگ لڑی گئی جسے اس میدان کی مناسبت سے جنگ یرموک کہا جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے مد مقابل رومی لشکر تھا جس کی تعداد دو لاکھ تھی اور مسلمان صرف چالیس ہزار تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب سر زمین عراق سے دور دراز کا سفر کرتے ہوئے میدان یرموک میں پہنچے تو یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہوئے کہ لشکر اسلام چند گروپوں میں تقسیم ہے اور ہر گروپ کا ایک امیر ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے ماتحت ایک لشکر ہے' حضرت یزید بن ابی سفیان دوسرے لشکر کے امیر ہیں' حضرت شرحبیل بن حسنہ تیسرے لشکر کے اور عمرو بن

عاصؓ چوتھے لشکر کے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سب کو جمع کر کے درد بھرے انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا دشمن بڑی تیاری سے میدان میں اترا ہے' وہ تعداد میں کئی گنا ہم سے زیادہ ہے۔ اگر ہم ایسے ہی مختلف گروپوں میں تقسیم ہو کر لڑے تو قطعاً کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر دن کے لئے ایک امیر کے ماتحت لڑنے پر اتفاق کر لیں تو لشکر اسلام مکمل اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابی کی طرف تیزی سے بڑھ سکتا ہے۔ آج کے دن کی امارت مجھے سپرد کر دی جائے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ابو عبیدہ بن جراحؓ' یزید بن ابی سفیانؓ' شرحبیل بن حسنہؓ اور عمرو بن عاصؓ باری باری پورے لشکر کی امارت کے فرائض سر انجام دیں۔ یہ تجویز سن کر پورے لشکر نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ پہلے دن کی امارت حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کر دی گئی۔ انہوں نے لشکر اسلام کو اپنے جنگی تجربات کی روشنی میں ترتیب دیا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں' گھمسان کا رن پڑا' ایک لاکھ سے زائد رومی میدان جنگ میں پہلے ہی روز مارے گئے۔ میدان میں تلواریں کھڑکھڑا رہی تھیں' ہر طرف سے چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں' مسلمان رومی لشکر کے صفایا میں مصروف تھے۔ لشکر اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں آگے بڑھ رہا تھا کہ عین ایسے نازک ترین موقع پر دارالخلافہ مدینہ منورہ سے قاصد ایک پیغام لے کر میدان جنگ میں پہنچا اور اس نے تحریری پیغام حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے سپرد کیا۔ انہوں نے چپکے سے اسے اپنی جیب میں ڈالا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی۔ جب فتح و نصرت نے لشکر اسلام کی قدم بوسی کی' عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ فاتح کی حیثیت سے میدان میں کھڑے تھے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ امیر المومنین کا پیغام لے کر آگے بڑھے۔ بڑے ہی ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریری پیغام ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے کیونکہ اس میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے دنیائے فانی سے رحلت کر جانے کی غمناک خبر دی گئی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ساتھ ہی امیر المومنین عمر

بن خطاب کے خلیفہ مقرر ہونے کی اطلاع تھی جس پر اللہ کا شکر بجا لائے اور معاً بعد یہ حکم پڑھ کر ششدرہ رہ گئے کہ انہوں نے خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو لشکر اسلام کا سالار اعظم مقرر کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں ایک سپاہی کی حیثیت سے دشمن سے لڑنے کے لئے برضا و رغبت آمادگی کا اظہار کر دیا اور ساتھ ہی یہ فرمایا:

یرحمک اللہ یا ابا عبیدہ ما منعک ان تخبرنی حین جاء ک الکتاب

ابوعبیدہ اللہ آپ پر رحمت نچھاور کرے جس وقت یہ خط آپ کو ملا تھا آپ نے اسی وقت مجھے کیوں نہ بتایا؟

امین امت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا:

انی کرھت ان اکسر علیک حربک و ما سلطان الدنیا نرید ولا للدنیا نعمل کلنا فی اللہ اخوۃ

مجھے قطعاً پسند نہ تھا کہ میدان جنگ میں آپ کے بڑھتے ہوئے قدم روک دوں۔ ہم دنیا کی سلطانی نہیں چاہتے اور نہ ہی دنیا کے لئے ہم کام کرتے ہیں ہم سب اللہ کی رضا کے لئے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اس نازک ترین موقع پر کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے دل پر کیسے گہرے اور خوش گوار نقوش مرتب کئے ہیں کہ دل میں ایک ہی تمنا ہے کہ اسلام کی سربلندی و سرفرازی نصیب ہو۔ اپنے سپہ سالار مقرر ہو جانے کی قطعاً دل میں کوئی خوشی نہیں اور معزول ہونے والے کے دل میں کوئی ملال نہیں۔ بلاشبہ یہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا کرشمہ تھا کہ بگڑے ہوئے انسان اعلیٰ اخلاقی اقدار کے پیامبر بن گئے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھلائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

○

دمشق فتح ہو جانے کے بعد عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ کو اطلاع دیتے ہوئے عرض کی اہالیان دمشق آپ کی زیارت کے خواہاں ہیں۔ آپ تشریف لائیں گے تو شہر کی چابی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کی جائے گی۔ آپ یہ اطلاع ملتے ہی شام کی طرف روانہ ہوئے۔ استقبال کرنے والوں سے پوچھا میرا بھائی کہاں ہے؟ حاضرین نے تعجب سے پوچھا کون آپ کا بھائی ہے؟

فرمایا: ابوعبیدہ بن جراحؓ

عرض کیا دیکھئے وہ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ آگے بڑھ کر ان سے بغلگیر ہوئے اور پھر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں انتہائی سادگی دیکھ کر حیران ہوئے۔ عظیم جرنیل کا گھر دنیاوی ساز و سامان سے بالکل خالی ہے۔ صرف تلوار' تیر کمان اور گھوڑے کی زین کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیا تو مسکراتے ہوئے پوچھا

ابوعبیدہ بڑی حیرانی کی بات ہے' آپ نے اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے کچھ نہیں بنایا۔

عرض کی امیرالمومنین میرے لئے یہی کافی ہے۔

فرمایا مجھے آپ سے یہی امید تھی کہ آپ امانت کے اعلیٰ معیار پر قائم و دائم رہیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ فاروق اعظمؓ کے پورے دور خلافت میں آپ کے معاون اور وفاشعار رہے۔ صرف ایک حکم کے علاوہ کسی بھی معاملہ میں کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں کی۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے خلیفۃ المسلمین کے کس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا؟

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ملک شام میں لشکر اسلام کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور بڑی تیزی سے شہر در شہر فتح ہوتے جا رہے تھے۔ پورا ملک شام فتح ہو گیا۔ اسلامی حکومت کی سرحدیں دور دور تک پھیل چکی تھیں' فتوحات کا سلسلہ پورے عروج پر تھا' عین اس موقع پر شام میں طاعون کی ایسی خطرناک وبا پھیلی جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ لوگ بڑی تیزی سے اس بیماری کا شکار ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب نازک ترین صورت حال کا علم ہوا تو فوراً ایک قاصد کو خط دے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی طرف روانہ کیا۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے خط ملتے ہی سفر کی تیاری کریں اور جلدی میرے پاس پہنچیں۔ رات کو میرا خط ملے تو صبح کا انتظار نہ کرنا' اگر دن کو ملے تو رات کا انتظار نہ کرنا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے فاروق اعظمؓ کا خط پڑھتے ہی افسردہ انداز میں ارشاد فرمایا:

مجھے معلوم ہے کہ کیا ضروری کام ہے؟

دراصل وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں۔ اس کے بعد امیرالمومنین کو یہ جواب تحریر کیا

امیرالمومنین بعد از تسلیمات عرض ہے کہ مجھے یہ علم ہے کہ آپ کو میرے ساتھ کیا ضروری کام ہے۔ میں اس وقت لشکر اسلام میں ہوں۔ آج مسلمان جس مصیبت میں مبتلا ہیں میں ان نازک ترین حالات میں ان کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی میں ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ رب ذوالجلال میرے اور ان کے متعلق فیصلہ صادر فرما دے۔ مجھے آپ اس سلسلہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان مجاہدین اسلام میں ہی رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ والسلام

جب یہ خط امیرالمومنین فاروق اعظمؓ کے پاس پہنچا اسے پڑھ کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے حیران ہو کر پوچھا کیا کوئی غمناک خبر ہے؟ کیا لشکر اسلام کے سپہ سالار ابوعبیدہ بن جراحؓ فوت

ہو گئے ہیں؟ فرمایا "نہیں لیکن موت اب ان کے بہت قریب پہنچ چکی ہے۔" سیدنا فاروق اعظمؓ کا اندازہ غلط نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ طاعون کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔

زندگی کے آخری لمحات میں لشکر اسلام کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میں تمہیں آج ایک نصیحت کرتا ہوں اگر تم لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا تو ہمیشہ امن و سلامتی تمہارے ہم قدم رہے گی۔"

نماز قائم کرنا۔

رمضان کے روزے رکھنا۔

صدقہ و خیرات کرتے رہنا۔

حج بیت اللہ کرنا۔

عمرہ ادا کرنا۔

آپس میں ایک دوسرے کو عمدہ باتوں کی تلقین کرتے رہنا۔

اپنے حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا۔

حکمرانوں کو کبھی دھوکہ نہ دینا۔

دیکھنا دنیا تمہیں کہیں غافل نہ کر دے۔

میری یہ بات غور سے سنو اگر کسی شخص کو ایک ہزار سال کی عمر مل جائے تو آخر کار اس کا انجام یہی ہو گا جو آج میرا دیکھ رہے ہو۔

موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

سب کو میری طرف سے سلام اور اللہ ذوالجلال والاکرام کی تم پر بے پایاں رحمت ہو۔

اس کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا معاذ لوگوں کو اچھی طرح نماز پڑھایا کریں۔ اچھا اللہ حافظ

یہ کہا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت معاذ بن جبلؓ کھڑے ہوئے اور لرزتے ہوئے ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

برادران اسلام آج تم ایک ایسے شخص کے غم میں مبتلا ہو جو ہم میں سب سے بڑھ کر نیک دل تھا۔ جس کا سینہ حسد و بغض سے پاک اور جو آخرت سے بہت زیادہ پیار کرنے والا اور اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی سے پیش آنے والا تھا۔ جسے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "امین امت" کا خطاب دیا اور اسے زندگی میں جنت کی بشارت دی۔ اس کی خوش قسمتی کے کیا کہنے۔

آؤ! مل کر اس کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔ اللہ اس پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

"وہ اللہ سے راضی اور اللہ اس سے راضی"

حضرت
سعد بن ابی وقاص
رضی اللہ عنہ

سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(فرمان رسول اللہ ﷺ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر
قربان ہوں۔
(فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

لمبا قد' گٹھا ہوا سڈول جسم' کڑیل جوان' گھنگھریالے بال' چوڑا سینہ' گندمی رنگ' پاکیزہ عادات و اطوار' خشوع و خضوع سے آراستہ' جرات و شجاعت اور تحمل و بردباری کا خوگر' عابد' زاہد اور شب زندہ دار' سخاوت' انکساری' ایثار' قربانی اور خشیت الٰہی جیسے اوصاف حمیدہ سے متصف' ان خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک جنہیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی۔ اور وہ جلیل القدر صحابی جس کے متعلق شاہ امم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔

اللھم اجب دعوتہ و سدد رمیہ۔ الٰہی اس کی دعا قبول فرمانا اور اس کے تیر کو سیدھا رکھنا۔ بیعت رضوان میں شریک ہو کر اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے قرآن حکیم میں اپنا نام درج کرانے والا قسمت کا دھنی' غزوہ بدر میں شرکت کا اعزاز حاصل کرنے والا نڈر سپاہی۔

غزوہ احد میں دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کرنے والے تجربہ کار تیرانداز جس سے خوش ہو کر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ارم یا سعد فداک امی وابی۔ سعد تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سترہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے دار ارقم میں تربیت حاصل کی شعب ابی طالب میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے جھیلا۔ پوری زندگی ایک عظیم جرنیل کی حیثیت سے میدان ہائے جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور فوجی جوانوں کے لئے بالخصوص مشعل راہ ہے۔

○

سرزمین عراق کے مشہور و معروف مقام پر جسر جس پر لشکر اسلام کا عراقی فوج سے آمنا سامنا ہوا۔ عراقی لشکر جرار خم ٹھونک کر میدان میں اترا ہوا تھا۔ گھمسان کا رن پڑا دشمن کی طرف سے حملہ اس قدر زور دار اور تیز تھا کہ ایک ہی دن میں چار ہزار مجاہد شہید ہوگئے امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خطاب یہ اندوہناک خبر سن کر بہت افسردہ ہوئے اور انہوں نے خود میدان کارزار میں پہنچ کر لشکر اسلام کی قیادت سنبھالنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور دارالخلافہ مدینہ منورہ میں حضرت علیؓ کو مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ چند مجاہدین کو ساتھ لیا اور سوئے عراق چل دیئے' ابھی مدینہ منورہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچے تھے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو پتہ چلا کہ امیر المومنین رخت سفر باندھ کر چل دیئے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر بہت گھبرائے انہیں اپنے اس ارادے سے روکنے کے لئے پیچھے دوڑے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کا راستہ روکا اور عرض کی امیر المومنین آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں' ان حالات میں آپ کا مرکز اسلام مدینہ منورہ میں رہنا بہت ضروری ہے۔ میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ لشکر اسلام کی قیادت کسی تجربہ کار اور نڈر جرنیل کے سپرد کی جائے۔

اس وقت مسلمان نازک ترین حالات سے دوچار ہیں۔ امت مسلمہ کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔ میدان کارزار میں اترنے والے اور اپنی جنگی حکمت عملی سے دشمن کا منہ موڑنے والے جوانمرد' شیر دل اور تیرو تفنگ کے ماہر مجاہدین موجود ہیں۔

یہ درد بھری باتیں سن کر حضرت عمرؓ رک گئے۔

حضرت علیؓ اور چند دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مشورے کے لئے بلایا متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ امیرالمومنین کو واپس مدینہ جانا چاہئے اور عراق میں بر سرپیکار لشکر اسلام کی قیادت کے لئے کسی تجربہ کار اور ماہر حرب وضرب کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتماعی فیصلے کا احترام کرتے ہوئے واپس مدینہ تشریف لائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مشاورت کے لئے اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ وہ کون سا مرد میداں ہے جسے اس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے لشکر اسلام کا قائد بنا کر بھیجا جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سر جوڑ کر سوچنے لگے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے سر اٹھایا اور پکار کر کہا:

مجھے وہ مل گیا جس کی ہمیں تلاش ہے۔

امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا وہ کون ہے؟

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے فرمایا:

شیر دل جوان سعد بن ابی وقاصؓ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس انتخاب پر خوش ہوئے اور بھرپور تائید کی۔

امیرالمومنین نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لشکر اسلام کا قائد بنا کر عراق روانہ کردیا۔

○

یہ عظیم جرنیل ایک روز اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے محبت بھرے انداز میں حاضرین سے کہا:

”یہ میرا ماموں ہے اس جیسا کسی کا ماموں ہو تو دکھائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کے عم زاد بھائی تھے۔

عنفوان شباب میں اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے تربیتی مرکز دارارقم میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضاب ہوتے ہوئے ان خوش نصیب جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی جنہوں نے پہلے ہی مرحلے پر دعوت ایمان کو قبول کیا۔ جن مقدس ہستیوں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ' حضرت زبیر بن عوامؓ' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ' حضرت طلحہ بن عبداللہ' اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں۔ حضرت سعدؓ کفار کے شر سے بچنے کی خاطر عام طور پر مکہ مکرمہ کے گردونواح میں ویران وسنسان جگہوں پر چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے' ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک خفیہ جگہ میں مصروف عبادت تھے۔ قریش مکہ کے چند شرارتی نوجوان اس طرف آنکلے انہوں نے حضرت سعدؓ اور ان کے ساتھیوں کو مصروف عبادت دیکھا تو کھلکھلا کے ہنس دیئے اور توہین آمیز مذاق کرنے لگے۔ حضرت سعد یہ منظر دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے اور غصے میں آکر قریب پڑی اونٹ کی ہڈی اٹھا کر پورے زور سے انہیں دے ماری جو تیر کی طرح سیدھی ان کے ایک ساتھی کے سر پر جا لگی جس سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور وہ سب خوف زدہ ہو کر ایک دوسرے سے ٹکراتے گرتے گراتے سر پر پاؤں رکھ بھاگ گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طرف سے اسلامی حمیت اور دینی غیرت کی بنا پر یہ پہلا جرات مندانہ اقدام تھا جو دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے نہایت موثر ثابت ہوا۔

○

یوں تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے' لیکن آپ کی

دو خوبیاں ایسی ہیں جن کی بنا پر آپ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔

ایک آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ احد میں انہیں بڑی مہارت سے تیر چلاتے دیکھا تو محبت بھرے انداز میں یہ ارشاد فرمایا:

"سعد تیر چلاتے جاؤ میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں۔"

بلاشبہ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس میں آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں منفرد نظر آتے ہیں دوسری خوبی آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کی ہے' ان کے متعلق شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ "الٰہی سعدؓ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشنا"

اس کے بعد حضرت سعدؓ جو بھی دعا مانگتے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشتے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی شجاعت و بہادری کا پورے عرب میں چرچا تھا دشمن کو زیر کرنے کے لئے آپ کے پاس دو زبردست ہتھیار تھے۔ وہ تھے تیر اور دعا ان کے تیر کا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا۔ غزوہ احد میں ایک ایسا خطرناک دشمن سامنے آیا جس کے تابڑتوڑ حملوں سے مسلمان پریشان ہو چکے تھے۔ شاہ امم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اے سعد اس پر تیر چلاؤ۔ صورت حال یہ تھی کہ آپ کے ترکش میں تیر بالکل ختم ہو چکے تھے' لیکن شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی آپ میدان میں ادھر ادھر تیر تلاش کرنے لگے۔ تلاش بسیار کے بعد آپ کی نگاہ ایک تیر پر پڑی جو پچھلی جانب سے ٹوٹا ہوا تھا۔ آپ

نے نشانہ باندھ کر تیر دشمن پر چلایا جو سیدھا اس کی پیشانی پر جا کر پیوست ہو گیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دھڑام سے زمین پر گرا اور دیکھتے ہی دیکھتے واصل جہنم ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور تیر زمین پر پڑا دکھائی دیا اسے اٹھا کر ایک دوسرے دشمن کے حلق کا نشانہ لیا تیر سیدھا اس کے حلق میں جا کر پیوست ہو گیا جس سے اس کی زبان لٹک گئی اور گردن لڑھک گئی چشم زدن میں وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ آپ کے وفادار ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے حق میں یہ دعا کی

"الٰہی سعد کے تیر کو سیدھا رکھنا اور اس کی دعا کو قبول کرنا۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ ان کی دعا اثر انگیز ہونے میں تیز تلوار کی مانند ہے ان کے فرزند ارجمند حضرت عامر بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ایک روز ابا جان نے کسی شخص کو بک بک کرتے ہوئے سنا آپ نے اس کی طرف غور سے دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا ہے۔ آپ نے اسے منع کیا لیکن وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ آپ نے غضبناک انداز میں کہا:

اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے بد دعا دوں گا۔ بہتر ہے کہ تو اپنی زبان کو سنبھال' وہ اکڑ کر بولا' جاؤ میاں جو کرنا ہے کر لو۔ مجھے دھمکی اس طرح دے رہے ہو جیسے تم کوئی پیغمبر ہو' یہ منہ اور مسور کی دال' آئے بڑے بد دعا دینے والے۔ اس کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر آپ واپس پلٹے' وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی

"الٰہی تو جانتا ہے کہ یہ شخص ایسے پاکباز لوگوں کو گالی دے رہا ہے جن کی نیکیوں سے تو راضی ہے۔ اس کا انہیں گالی دینا یقیناً تجھے ناپسند ہو گا۔ الٰہی اسے دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بنا دے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابھی دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بپھری ہوئی اونٹنی رسی تڑوا کے اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کے ہجوم میں داخل ہوئی

یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ وہ کسی کو تلاش کر رہی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے خونخوار جبڑے میں ایک شخص کا سر پکڑ کر زور دار انداز میں جھنجھوڑنا شروع کیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور وہ چشم زدن میں لقمہ اجل بن گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ انگشت بدنداں تھے ہر طرف سناٹا طاری ہوگیا۔ مرنے والا وہی شخص تھا جو تھوڑی دیر پہلے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالی دے رہا تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کے خلاف بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی۔ واقعی اسے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لیے سامان عبرت بنا دیا' اس میں کوئی شک نہیں جو بھی شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالی دے گا اللہ تعالیٰ اسے دوسرے لوگوں کے لئے سامان عبرت بنا کے رکھ دیتے ہیں۔ اس کا انجام ایسا ہولناک ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت شاہ امم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیش خیمہ اور شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا واضح ثبوت ہے۔ جو ان پاکباز ہستیوں سے بغض' کینہ اور عداوت رکھتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں تباہی وبربادی کا شکار ہوتا ہے۔ جو ان سے محبت والفت کا اظہار کرتا ہے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دین و دنیا میں سرفرازی نصیب فرماتے ہیں۔

الٰہی ہمارے دلوں میں قدسی نفوس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دے اور قیامت کے دن ان عظیم المرتبت ہستیوں کا ساتھ نصیب فرمانا جنھوں نے تیرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک اشارے پر مرمٹنے کو اپنے لئے سعادت اور راحت جاں سمجھا۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پاکیزہ روح' یقین محکم اور اخلاص کامل کے پیکر

تھے۔ آپ نے زندگی بھر اس کا پوری طرح اہتمام کیا کہ رزق حلال حاصل کیا جائے جس درھم دینار کے متعلق آپ کو شبہ ہوتا آپ اسے قبول نہیں کرتے تھے۔

حضرت سعدؓ بڑے مالدار' غنی اور صاحب جائیداد تھے' آپ نے ورثے میں بہت بڑی جائیداد چھوڑی۔ حجتہ الوداع میں آپ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے' بیمار ہو گئے تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیمارداری کے لئے تشریف لائے' حضرت سعدؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار ہوں' میری ایک ہی بیٹی ہے جو پوری جائیداد کی وارث بنے گی میرا دل چاہتا ہے کہ اپنا دو تہائی مال اللہ کی راہ میں صدقہ دے دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں یہ بہت زیادہ ہے عرض کی آدھا مال اللہ کی راہ میں دے دوں فرمایا: نہیں یہ بھی زیادہ ہے' عرض کی کیا تیسرا حصہ مال اللہ کی راہ میں دینے کی اجازت ہے فرمایا: ہاں تیسرا حصہ کی اجازت ہے اور یہ تیرے لئے کافی ہے اے سعد یاد رکھو ورثاء کو مالدار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونا بہتر ہے' ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وارث لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔

اللہ کی راہ میں جو بھی تم خرچ کرو گے اس کا اجر و ثواب تجھے دیا جائے گا۔

حضرت سعدؓ کی بیماری دن بدن پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی۔ آپ کو مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت تھی آپ کا دل یہی چاہتا تھا کہ موت مدینہ منورہ میں آئے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی بے چینی کو دیکھ کر اس کے سینے پر مبارک ہاتھ رکھا اور تین مرتبہ یہ کہا: الٰہی سعد کو شفاء عطا فرما

آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ دعائیہ کلمات حضرت سعدؓ کے لئے آب حیات ثابت ہوئے۔ آپ تندرست ہوئے اور لمبی زندگی پائی' اور اسلام کی سربلندی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے آپ کے جنگی اقدامات سے عجمیوں کی پسپائی ہوئی اور عربوں کو سرفرازی نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ شاہ امم' سلطان مدینہ' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو

یہ بشارت دی تھی کہ اے سعد! تم اس وقت تک نہیں مرو گے جب تک تمہارے ذریعے ایک قوم کو فائدہ اور دوسری قوم کو نقصان نہ پہنچ جائے' یہ پیشین گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی' عجم قوم کو آپ کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑا اور عربوں کو خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوا۔ صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے اور شادیاں بھی کیں جن سے کثیر اولاد ہوئی اور آپ کے تقریباً" چونتیس لڑکے لڑکیاں تھے۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اللہ کے خوف سے بہت زیادہ آنسو بہایا کرتے تھے۔ جب آپ شاہ امم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے سنتے تو آپ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو بھر آتے۔ آنسوؤں کی ایسی برسات لگتی کہ دامن تر ہو جاتا۔

ایک روز رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ آپ نے نظر اٹھائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آرہا ہے۔"

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس خوش نصیب کی زیارت کے لئے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا کہ وہ کون ایسا خوش نصیب ہے جس کے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت سعد بن ابی وقاص نمودار ہوئے سب نے رشک بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھا اور ٹکٹکی لگا کر دیکھتے ہی رہے۔ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوت' پاکیزہ زبان اور پاکیزہ روح رکھنے کے علاوہ میدان کارزار کے شہسوار بھی تھے۔

غزوہ بدر' غزوہ احد اور دیگر غزوات میں انہوں نے شجاعت' بہادری' ثابت قدمی اور جوانمردی کے ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے جو تاریخ اسلام میں

سنہرے باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

○

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی پختہ ایمانی اور راست گوئی سے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ بہت زیادہ متاثر تھے۔ آپ کو وہ ایمان افروز واقعہ کبھی نہیں بھولتا' جب حضرت سعد نو عمری میں مسلمان ہوئے تو ان کی والدہ نے بہت زیادہ غم کیا' انہیں واپس اپنے دین میں لانے کے لئے بہت جتن کئے جب کوئی طریقہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا تو اس نے آخری حربہ استعمال کیا جس سے ہر سعادت مند بیٹے کی روح لرز جاتی ہے' ماں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ میں اس وقت تک کچھ بھی نہیں کھاؤں پیوں گی جب تک میرا بیٹا اپنے آبائی دین کی طرف نہیں لوٹ آئے گا خواہ اس میں میری جان جاتی رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یہ صورت حال دیکھ کر بہت گھبرائے' لیکن ایمان چونکہ دل میں راسخ ہوچکا تھا اس لئے آپ کے پایہ استقلال میں کوئی لرزش پیدا نہ ہوئی' قریب تھا کہ بھوک پیاس سے والدہ ہلاک ہو جاتی آپ نے پورے عزم اور حوصلے کا مظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اماں جان اگر آپ کے جسم میں سو جان ہوں اور وہ ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے آپ کے جسم سے الگ ہونے لگے پھر بھی میں دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔

اب آپ کی مرضی ہے کچھ کھائیں یا نہ کھائیں۔ میں شاہ امم' فخر موجودات' سید المرسلین' شفیع المذنبین شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔

اپنے بیٹے کا یہ عزم راسخ دیکھ کر ماں نے بھوک ہڑتال ختم کردی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اس کارنامے کو زندہ جاوید کرنے کے لئے اللہ

سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں یہ آیت نازل کی۔

وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاھما فی الدنیا معروفا۔(الایتہ)

اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایک کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا' تو ان کی بات ہرگز نہ مان البتہ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

○

امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے جنگ قادسیہ کے لئے ایک لاکھ تجربہ کار' نڈر اور بہادر مجاہدین کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو سالار اعلیٰ بنایا لیکن آپ نے ان میں سے صرف تیس ہزار کانٹے دار مجاہدین کا انتخاب کیا۔ جن کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا اور ان کے دل نور ایمان سے منور اور شوق شہادت سے معمور تھے' قادسیہ کے مقام پر دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے لڑائی کے دوران امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ کا خط عظیم جرنیل حضرت سعدؓ کو ملا جس میں یہ لکھا ہوا تھا

''اے سعد قادسیہ کے مقام کی تاریخی حیثیت کو پیش نظر رکھنا اگر یہ معرکہ سر کر لیا گیا تو پورا ایران تیرے قدموں میں سرنگوں ہو جائے گا یوں سمجھو کہ یہ قادسیہ ایران کا مرکزی دروازہ ہے' کہیں اس غرور میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہو۔ یاد رکھنا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں مقام ومرتبہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی بنا پر ملتا ہے۔ اللہ سب لوگوں کا رب ہے اور وہ تمام اس کے بندے ہیں۔ تم ہمیشہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشن کو پیش نظر رکھو جو وہ ہمیں سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

خط کے آخر میں یہ تحریر تھا مجھے تمام حالات سے آگاہ رکھنا' تم کیسے اس میدان میں اترو گے؟ کہاں پڑاؤ ہو گا؟ تمہارا دشمن اس وقت کتنے فاصلے پر ہے؟ تمہاری طرف سے پل پل کی خبر مجھے اس طرح ملنی چاہیے جیسے تمہیں میں اپنی آنکھوں سے

دیکھ رہا ہوں" اچھا اللہ نگہبان

عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی لشکر اسلام کی قیادت کا حق ادا کرتے ہوئے مرکز کو تمام تر تفصیلات سے آگاہ رکھا' یہاں تک کہ آپ نے امیر المومنین کو ہر مجاہد کے متعلق الگ الگ تفصیل اور معلومات فراہم کیں اور یہ بھی بتایا کہ مجاہدین کو انفرادی اور اجتماعی طور پر کس طرح فرائض سونپے گئے ہیں۔

○

ادھر ایران نے بھی اپنی فوج اور عوام کو اتنی بڑی تعداد میں قادسیہ کے مقام پر جمع کردیا کہ اس سے پہلے ایران کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔ قادسیہ کے مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے خم ٹھونک کر آئیں' مقابلے میں ایران کا خطرناک جرنیل رستم اپنی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ حضرت سعد نے امیرالمومنین کو خط لکھا کہ ایرانی جرنیل پوری طرح کیل کانٹے سے لیس ہوکر ہمارے مقابلے میں آچکا ہے۔ اس کے لشکر میں دیوہیکل ہاتھی بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ فوج کے شانہ بشانہ ایرانی عوام کی اکثریت میدان میں اتر چکی ہے' مقابلہ بڑا سخت دکھائی دیتا ہے' اس نازک ترین صورت میں کس طرح آگے بڑھا جائے' آپ کے حکم کا بڑی شدت سے منتظر ہوں۔

امیر المومنین نے جوابی خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا آپ گھبرائیں نہیں ایرانیوں کو میدان میں آنے دیں یاد رکھو تمام تر طاقت اللہ کے قبضہ میں ہے یکسو ہو کر اللہ سے مدد مانگو ہر دم اسی پر بھروسہ کرو' دوسرا کام یہ کرو کہ اپنے لشکر میں سے چوٹی کے بہادر' تجربہ کار' زیرک اور فصیح البیان مجاہدین کا ایک وفد تشکیل دے کر شاہ ایران کی طرف بھیجو۔ وہ جاکر اسے دین کی طرف دعوت دے' وفد کے ساتھ شاہ ایران جس طرح پیش آئے اس کی تفصیلات سے مجھے آگاہ کرو ہر روز تازہ ترین صورت حال کے متعلق مجھے لکھا کریں' ضروری تاکید ہے۔

اچھا اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

○

عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چند بہادر' نڈر' معاملہ فہم' پنچائتی امور کے ماہر' بلیغ اللسان' فصیح البیان اور بارعب وباکمال افراد پر مشتمل ایک وفد تشکیل دے کر شاہ ایران کی طرف روانہ کیا' وفد قلندرانہ انداز میں بے خوف وخطر شاہ ایران کے دربار میں پہنچا۔

گلیم فقیری میں انداز خسروانہ دیکھ کر دربار میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی' امیر وفد نے شاہ ایران کو یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے منتخب کیا ہے کہ ہم اس کی مخلوق کو بت پرستی کی دلدل سے نکال کر توحید کے چشمہ صافی کی طرف لے آئیں' دنیا کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی کے حوالے کردیں عوام الناس کو ظالم وجابر حکمران کے چنگل سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف سے فیض یاب ہونے کے مواقع فراہم کریں۔

جو ہماری دعوت کو قبول کرے گا ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے اور نہ ہی اس کا علاقہ ہم اپنے قبضے میں لیں گے' بلکہ وہاں کا انتظام وانصرام انہی کے سپرد کرکے ہم واپس لوٹ جائیں گے' لیکن جس نے ہماری اس دعوت کو ٹھکرایا اس سے ہمارا اعلان جنگ ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کے نظام کو اس زمین پر نافذ نہ کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ ہم حاصل نہ کر لیں' شاہ ایران نے بڑے تعجب سے پوچھا' اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا وعدہ کر رکھا ہے؟

امیر وفد نے شاہانہ انداز میں جواب دیا۔

''ہمارے شہداء کے لئے جنت اور زندہ بچ جانے والوں کے لیے سربلندی

و سرفرازی۔"

اور ساتھ ہی بڑے طمطراق سے شاہ ایران سے کہا:

اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم تمہیں آگاہ کر دینا چاہتے ہیں کہ مستقبل قریب میں یہ ملک ہمارے قبضے میں ہو گا' تمہارا تخت و تاج چھن جائے گا' یہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ قصہ ماضی بن جائیں گے۔

شاہ ایران کو اس گفتگو کا ہر جملہ یوں محسوس ہوا جیسے زہر میں بھیگا ہوا تیر اس کے کلیجے میں پیوست ہو رہا ہو۔ غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گرجدار آواز میں دربان کو اپنے پاس بلایا وہ شاہی آداب بجالاتے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کی کیا حکم ہے میرے حضور؟

حکم دیا باہر سے فوری طور پر مٹی لے کر آؤ۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مٹی خدمت میں پیش کی گئی' اس نے توہین آمیز انداز میں مٹی وفد پر اچھال دی۔ حضرت عمرو بن معدی کرب نے آگے بڑھ کر چادر پھیلا دی اور وہ مٹی اس میں آگری اور وہ اسے چادر میں لپیٹ کر وفد کے ہمراہ دربار سے نکل آئے اور عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے مٹی سے اٹی ہوئی چادر رکھتے ہوئے فرمایا

جناب عالی! "فتح مبارک ہو شاہ ایران نے اپنی زمین کی مٹی ہماری جھولی میں ڈال دی ہے۔"

وفد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا لڑائی ناگزیر ہے' لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے' اب فیصلہ میدان جنگ میں ہو گا۔ یہ جرات مندانہ باتیں سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے فرمانے لگے۔ کاش یہ لڑائی کچھ عرصہ پہلے شروع ہو جاتی یا کچھ دن مزید تاخیر سے شروع ہو۔

صورت حال یہ تھی کہ جب وفد نے لڑائی کے ناگزیر ہونے کی اطلاع دی اس

وقت حضرت سعدؓ کا جسم پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہوا تھا' عرق النساء کا مرض بھی لاحق تھا' چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا دشوار ہوچکا تھا' گھوڑے پر سوار ہونا تو ممکن ہی نہ تھا اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ کیا کیا جائے' اچانک ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ نہیں مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہئے کیونکہ رسول اقدس' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "کاش" استعمال کرنے سے مسلمانوں کو منع کردیا ہے' ذہن میں یہ خیال آتے ہی پورے جوش وجذبے سے اٹھے اور لشکر سے ولولہ انگیز انداز میں خطاب کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون○

خطاب سے فارغ ہوتے ہی لشکر کو ظہر کی نماز پڑھائی' فوجیں آراستہ ہوئیں' مشہور شعراء اور ہردلعزیز خطیب گوہر افشانی کرنے لگے' ان کے اثر انگیز کلام سے لشکر میں ارتعاش پیدا ہونے لگا۔

مشہور خطیب ہذیل اسدی نے کہا:

"اے عظیم جرنیل سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھیو! اپنی تلواروں کو قلعہ بناؤ اور دشمن کے مقابلے میں شیر بن جاؤ' نگاہیں نیچی رکھو' تلواریں جب کند ہو جائیں تو تیر آزماؤ یاد رکھو جہاں تیر اپنا راستہ بنالیتا ہے وہاں تلوار بے بس دکھائی دیتی ہے۔"

میدان جنگ میں ہر طرف جوش وجذبے کے ولولہ انگیز مناظر دکھائی دے رہے تھے قراء عظام اور علماء کرام سورہ انفال وسورہ توبہ سے آیات جہاد پڑھ کر مجاہدین کے جوش وجذبے کو مہمیز لگا رہے تھے' ان آیات کے اثر سے سننے والوں کے دل دہل گئے' جب جوش وولولہ اپنے نکتہ عروج کو پہنچا تو عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نعرہ تکبیر لگا کر مجاہدین کو دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ گھمسان کا رن پڑنے سے پہلے قدیم جنگی دستور کے مطابق ایک کے مقابلے میں ایک آیا' مبارزت شروع ہوئی ایرانی فوج کا کڑیل جوان دیبا و ریشم کا بنا ہوا دفاعی لباس زیب تن کئے ہوئے میدان میں نکلا مقابلے میں لشکر اسلام سے عمرو بن معدی کرب آئے'

دشمن نے تاک کر تیر مارا لیکن یہ طرح دے گئے اور بچ نکلے' آپ بڑی تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کی طرف آگے بڑھے چشم زدن میں اس کے پہلو میں پہنچ کر تلوار کا ایسا زور دار وار کیا کہ اس کی گردن کٹ کر دور جا گری اس کے بعد مبارزت کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کئی نوجوان آمنے سامنے آئے اور اپنی اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

پھر گھمسان کا رن پڑا' ایرانی فوج ہاتھیوں کو میدان میں لے آئی' اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر مجاہدین کے گھوڑے خوف زدہ ہو کر بدکنے لگے' عظیم جرنیل حضرت سعدؓ بالاخانہ پر بیٹھے یہ المناک منظر دیکھ رہے تھے' جب انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر صورت حال یہی رہی تو ہمارے لئے نہایت نقصان دہ ثابت ہو گی' تو انہوں نے بحیثیت جرنیل ہدایات جاری کرتے ہوئے قبیلہ اسد کے جوان کو اپنے جوہر دکھلانے کا حکم دیا' قبیلہ اسد کے عظیم سردار جناب طلیحہ نے اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو جوش دلاتے ہوئے کہا:

جوانو آگے بڑھو تمہاری عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے جرنیل سعد بن ابی وقاصؓ نے تمہیں پکارا ہے' آج تمہارے جنگی تجربے اور بہادری کا امتحان ہے' اسلام کی سربلندی کی خاطر کٹ مرنے اور دشمن کے چھکے چھڑانے کے لئے تیار ہو جاؤ' آگے بڑھو پہاڑ نما ہاتھیوں سے ٹکرا جاؤ' تمہاری ٹھوکر سے تو پہاڑ بھی دو نیم ہو جایا کرتے ہیں' قبیلہ بنو اسد کے جوان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر نیزے ہاتھ میں لئے خطرناک ہاتھیوں پر پل پڑے۔ ان کی جوانمردی وپامردی کے آگے دیوہیکل ہاتھی نہ ٹھہر سکے پہلے تو تیروں کی بوچھاڑ سے ہاتھی سواروں کو نشانہ بنایا وہ یوں گرنے لگے جیسے پکا ہوا پھل درخت سے گرتا ہے۔ بعض نوجوانوں نے تلوار کے وار سے بعض ہاتھیوں کے سونڈ کاٹ ڈالے جس سے تمام ہاتھی بدحواس ہو کر اپنے ہی لشکر کو روندتے ہوئے پچھلے قدموں سرپٹ دوڑے لڑائی کے پہلے دن میدان مجاہدین کے ہاتھ میں رہا کچھ مجاہدین شہید ہو گئے۔

جنگ قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ دشمن پر رعب و دبدبہ قائم کرنے کا باعث بنا۔

دوسرے دن آفتاب طلوع ہوا شہداء کے لاشے دفنائے گئے زخمیوں کی مرہم پٹی کا اہتمام کیا گیا' مجاہدین کو صف بندی کا حکم دیا گیا' لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی طرف سے بھیجی گئی کمک ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں میدان جنگ میں پہنچ گئی' قعقاع بن عمرو ہراول دستے کے کمانڈر تھے' پہلے دونوں طرف سے ایک ایک جوان مقابلے میں نکلا اسلامی لشکر کے تجربہ کار کمانڈر قعقاع بن عمروؓ نے ایرانی فوج کے کمانڈر بہمن کو تہ تیغ کیا ایرانی فوج کا مشہور بہادر اعوان بن قطبہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

ایرانی فوج کے بہترین شہسوار تہہ تیغ ہوئے' لڑائی جب اپنے پورے شباب پر تھی' دونوں طرف سے حملہ پورے زور پر تھا' حضرت قعقاعؓ نے دشمن کے گھوڑوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے اونٹوں پر کالے رنگ کا برقع ڈال کر میدان میں چھوڑ دیئے' گھوڑے یہ خوفناک منظر دیکھ کر سواروں کے قابو میں نہ رہے' ہر طرف چیخ وپکار تھی۔

میدان کارزار گرم تھا عرب کا مشہور شاعر اور نڈر شہسوار ابو محجن پابند سلاسل تھا۔ حوالات کے دریچے سے لڑائی کا مشاہدہ کر رہا تھا جی چاہتا تھا کہ میدان میں جا کر اپنی بہادری کے جوہر دکھلائے لیکن بے بس تھا۔ جرنیل سعد بن ابی وقاص کی بیوی سے التجا کی مجھے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ اگر میں زندہ بچ نکلا تو میں واپس آکر اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لوں گا پہلے تو جرنیل کی بیوی سلمیٰ نے آزادی دینے سے انکار کر دیا' لیکن جب اس کا اصرار بڑھا اور درد بھرے لہجے میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

كفى حزنا ان تردى الخيل بالقنا
واترك مشدودا على وثاقيا
اذ قمت حناني الد يد وغلقت
مصاريع من دوني تصم المناد يا

میرے لئے اتنا ہی غم واندوہ کافی ہے کہ شہسوار نیزہ بازی کررہے ہیں اور مجھے پابند سلاسل کرکے چھوڑ دیا گیا ہے اور میری طنابیں کس دی گئیں ہیں۔

جب کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیر اٹھنے نہیں دیتی اور مجھ پر یہ دروازے اس طرح بند کردئے گئے ہیں کہ آواز دینے والا گنگ ہو جاتا ہے' یعنی اس کی ہر صدا بصرا ثابت ہوتی ہے۔

یہ اشعار ایسی درد بھری آواز میں کہے کہ سلمی آبدیدہ ہوگئی آگے بڑھی اپنے ہاتھ سے زنجیر کاٹی اور لڑائی کے لئے آزاد کردیا۔ وہ اصطبل میں کھڑے جرنیل سعد بن ابی وقاصؓ کے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھلاتا ہوا دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا دائیں ونگ سے بائیں ونگ تک جا پہنچا پھر ایسا زور دار حملہ کیا کہ دشمن فوج کے سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ کر تیزی سے گرنے لگے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے اور پہلو میں بیٹھی ہوئی بیوی سے کہا: یہ انداز تو مجھے ابو محجن کا لگتا ہے لیکن وہ تو پابند سلاسل ہے بیوی نے کہا وہی ہے میں نے اس کی لجاجت کی بنا پر اپنے ہاتھ سے بیڑیاں اس شرط پر کاٹ دی تھیں کہ اگر میدان جنگ سے زندہ سلامت واپس آگیا تو پھر بیڑیاں پہن لے گا فرمانے لگے بخدا میں ایسے بہادر کو کبھی قیدوبند میں نہیں رکھ سکتا اور اسے مستقل طور پر آزاد کردیا۔

لڑائی کے دوسرے دن بھی مجاہدین دشمن پر غالب رہے لیکن لڑائی فیصلہ کن ثابت نہ ہوئی۔

تیسرا روز شروع ہوا لڑائی تھمنے کا نام نہ لیتی تھی شاہ ایران برابر میدان جنگ میں تازہ دم فوج بھیج رہا تھا تجربہ کار کمانڈر قعقاع بن عمروؓ نے تیسرے روز کے لئے ایک نئ تدبیر اختیار کی کہ بہت سے شہسواروں کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں ملک شام کی جانب کوچ کریں' کسی مناسب فاصلے پر جاکر رک جائیں اور پھر وہاں سے صبح صادق ہوتے ہی سو سو سواروں کے دستے اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے

میدان کی طرف آئیں' تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب یکے بعد دیگرے نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے مجاہدین کے دستے میدان جنگ میں آنے لگے تو ایرانی فوج پر دہشت طاری ہوگئی اس نے سمجھا کہ تازہ دم فوج شام کی طرف سے آگئی ہے لیکن شاہ ایران اور اس کا بہادر اور نامور جرنیل رستم کسی طرح بھی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے میدان میں مسلسل ڈٹے رہے' اس تیسرے روز ہاتھیوں کی حفاظت کے لئے دائیں بائیں فوج تعینات تھی' لیکن عمرو بن معدیکرب نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیتے ہوئے دیوہیکل ہاتھی پر حملہ کرنے کی جرات کا مظاہرہ کیا' ہر چند کہ خود بھی زخمی ہوئے لیکن ہاتھی کا سونڈ کاٹنے میں کامیاب ہو گئے جس سے ہاتھی الٹے پاؤں بھاگے جو اپنی فوج کو روندنے لگے لیکن مقابلے میں ایرانی فوج اتنی زیادہ تھی کہ اسے مکمل پسپا کرنے کے آثار بظاہر دکھائی نہ دے رہے تھے' حضرت قعقاعؓ نے چند بہادر شہسواروں کا ایک دستہ ترتیب دیا اور خود اس کی قیادت کرتے ہوئے ایرانی فوج کے جرنیل رستم کی طرف پیش قدمی کی وہ تخت پہ بیٹھا ایرانی فوج کو لڑا رہا تھا' ایک زور دار حملے کے ذریعے رستم کے تخت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو چھلانگ لگا کر تخت سے نیچے آیا کچھ دیر مقابلہ کیا جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو بھاگ نکلا مجاہدین نے تعاقب کیا آگے نہر آگئی اس نے بچاؤ کے لئے نہر میں چھلانگ لگا دی لیکن ہلال نامی مجاہد جو اس کے تعاقب میں تھا اس نے بھی نہر میں چھلانگ لگا دی اور اس کو دبوچ لیا۔ ٹانگوں سے گھسیٹ کر باہر لائے اور تلوار سے گردن اڑا دی اور اعلان کردیا گیا کہ ایرانی فوج کے کمانڈر رستم کو مار دیا گیا ہے اس سے ایرانی فوج کے حوصلے ٹوٹ گئے بھگدڑ مچ گئی مجاہدین نے دور تک ایرانی فوج کا پیچھا کیا اور میدان خالی ہوگیا فتح ونصرت مجاہدین کے نصیب میں آئی ہرچند کہ عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بذات خود تو اس معرکے میں بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے لیکن لڑائی کے دوران مسلسل ہدایات جاری کرتے رہے قلعہ کے بالائی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے یہاں سے معرکہ آرائی کا پورا

منظر ان کی نظروں کے سامنے تھا' مسلسل ہدایات جاری کرتے رہے' اس جنگ کی کامیابی میں مجاہدین کے جوش و جذبہ ایمانی کے علاوہ جرنیل کی حسن تدبیر کا بھی بڑا عمل دخل ہے' لہٰذا جنگ قادسیہ میں فتح کا سہرا عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سر باندھا جائے گا۔

جنگی تاریخ میں یہ دستور ہمیشہ مسلم رہا ہے کہ جرنیل کو فوج کی کامیابی و ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ خواہ وہ معرکہ میں بذات خود شریک ہو یا کسی وجہ سے شریک نہ ہوسکے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ باوجود شدید بیمار ہونے کے پھر بھی قلعے کی بالائی منزل سے میدان جنگ میں برسرپیکار مجاہدین کو مسلسل یہ ہدایات جاری کرتے رہے۔

مجاہدو! دائیں طرف بڑھو۔

اب بائیں جانب پیش قدمی کرو۔

مغیرہ تم آگے قدم بڑھاؤ

جریر تم ذرا پیچھے ہٹو۔

نعمان تم تلوار کا وار کرو۔

اشعث آگے بڑھ کر حملہ کردو۔

اور اے قعقاع تم بھی تیزی سے آگے بڑھو۔

اے جان نثاران اسلام اور اے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفا شعار ساتھیو!

شاباش تمہارے قدم رکنے نہ پائیں۔

چشم فلک تمہاری شجاعت' بہادری' بے جگری' جذبہ جہاد اور شوق شہادت پر رشک کناں ہے۔

مجاہدو! تمہاری کامیابی و کامرانی صرف دو قدم پر تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی لیکن لشکر اسلام کا فاتحانہ سفر

جاری رہا۔

○

جنگ قادسیہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد مدائن میں لشکر اسلام کا ایرانیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا یہاں بھی ایرانی کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں اترے تھے۔ یہاں لشکر اسلام کے لئے ایک مشکل یہ تھی کہ ایرانی فوج اور اسلامی لشکر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانی دریا کے کنارے پر مورچہ زن تھے۔ انہوں نے یہاں دفاعی طرز عمل اختیار کیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنے بچاؤ کی خاطر دریائے دجلہ کے تمام پل مسمار کر دیئے تھے۔

فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لئے ضروری تھا کہ لشکر اسلام پیش قدمی کرے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے یہ ایک بڑا ہی پیچیدہ مسئلہ تھا کہ دریا کو کس طرح عبور کیا جائے جبکہ یہ خطرہ بھی پیش نظر تھا کہ دریا کو عبور کرتے ہوئے کنارے پر پہنچنے سے پہلے ہی کہیں دشمن فوج ہم پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ اس صورت میں اس کا پلہ بھاری ہو گا' جبکہ لشکر اسلام ابھی دریا میں ہو گا' کافی غور و خوض کے بعد انہوں نے دو لشکر ترتیب دیئے ایک لشکر کو پہلے دریا عبور کرنے کا حکم دیا' اور اس کا سالار حضرت عاصم بن عمروؓ کو مقرر کیا اور دوسرا لشکر کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے دریا عبور کرے اور اس کی قیادت کا فریضہ حضرت قعقاع بن عمروؓ کے سپرد کیا گیا۔

اس ترتیب میں حکمت کا پہلو یہ تھا کہ جب پہلا لشکر کنارے تک پہنچے گا دشمن فوج اس کے مقابلے میں الجھ جائے گی اور اس طرح دوسرا لشکر اس قابل ہو گا کہ دریا عبور کرتے ہی دشمن پر کاری ضرب لگائے' یہ جنگی سکیم اس قدر کامیاب رہی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے اور جنگی تاریخ مرتب کرنے والے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اسلامی جرنیل نے اللہ پر کامل

بھروسہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو دریا میں اتار دیا زبان پر **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** کا ورد جاری تھا' مجاہدین اپنے گھوڑوں سمیت بے خطر دریائے دجلہ کے گہرے پانیوں میں اتر چکے تھے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ مجاہد آپس میں یوں باتیں کرتے جا رہے ہیں جیسے وہ خشک میدان میں چلے جا رہے ہوں۔ حضرت سلمان فارسیؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے' انہوں نے اس موقع پر ایسے ایمان افروز کلمات کہے جو تاریخ کے اوراق میں سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

انہوں نے فرمایا:

اسلام ایک کامل اور آفاقی دین ہے' اللہ کی قسم اسلام کے ماننے والوں کے سامنے دریا بھی اس طرح ہیچ ہیں جس طرح صحرا۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آج جتنے مجاہد دریا کے پانی میں داخل ہوئے ہیں اتنے ہی سلامتی سے باہر نکل آئیں گے۔ دریا کا گہرا پانی ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دریا عبور کرتے ہوئے کسی بھی مجاہد کی ایک رسی تک بھی ضائع نہیں ہوئی۔ ہاں ایک مجاہد کے ہاتھ سے پیالہ گر گیا تھا' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا پیالہ تلاش کرنے میں میری مدد کرو۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کی ایک لہر میں پیالہ تیرتا ہوا ان کی طرف آرہا ہے' جسے بڑی آسانی سے پکڑ لیا گیا۔

سبحان اللہ ------- اللہ اکبر

اس واقعہ سے متاثر ہو کر علامہ اقبال نے کہا تھا

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر ایرانی یہ پکارتے ہوئے بھاگ گئے۔

دیو آگئے یہ ہمیں ہڑپ کر جائیں گے لیکن ایرانی فوج کا جرنیل **ثابت قدم رہا'** چند ایرانی فوجیوں نے اس کا ساتھ دیا' لیکن پہلے ہی حملے میں ان سب کا صفایا کر دیا

گیا اور مرکزی شہر مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا گیا' شاہ ایران یزدگر پہلے ہی محلات چھوڑ کر بھاگ چکا تھا وہاں سے حاصل ہونے والا تمام مال غنیمت مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔

○

عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جب مدائن شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں ہر طرف سناٹا تھا ہو کا عالم دیکھ کر زبان پر یہ کلام الٰہی جاری ہوا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۙ﴿﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ﴿﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۙ﴿﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿﴾

"کس قدر باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مقام اور نعمت چھوڑ گئے' جس میں خوش و خرم زندگی بسر کرتے تھے اور ہم نے ان چیزوں کا مالک دوسری قوموں کو بنا دیا۔"

مدائن فتح ہوتے ہی عراق مکمل مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اسلامی حکومت کی طرف سے امن و آشتی کا عام اعلان کر دیا گیا تاکہ خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ جانے والے واپس آ جائیں اور اپنے گھروں میں آباد ہوں اعلان سنتے ہی سب لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے جن کے مال و دولت اور عزت و ناموس کا تحفظ کیا گیا۔

عراق پر مکمل قبضہ ہو جانے کی بعد دربار خلافت کی جانب سے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر مقرر کر دیا گیا کسی ملک کو فتح کرنا جس طرح مشکل ہے اس سے بڑھ کر اس مفتوحہ ملک میں نظام کو قائم کرنا ہوتا ہے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جس طرح بحیثیت جرنیل اپنی بہادری اور جرات کا سکہ بٹھا دیا۔ اس طرح بحیثیت حکمران اپنے حسن تدبیر اور انتظامی صلاحیتوں کو بروئے

کار لاتے ہوئے پورے عراق کو تھوڑے ہی عرصے میں ایک مثالی ملک بنا دیا۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ کو اطلاع دی کہ مجاہدین کو فضا راس نہیں آ رہی اکثر کی صحت گرتی جا رہی ہے۔ تو جواب آیا کسی پر فضا جگہ پر ایک نیا شہر تعمیر کیا جائے اور اس میں تمام مجاہدین کو رہائشی سہولت مہیا کی جائے لہٰذا ایک عمدہ جگہ منتخب کر کے وہاں کوفہ شہر آباد کیا گیا اور اس میں اتنی ہی کالونیاں تعمیر کی گئیں جتنے اسلامی لشکر میں قبائل تھے ہر قبیلے کو ایک کالونی رہنے کے لئے دی گئی' کوفہ کے وسط میں ایک وسیع و عریض مسجد بھی تعمیر کی گئی جس میں بیک وقت چالیس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے تھے۔ حسن انتظام کی وجہ سے پورے عراق میں ہر طرف خوشحالی نظر آنے لگی اور سب امن و سکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے عدل و انصاف' جود و سخا' حسن سلوک اور عمدہ طرز عمل سے رعایا بہت خوش تھی لیکن بعض کوفیوں نے اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کو بروئے کار لاتے ہوئے دارالخلافہ کو شکایت ارسال کی کہ ہمارا گورنر نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتا' عبادات میں سست روی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہ شکایت موصول ہوتے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو مدینے طلب کیا آپ تشریف لے گئے امیرالمومنین نے کوفیوں کی شکایت کا تذکرہ کیا' تو آپ بے اختیار ہنس پڑے اور فرمایا:

اللہ کی قسم میں انہیں اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح شاہ امم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ میں پہلی دو رکعت قدرے لمبی پڑھتا ہوں اور دوسری دو رکعت مختصر۔

تسلی ہو جانے کے بعد امیرالمومنین نے انہیں عراق واپس جانے کا حکم دیا' لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

آپ مجھے اس قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جس کا میرے متعلق یہ گمان ہے کہ میں نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتا' اب میں اپنی بقیہ زندگی مدینہ طیبہ میں ہی گزارنا

چاہتا ہوں' آپ مہربانی فرما کر کسی اور کو یہ فریضہ سونپ دیں' لہٰذا امیرالمومنین نے قائم مقام گورنر کو عراق کا مستقل گورنر نامزد کر دیا۔

○

۲۳ ہجری میں امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظمؓ پر ایک مجوسی غلام نے نماز کی حالت میں قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے نزع کے عالم میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی کہ اپنے بعد کسی مناسب شخصیت کو خلیفہ نامزد کر دیں آپ نے کسی خاص فرد کو خلیفہ نامزد تو نہ کیا البتہ چھ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایک بورڈ تشکیل دے دیا اور وصیت فرمائی کہ ان میں سے جو پسند آئے اسے خلیفہ بنالینا۔ ان چھ عظیم المرتبت ہستیوں میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام بھی تھا' امیرالمومنین نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے خلیفہ نامزد کرنے کا اختیار ہوتا تو سعد بن ابی وقاصؓ کو خلیفہ نامزد کرتا' یہ امت کا مسلمہ کا حق ہے جسے وہ پسند کرے اسے خلیفہ منتخب کرے۔ آپ نے یہ بھی وصیت کی کہ اگر سعدؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا جائے تو بہتر ورنہ جو بھی خلیفہ منتخب ہو وہ اس کی خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائے فاروق اعظمؓ اللہ کو پیارے ہوگئے انہیں لحد میں اتار دینے کی بعد کثرت رائے کی بنا پر سیدنا عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا انہوں نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد عراق کا گورنر بننے کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آمادہ کرلیا' آپ نے گورنر کی حیثیت سے عراق پہنچ کر دوبارہ حکومت کا قلمدان سنبھالا تین سال یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وزیر خزانہ سے اختلافات کی بنا پر اس عہدہ سے دستبردار ہوکر دوبارہ سوئے مدینہ رخت سفر باندھ گئے۔ مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق پر انہوں نے اپنے لئے ایک محل تعمیر کرالیا تھا جس میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے' جنگ جمل اور جنگ صفین کے دلخراش حادثے میں حضرت سعد بن ابی

وقاصؓ بالکل الگ تھلگ رہے' انہوں نے اپنے اہل خانہ کو یہ تلقین کر رکھی تھی کہ مجھے مسلمانوں کی اس باہمی چپقلش اور معرکہ آرائی کا کوئی واقعہ بھی نہ سنایا جائے' مجھے یہ سن کر دلی دکھ ہوتا ہے کہ مسلمان کی تلواریں اپنے ہی بھائیوں کی گردنیں اڑا رہی ہیں۔ دونوں طرف قابل احترام ساتھی ہیں' میں کسی کے خلاف تلوار اٹھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

○

۵۴ ہجری کو جب آپ کی عمر اسی (۸۰) برس کی ہوئی مقام عقیق پر واقع اپنے محل میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ موت کا پیغام آگیا' آپ کے فرزند ارجمند زندگی کے آخری لمحات کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ابا جان کا سر میری گود میں تھا آنکھیں تاڑے لگی ہوئی تھیں میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا۔ آپ نے فرمایا بیٹا کیوں روتے ہو؟ مطمئن رہو یقیناً اللہ مجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ میں انشاء اللہ جنت میں جاؤں گا کیونکہ اپنے جنتی ہونے کی بشارت میں نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی ہے' پھر آپ نے الماری کی طرف اشارہ کیا اسے کھولا گیا' اس میں ایک پرانی چادر پڑی ہوئی تھی اسے نکالا گیا' آپ نے فرمایا غزوہ بدر میں یہ چادر میرے زیب تن تھی میں نے اسے بہت سنبھال کر رکھا' مجھے اس کا کفن پہنایا جائے بوسیدہ ہے تو کوئی بات نہیں میری خواہش ہے کہ یہ بابرکت اور تاریخی چادر میرے ساتھ قبر میں جائے۔ یہ کہا اور پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مجاہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں یہ سب سے آخر میں اپنے اللہ کو پیارے ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

یہ اللہ سے راضی اللہ ان پر راضی

اے قادسیہ کے بطل جلیل اے ایران کے فاتح۔

اے مدائن میں اپنی عقل و فراست کے جھنڈے گاڑنے والے۔

اے عراق کے ہردلعزیز گورنر۔

اے دریائے دجلہ میں بے خطر گھوڑے دوڑانے والے۔

اے ایران میں پوجی جانے والی آگ کو ہمیشہ کے لئے بجھا دینے والے۔

اے کوفہ شہر کو آباد کرنے والے۔

اے مدینہ منورہ سے بے حد محبت کرنے والے۔

اے شاہ امم' رسول معظم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنت کی بشارت پانے والے

عظیم جرنیل اور ہردلعزیز حکمران

سعد بن ابی وقاص

الوداع ---------- الوداع

سدا بہار جنت میں خوش رہو' شاداب رہو' جنت کی پرکیف فضاؤں میں سدا پھولوں کی طرح مسکراتے رہو' جنت کی بہاروں سے دل بہلاتے رہو۔

حضرت
عمرو
بن عاص
رضی اللہ عنہ

اے عمرو! آپ کی عقل و دانش اور فہم و فراست کو جب دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ کو سب سے پہلے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے تھا۔ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے عمرو! آپ کی عقل و دانش فہم و فراست کو جب دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ کو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے تھا۔ (عمر بن خطابؓ)

شجاعت' بے خوفی' استقلال' علم و حکمت اور عقل و خرد کا پیکر' ذکاوت و فطانت' عزم و ہمت اور فصاحت و بلاغت کے دھنی' جذبات و عواطف' قلب و نظر اور احساسات پر مکمل قابو پانے والا جوان رعنا' پاک دامن' شریف النفس اور عبادت گزار راہنما' سیادت' قیادت' سیاست اور امارت میں ید طولیٰ رکھنے والا جرنیل' مشکلات و مصائب میں پھنسے ہوئے لشکر اسلام کو اپنے تدبر اور تجربہ کی بنا پر آن واحد میں چھٹکارا دلانے والا عظیم قائد' ہر بات کا برملا اظہار کرنے والا' جری' بہادر اور پر خطر وادیوں میں بے دھڑک کود پڑنے والا مدبر سپاہی' قد چھوٹا اور گٹھا ہوا' پیشانی کشادہ' چہرہ کھلا ہوا' آنکھیں سیاہ اور موٹی موٹی' دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی سردار چلا آرہا ہے۔ اگرچہ اس دور میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا لیکن عمرو بن عاصؓ نے اوائل عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا' جوانی قریش کے نوجوانوں کے ساتھ ہنستے کھیلتے گزری' شعر و شاعری میں شغف محض دل کو بہلانے کے لئے تھا پوری زندگی اس سے مدح سرائی یا ہجو گوئی کا کام نہ لیا۔

مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تصور کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ بچپن سے لے کر آخر تک مال و دولت سے محبت کا اظہار کرتے رہے۔ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تجارت کو بطور پیشہ اختیار کیا' ان کا باپ عاص بن وائل عطریات

کا بہت بڑا تاجر تھا' اسی آبائی پیشے کو اختیار کرتے ہوئے عمرو بن عاص اعلیٰ قسم کے عطریات لے کر شام' حبشہ' یمن اور مصر جایا کرتے تھے۔ اس طرح انہیں مختلف نوعیت کے قبائل اور شخصیات سے مل کر بہت سے تجربات حاصل ہوئے۔ مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں انتہائی زیرک اور تجربہ کار تھے' ان کے دوست واحباب اور قبیلے کے لوگ جب کبھی کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنے سے عاجز آجاتے تو وہ ان کے سپرد کر دیتے۔ یہ منٹوں میں مشکل ترین مسائل کو اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے حل کر دیتے' ان کے قبیلے بنو سہم میں ان جیسا عاقل و فہیم انسان کوئی اور نہ تھا' میدان جنگ اور میدان سیاست میں قابل رشک کارنامے سرانجام دیئے' دور جاہلیت میں قریش کی جانب سے سفیر بن کر حبشہ کے حکمران نجاشی کے دربار میں گئے' اسلام قبول کرنے کے بعد مبلغ اسلام کی حیثیت سے متعدد عرب قبائل کی طرف گئے' حالت کفر میں متعدد جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف خم ٹھونک کر آئے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد شام' فلسطین' مصر اور شمالی افریقہ میں کفر و الحاد کے خلاف تہلکہ مچا دیا' یہاں تک کہ وہ ایک عظیم جرنیل کی حیثیت سے معروف ہوگئے۔ پورے علاقے میں ان کے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی' آپ نے ایک ممتاز سیاستدان' عظیم جرنیل' مصلح' معلم' مبلغ اور عادل حکمران کی حیثیت میں قابل رشک زندگی بسر کی۔

○

وادی مکہ میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے متاثر ہو کر بعض اہم شخصیات حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ سرداران قریش یہ صورت حال دیکھ کر تلملا اٹھے۔ اس کی روک تھام کے لئے سر جوڑ کر بیٹھے۔ بنو ہاشم سے مطالبہ کر دیا گیا کہ تمہارے قبیلے کا جوان ہے جس نے ہمارے اندر افتراق پیدا کر دیا ہے۔ مرد و زن اس سے متاثر ہو کر اپنے آبائی دین کو چھوڑتے جا رہے ہیں یا اسے تم خود قتل کر دو یا

ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اس کا کام تمام کر دیں' اپنے معبودوں کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر اس سیلاب کے آگے ابھی بند نہ باندھا گیا تو یہ ہماری سرداری کو بھی لے ڈوبے گا۔

بنو ہاشم نے قریش کا یہ مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر قریش نے اپنے زیر اثر تمام قبائل سے باہمی مشورے کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا مکمل معاشرتی بائیکاٹ کر دیا اور انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ اس بائیکاٹ کو موثر بنانے میں عمرو بن عاص نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ابولہب نے تو ذلالت و کمینگی کی انتہاء کر دی' جب کوئی تجارتی قافلہ مال واسباب لے کر مکہ پہنچتا تو یہ تاجروں سے مل کر یہ کہتا کہ مسلمان اگر تم سے کھانے کی اشیاء خریدنے کے لئے آئیں تو انہیں اتنی زیادہ قیمت بتاؤ کہ یہ خرید نہ سکیں اس طرح جو مال تمہارا بچ جائے گا میں منہ مانگے دام دے کر تم سے خرید لوں گا' میرے پاس بہت مال ہے اور تمہیں پتہ ہے کہ میں وعدے کا بھی پکا ہوں۔ اس طرح مسلمان بچوں کو بھوک سے بلبلاتا دیکھ کر کھانے کے لئے کچھ خریدنے جاتے لیکن قیمتیں سن کر خریدنے کی سکت نہ پاتے' مایوس ہو کر واپس آجاتے۔ اس تنگی و مشکل کے وقت درختوں کے پتے کھا کر آتش بھوک کو بجھانے کی کوشش کی گئی' علاوہ ازیں جہاں تک بس چلتا مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی جاتی۔ کسی کو تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جاتا اور کسی کو دھکتے ہوئے انگاروں پر پیٹ کے بل لٹایا جاتا اور سینے پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی۔ جسم سے خون اور چربی بہہ کر شعلوں کو ٹھنڈا کرتی' غرضیکہ نہتے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے' اس صورت حال کو دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کر کے حبشہ چلے جانے کا حکم دے دیا۔ چونکہ حبشہ کے حکمران نجاشی کی عدل گستری اور رحم دلی کا چرچا چار سو پھیلا ہوا تھا' اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم مسلمانوں کے لئے حبشہ کو ہی منتخب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل

کرتے ہوئے اسی (۸۰) مرد اور اٹھارہ عورتوں پر مشتمل قافلہ مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ روانہ ہوگیا' حبشہ میں ان اللہ والوں کی خوب پذیرائی ہوئی۔ نجاشی نے اپنے ملک میں امن و سکون سے رہنے کی اجازت دے دی۔ جب قریش مکہ کو پتہ چلا کہ مسلمان حبشہ میں پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں تو پیچ و تاب کھانے لگے۔ پھر وہ اس نہج پر سوچنے لگے کہ نجاشی کو کسی طرح ان کے خلاف برگشتہ کیا جائے اور وہ ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ملک بدر کر دے ورنہ اگر انہیں اسی طرح امن و سکون میسر رہا تو یہ کسی نہ کسی دن ہمارے لئے خطرہ بن جائیں گے۔ لیکن نجاشی کو کس طرح اپنے شیشے میں اتارا جائے کون یہ خدمت بخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔ سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عمرو بن عاص اس کام کو احسن طریق پر سرانجام دے سکتا ہے۔ ایک تو اس کے نجاشی کے ساتھ دیرینہ اور خوشگوار تعلقات ہیں اور دوسرا اسے سلجھے ہوئے انداز میں گفتگو کرنے کا سلیقہ ہے۔ لہٰذا قریش نے یہ طے کیا کہ عمرو بن عاص کو اپنا خصوصی نمائندہ بناکر نجاشی کے پاس بھیجا جائے اور اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا کرنے لئے قیمتی تحائف بھی اس کے ہمراہ بھیجے جائیں۔ عمرو بن عاص نے حبشہ پہنچتے ہی پہلے پادریوں اور وزراء سے ملاقات کی۔ ہر ایک کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کئے اور ساتھ ہی ان سے یہ مطالبہ کیا کہ دربار میں نجاشی کے سامنے میرے موقف کی تائید کرنا۔

جب عمرو بن عاص کو دربار میں حاضری کی اجازت ملی تو وہ شاہی آداب کو ملحوظ رکھتا ہوا دربار میں پہنچا۔ بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہوا اور مودبانہ انداز میں قیمتی تحائف بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کئے۔ تحائف قبول کرنے کے بعد نجاشی نے حبشہ آنے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا بادشاہ سلامت اس دفعہ مجھے میری قوم نے اپنا نمائندہ بناکر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ ایک اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں۔ عرض یہ ہے کہ آپ عدل وانصاف کے پیکر ہیں' آپ کا ملک امن و سکون کا گہوارہ ہے' اس ملک میں کسی ظالم اور فتنہ پرور کو رہنے کی

اجازت نہیں ملنی چاہئے۔ نجاشی نے کہا: بالکل درست کہا آپ نے' واقعی میرے ملک میں کسی فتنہ پرور اور ظالم کو قطعاً اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی میرے ملک کا کوئی باشندہ شرپسند اور فتنہ پرور ہے۔ عمرو بن عاص نے کہا جناب آپ کے ملک کا کوئی بھی باشندہ ظالم نہیں' کچھ شرپسند لوگ ہمارے ہاں سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں' انہیں آپ نے یہاں پناہ دے رکھی ہے' یہ انتہائی ظالم لوگ ہیں انہوں نے ہمارے ہاں فساد برپا کر رکھا ہے' بھائی سے بھائی لڑا دیا ہے' بیٹا باپ کے مقابلے میں آنے سے گریز نہیں کرتا۔ اگر انہیں امن و سکون کے ساتھ یہاں رہنے دیا گیا یہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آپ کے لئے گوناگوں مسائل پیدا کردیں گے۔ ان میں ہمارے عزیز رشتہ دار بھی ہیں۔ آپ انہیں پہلی فرصت میں اپنے ملک عزیز سے نکل جانے کا حکم صادر فرمائیں' ایک اور بات بھی میں آپ کے ذہن نشین کرانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان لوگوں نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین از خود گھڑلیا ہے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بھی نہیں مانتے۔ قریش نے مجھے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کی خدمت عالیہ میں صحیح صورت حال پیش کر کے یہ التجا کروں کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے نکال دیں یا انہیں ہمارے سپرد کردیں۔ جس امن و سکون سے آپ کے زیر سایہ پرلطف زندگی بسر کررہے ہیں' یہ روز بروز بڑھتے جائیں گے ان کی اس پر سکون اور خوشحال زندگی کے دلفریب تذکرے سن کر ان کے دوسرے ساتھی بھی جلد یہاں پہنچنے کے لئے بیتاب ہیں۔

نجاشی نے عمرو بن عاص کی گفتگو بڑی تسلی سے سنی اور کہا عمرو مجھے یہ تو بتاؤ بھلا ظالم آدمی اس طرح خوف زدہ ہو کر پناہ ڈھونڈتا ہے؟

ظالم کبھی اپنا گھر چھوڑ کر اس طرح بھی بھٹکتا پھرتا ہے' جس طرح یہ لوگ بے خانماں ہونے پر مجبور ہوئے ہیں؟

مجھے تو یہ مظلوم دکھائی دیتے ہیں اور تم انہیں ظالم کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص نے کہا جناب ان کی ظاہری صورت کو نہ دیکھیں۔ یہ ظاہر میں گربہ مسکین نظر آتے ہیں اور حقیقت میں بھیڑیئے ہیں۔ ہم ان کو اچھی طرح جانتے ہیں' جناب یہ بڑے ہی ظالم لوگ ہیں۔

اس گفتگو کے دوران موقع پا کر درباری حاشیہ نشینوں اور پادریوں نے مداخلت کرتے ہوئے دست بستہ ہو کر کہا جہاں پناہ ! جان کی امان ہو تو کچھ ہم بھی عرض کریں۔ بادشاہ نے کہا ضرور اجازت ہے۔

سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہماری ادنیٰ سی رائے ہے کہ ان مسلمانوں کو اس وفد کے حوالے کردیا جائے کیونکہ یہ ان کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ ہمیں ان کے باہمی جھگڑے میں نہیں آنا چاہئے۔ یہ ہمارے لئے بدنامی کا باعث ہوگا۔

نجاشی نے غضبناک ہو کر جلالی انداز میں یہ کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں ان مظلوم مسلمانوں کو اس وقت تک آپ کے سپرد نہیں کروں گا جب تک میں خود ان سے بات نہ کرلوں۔

عمرو بن عاص نے کہا ظل سبحانی! یہ لوگ اتنے اکھڑ ہیں کہ بادشاہ کو سجدہ بھی نہیں کرتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ بادشاہ سلامت کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے۔ نجاشی نے عمرو بن عاص کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے ایک قاصد کو مسلمانوں کو بلانے کے لئے بھیج دیا۔ جب نجاشی کا قاصد مسلمانوں کے پاس آیا تو انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ نجاشی سے کیا بات کی جائے اور متفقہ طور پر طے کیا کہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نجاشی سے گفتگو کریں اور باقی وفد کے تمام ارکان خاموشی سے گفتگو سنیں۔ حضرت جعفر باہمی مشورے سے ایک وفد تشکیل دے کر نجاشی کے دربار کی طرف چل دیئے۔ دربار میں داخلے کی اجازت طلب کی' بڑے اعزاز و اکرام سے انہیں اندر بلایا گیا' حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے پاس پہنچ کر "السلام علیکم" کہا۔

یہ منظر دیکھ کر عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا اپنے قریب بیٹھے ساتھی سے کہنے لگا

دیکھا نجاشی کس قدر نرم لہجے اور کریمانہ انداز میں ملا ہے۔

پھر اس نے نجاشی کو مخاطب ہو کر کہا جہاں پناہ! آپ نے دیکھ لیا یہ لوگ کس قدر متکبر ہیں۔ انہوں نے آپ کو جھک کر سلام نہیں کیا بلکہ سب آپ کے سامنے اکڑے کھڑے ہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر سے پوچھا آپ نے مجھے تعظیمی سجدہ کیوں نہیں کیا؟

حضرت جعفرؓ نے برجستہ کہا بادشاہ سلامت ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہے اس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جب آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا کریں۔ یہ سلامتی اور امن کا ایک پیغام ہے جو ہر مسلمان دوسرے بھائی کو ملتے وقت اسے دیتا ہے۔

عمرو بن عاص بات کاٹتے ہوئے بولا بادشاہ سلامت ان کا ابن مریم کے متعلق بڑا عجیب وغریب نظریہ ہے' یہ اسے اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔

نجاشی نے پوچھا اے جعفر! ابن مریم کے متعلق تمہارا نظریہ کیا ہے؟ حضرت جعفرؓ نے کہا: جناب ابن مریم کو اللہ کی روح مانتے ہیں جسے اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پاک دامن مریم پر نازل کیا۔

نجاشی نے یہ جواب سن کر پاس بیٹھے پادریوں سے کہا اپنے اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے سچ سچ بتانا کیا انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان کسی نبی کی آمد کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

سب نے بادشاہ سلامت کے سامنے جھکتے ہوئے عرض کی کہ ہاں یہ بشارت انجیل مقدس میں دی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہو گا' اس پر ایمان لانا وہ اللہ کا بھیجا ہوا سچا نبی ہو گا۔

پادریوں کی زبان سے یہ بیان سن کر نجاشی نے برملا کہا ''اگر مجھ پر حکومت کی

بھاری ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ابھی پیغمبر نبی آخرالزماں کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سوئے مکہ سفر اختیار کرتا۔"

پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا

آپ میرے ملک میں جہاں بھی رہنا پسند کریں آپ کو میری طرف سے اجازت ہے' آپ آج سے سرکاری مہمان کی حیثیت سے حبشہ میں قیام پذیر ہوں گے۔

عمرو بن عاص نے جو قیمتی تحائف قریش کی جانب سے نجاشی کی خدمت میں پیش کئے تھے' نجاشی نے بڑی ہی بے پرواہی سے تحائف مسترد کرتے ہوئے کہا انہیں واپس لے جاؤ' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی میرے دل میں اس قسم کی چیزیں جمع کرنے کا کوئی شوق ہے۔

میرے لئے یہ ملک ہی کافی ہے جو ایک دفعہ چھن جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل و کرم سے مجھے واپس کردیا ہے۔ مجھے تو وہ وقت کبھی نہیں بھولتا کہ جب رعایا نے بغاوت کرتے ہوئے میرے باپ کو قتل کردیا تھا اور میرے چچا کو مسند اقتدار پر بٹھا دیا تھا اور مجھے شاہی محل سے نکال کر کسی عرب تاجر کے ہاتھ فروخت کردیا تھا۔ ایک رات اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ آسمانی بجلی گری اور میرے چچا کو اس نے بھون ڈالا۔ اس کے بارہ بیٹوں میں سے کوئی بھی حکومت چلانے کے قابل نہ تھا مجبور ہو کر رعایا نے مجھے ڈھونڈا اور عرب تاجر کو منہ مانگی رقم دے کر مجھے واپس لے جا کر میری تاجپوشی کی۔

میں تو اللہ کی اس نعمت کو زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ نجاشی اپنے تخت پر جلوہ نشین جذب و مستی کے عالم میں اللہ کی نعمتوں کے گن گائے جا رہا تھا' یہ منظر دیکھ کر عمرو بن عاصؓ اور اس کا ساتھی عمارہ بن ولید کھسیانے ہو کر بغلیں جھانکنے لگے۔ اس سے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے بلند ہوئے۔

حضرت جعفرؓ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے نجاشی کے سامنے پر مغز خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

بادشاہ سلامت ہم بتوں کے پجاری تھے' ظلم و ستم ہماری سرشت میں داخل تھا' ہر عیب ہمارے اندر بدرجہ اتم پایا جاتا تھا' عزت و ناموس کا احساس ہمیں قطعاً نہ تھا' ہماری حالت پر رحم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس نے تھوڑے ہی عرصے میں ہماری کایا پلٹ دی۔

اس کی پاکیزہ تعلیمات نے ہماری سیرت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ ہمیں توحید کا سبق دیا' عبادت الٰہی کی طرف ہمارے دلوں کا رخ موڑا' نماز پڑھنے' زکوۃ دینے' روزے رکھنے' سچ بولنے' صلہ رحمی کرنے اور بے حیائی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی۔ ہمیں یہ تعلیم بھی دی کہ ہم یتیم کا مال نہ کھائیں' کسی پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگائیں اور پڑوسیوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ جب ہم نے ان کی سب باتیں مان لیں تو ہماری زندگیوں کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہم میں سے راہزن راہبر بن گئے۔ دلوں کی حالت یکسر بدل گئی' گناہوں کے شوق کی جگہ نیکیوں کے اشتیاق نے ڈیرے ڈال لئے' آنکھوں نے دلوں کی ترجمانی کرتے ہوئے آنسوؤں کی جھڑی لگانی شروع کر دی۔

قریش اور ان کے حلیف قبائل نے جب ہماری یہ بدلی ہوئی حالت دیکھی تو وہ برداشت نہ کر سکے۔ انہیں اپنا اقتدار چھنتا ہوا نظر آنے لگا تو انہوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے راستوں میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ یہ لوگ ہم پر ظلم و ستم کرنے لگے' ہم ان کے ظلم و استبداد سے تنگ آ کر اپنا محبوب وطن مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے' لٹے پٹے ہوئے' مصائب و مشکلات کے تھپیڑے کھاتے ہوئے ہم یہاں اس امید پر پہنچے کہ ہم پر آپ کی جانب سے کوئی ظلم نہیں ہو گا' آپ کے عدل و انصاف اور رحم دلی و شفقت کی بنا پر ہم امید رکھتے ہیں کہ یہاں ہمیں امن سے رہنے کا موقع دیا جائے گا۔

حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میری یہ تقریر سن کر نجاشی وجد میں آ گیا۔ بڑے ہی محبت بھرے انداز سے مجھے پوچھا

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی ہے اگر اس کا کچھ حصہ تمہیں یاد ہے تو از راہ کرم مجھے بھی سناؤ۔ میں نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں تو وہ نعرہ حق لگاتا ہوا کہنے لگا یہ کلام اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ان کا سرچشمہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔

دربار میں جو پادری موجود تھے قرآن مجید کی آیات سن کر رونے لگے۔

نجاشی نے کہا بخدا ہمیں مزید یہ پاکیزہ کلام سنائیں۔ بڑا ہی لطف آیا' واللہ! یہ تو اللہ کا سچا پیغام ہے۔

حضرت جعفرؓ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے نجاشی سے کہا

جناب آپ ان سے پوچھیں کیا ہم نے ان کا کوئی ناحق قتل کیا ہے؟ کیا ہم ان کے مقروض ہیں؟ کیا ہم ان میں سے کسی کے غلام ہیں' کیا ہم نے ان میں سے کسی کا حق مارا ہے؟ کسی کا مال غصب کیا ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قریش نے ان کو ہماری واپسی کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے؟

نجاشی نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی عمارہ بن ولید سے پوچھا بتاؤ ان کا قصور کیا ہے؟ وہ دونوں بادشاہ کا جاہ و جلال دیکھ کر سہم گئے اور اپنی بغلیں جھانکنے لگے۔

نجاشی نے غضبناک انداز میں عمرو بن عاص سے کہا میرے دربار نکل جاؤ' میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ' اگر ایلچی اور قاصد کو قتل کرنے کی اجازت ہوتی تو تمہاری گردنیں اڑا دیتا چلو دفع ہو جاؤ۔

عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید نگاہیں جھکائے ہوئے بڑے بے آبرو ہو کر قدم گھسیٹتے ہوئے دربار سے باہر آئے۔ مکہ کا رخ کیا' قریش کو تفصیلات سے آگاہ کیا تو مسلمانوں کے خلاف ان کا پارہ اور چڑھ گیا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے درمیان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو

سلامتی سے نکال کر مدینہ پہنچنے کے وسائل پیدا کر دیئے' قریش نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے مدینے تک پیچھا کیا جس کے نتیجے میں جنگ بدر اور جنگ احد کے معرکے بپا ہوئے۔ غزوۂ خندق کی صورت میں مسلمانوں پر یلغار کا اہتمام کیا گیا۔ ان تمام معرکوں میں عمرو بن عاص شریک تو ہوئے لیکن دل ہی دل میں شوکت اسلام سے مرعوب ہو چکے تھے۔ پھر ایک روز دل میں خیال آیا کہ اسلام کا دامن گیر ہونے میں نجات ہے' سرور عالم' شاہ امم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم مدینے کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔

حضرت خالد نے دیکھا کہ عمرو بن عاص چلا آ رہا ہے' تو پوچھا کہاں کے ارادے ہیں؟ انہوں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ ہم تو اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ جا رہے ہیں' حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا یہی لگن مجھے مدینہ لئے جا رہی ہے' ہم ایک ہی منزل کے راہی ہیں اور ایک ہی راستے کے بھٹکے ہوئے مسافر ہیں۔ ہم دلچسپ امور پر باہمی گفتگو کرتے ہوئے ماہ صفر ۸ ہجری کو مدینہ پہنچے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کے رو برو اسلام قبول کیا' آپ نہایت شفقت سے پیش آئے اور ہمیں دیکھتے ہی ارشاد فرمایا "آج مکہ نے اپنے جگر گوشے ہماری طرف پھینک دیئے ہیں" پہلے خالد بن ولیدؓ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر عثمان بن طلحہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی اور اس کے بعد مجھے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

○

اسلام قبول کرنے سے کافی عرصہ پہلے حضرت عمرو بن عاصؓ کا دل اسلام کی طرف راغب ہو چکا تھا لیکن باپ کا رعب و دبدبہ اور سرداران قریش کا طمطراق

اعلانیہ اسلام قبول کرنے کے راستے میں حائل تھا۔ یہ بڑی شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے قدم دن بدن مضبوط ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام کو روز افزوں ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ دنیا میں جو بھی ان کے مقابلے میں آتا ہے اس کو منہ کی کھانی پڑتی ہے' شکست اس کا مقدر بن جاتی ہے' ہر وقت یہی خیال دل میں سمایا رہتا ہے کہ اسلام پورے خطہ میں بڑی تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے' لوگ جوق در جوق اس کی طرف لپک رہے ہیں' مستقبل میں اسلام ہی غالب ہو کر رہے گا' روم و فارس کی طاقت چکنا چور ہو جائے گی۔

ہمارے آباؤ اجداد کی تمام تر معاندانہ کوششیں مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ ان خیالات واحساسات کی چھاپ اس قدر قلب و ذہن پر گہری تھی کہ مسلسل سوچ وبچار میں مستغرق رہتے ہوئے اضطراب و بے چینی کا طبیعت پر غلبہ رہتا' جب یہ احساس بہت زیادہ شدت اختیار کر گیا تو آپ نے ان ساتھیوں کو جمع کیا جو ہر معاملے میں ان کی بات کو حرف آخر سمجھتے تھے اور جو راستہ یہ تجویز کر دیتے اسی پر چلنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے احباب سے کہنے لگے مجھے تو یوں محسوس ہوتا کہ مسلمانوں کے عروج و سربلندی کا ستارہ اوج ثریا پر پہنچنے والا ہے' لوگ بڑی تیزی سے ان کے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں' جو مقابلہ پر آتے ہیں شکست ان کا مقدر بن جاتی ہے' ایسے نازک وقت میں ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم حبشہ چلے جائیں۔ نجاشی رحم دل بادشاہ ہے' ہمیں وہاں پناہ مل جائے گی۔ مسلمانوں کے تابع ہو کر رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم نجاشی کے سایہ عاطفت میں چلے جائیں۔ اس طرح ہمیں ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ اگر مسلمان ہمارے علاقے پر قابض ہو گئے تو ہم ان کے ظلم و ستم سے بچ جائیں گے اور اگر ہماری قوم غالب آ گئی تو ہمارے دوبارہ یہاں آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ سب ساتھیوں نے میری رائے سن کر کہا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو' ہمیں یہ تجویز منظور ہے' ہم تمہاری قیادت میں بخوشی حبشہ جانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کہا ہمیں

چند قیمتی تحائف بھی اپنے ساتھ لے جانے چاہئیں تاکہ نجاشی کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ اس طرح اس کے دل میں ہمارے لئے نرم گوشہ بھی پیدا ہو جائے گا' ہم نے عمدہ' نفیس اور اعلیٰ قسم کا چمڑا اور چند دیگر اشیاء بطور تحفہ خریدیں اور حبشہ کا رخ کیا۔ راستوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے ہم حبشہ پہنچے۔ نجاشی کے دربار میں سر کو مودبانہ انداز میں جھکاتے ہوئے داخل ہوئے۔ تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ جب ہم دربار میں داخل ہو رہے تھے تو ہم نے عمرو بن امیہ ضمری کو دربار سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ یہ مسلمانوں کی جانب سے سفیر بن کر آیا تھا جب نجاشی نے میرے تحائف کو بخوشی قبول کیا تو میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا بادشاہ سلامت یہ جو ابھی آپ کو مل کر گیا ہے از راہ کرم اسے میرے سپرد کر دیجئے میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ میری زبان سے اس جملے کا نکلنا تھا کہ نجاشی شاہانہ انداز میں غضبناک ہو کر بولا تم اس عظیم انسان' سلطان انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ جس پر وہ فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا رہا جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہ السلام پر پیغام لے کر نازل ہوتا رہا ہے کچھ اللہ کا خوف کرو' میں بادشاہ کے جاہ و جلال کو دیکھ کر سہم گیا' بدن پر کپکپی طاری ہو گئی' نجاشی کا غصہ کافور ہوا تو بڑے دھیمے انداز سے کہنے لگا

اے عمرو! تم میرے دیرینہ دوست ہو' مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میری بات مانو اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کر لو' اچھے رہو گے۔ وہ برحق نبی ہے' ان کے سچا ہونے میں مجھے ذرہ برابر بھی کوئی شک نہیں۔ وہ اپنے دشمنوں پر اسی طرح غالب آجائے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے مدمقابل فرعون پر غالب آ گئے تھے۔ میں نے کہا بادشاہ سلامت! یہ بات آپ پورے یقین سے کہہ رہے ہیں؟ اس نے کہا ہاں مجھے اس کی صداقت پر اسی طرح یقین ہے جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد دن کا یقین ہوتا ہے' میں پہلے بھی دلی طور پر اکھڑ چکا تھا۔ میں نے کہا بادشاہ سلامت اگر یہ حقیقت ہے تو میں بلا تاخیر ابھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ نجاشی

نے خوشی سے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ہوئے بیعت کی۔ پھر بیعت کی تجدید کے لئے مدینہ کا سفر اختیار کیا تاکہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرکے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہوئے ببانگ دہل اعلان کر دیا جائے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا۔ راستے میں میری ملاقات خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ سے ہوئی۔ پھر ہم تینوں مدینہ منورہ پہنچے' اپنی اونٹنیاں مسجد نبوی کے باہر باندھ دیں۔ نہائے' کپڑے بدلے' نماز عصر کی اذان ہو چکی تھی' نماز کے بعد ہم دربار رسالت میں پیش ہوئے۔ اس طرح نصیب جاگے اور تینوں مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے کہا۔ اے عمرو! آپ کی عقل و دانش' فہم و فراست کو جب دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ کو تو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا چاہئے تھا۔ میں نے کہا .

اے عمر! انسانوں کے دل اس ذات کے قبضے میں ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اس نوعیت کی سعادت اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب اسے منظور ہو' اس میں انسان کی عقل و فراست کا کوئی دخل نہیں۔ اب بھی یہ سعادت نصیب ہوئی تو میں اسے اپنے لئے خوش قسمتی سمجھتا ہوں اور میں اس وقت کو اپنے لئے سرمایہ حیات سمجھتا ہوں کہ جب میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے' میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے جواب دیا' شرمندگی سے میری نگاہیں جھکی ہوئی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دی۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھتے ہی عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ میرے پچھلے تمام گناہ معاف کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ہجرت

بھی پہلے تمام گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتی ہے۔
میں نے عزم راسخ سے اسلام قبول کیا تھا' میرے یقین کامل اور پختہ ارادے کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی مجھے معرکہ ذات السلاسل کے لئے اس لشکر کا امیر مقرر کیا گیا جس میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے اور اس کے بعد بہت سی خطرناک مہمات میں قیادت کے فرائض سرانجام دینے کا اتفاق ہوا۔ یہ اعزاز ان کی عقل و دانش' فہم و فراست' زود فہمی' جرات مندی اور سیاسی بصیرت کی بنا پر حاصل ہوا۔ ان کا شمار عرب کے ان چار مشہور قائدین میں ہوتا ہے' جن کی قائدانہ صلاحیتوں کے عرب و عجم قائل تھے اور وہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ' مغیرہؓ بن شعبہ' زیادؓ بن ربیعہ اور عمرو بن عاصؓ تھے۔

○

مکہ مکرمہ پر مکمل فتح حاصل کر لینے کے بعد شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور اس کے گردو نواح میں قائم بت خانوں کو منہدم کرنے کا ارادہ کر لیا تاکہ شرک کے تمام مراکز کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ جس کے گھر میں بت ہے اسے اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ ڈالے۔ بیت اللہ میں موجود تمام بت ریزہ ریزہ کر دیئے گئے' اللہ کے محترم گھر کو بتوں کی آلائش سے بالکل پاک کر دیا گیا اور مکہ کے گردو نواح میں قائم بت خانوں کو منہدم کرنے کے لئے بعض صحابہ کرام کو منتخب کیا گیا' حضرت خالد بن ولیدؓ کو عزیٰ نامی بت توڑنے کے لئے روانہ کیا گیا' حضرت سعدؓ بن زین اشہلی کو منات بت کے پرخچے اڑانے کے لئے بھیجا گیا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو سواع نامی بت ملیا میٹ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ بت مکے سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر نصب کیا گیا تھا۔

یہ حضرت شیث بن آدم کے بیٹے سواع کے نام پر بنایا گیا تھا۔ نوح علیہ السلام کی قوم سے اس کی پوجا جاری تھی۔ ہذیل قبیلہ اس کا متولی تھا۔ جب حضرت عمرو بن عاصؓ وہاں پہنچے تو اتفاقاً صرف ایک مجاور موجود تھا۔ اس نے پوچھا آپ کیسے یہاں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس بت کو منہدم کرنے کے لئے آیا ہوں تاکہ شرک کی جڑ کو اکھاڑ پھینکا جائے۔ وہ کہنے لگا آپ یہ کام نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے اس معبود میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اپنی توہین کرنے والے کو مزا چکھا دے۔ آپ پورے جوش و ولولے سے نعرہ تکبیر لگاتے اس پر پل پڑے۔ چشم زدن میں اسے ریزہ ریزہ کردیا اور پھر فاخرانہ انداز میں مجاور سے کہا کیوں بھئی اب کیا خیال ہے؟ وہ یہ منظر دیکھ کر کانپ رہا تھا۔ لرزتے ہوئے انداز میں کہنے لگا یہ اس قدر کمزور ہے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا۔ یقیناً ہمارے دماغ کا خلل ہے' یہ ہمارا معبود نہیں ہوسکتا۔ کسی مصیبت میں ہمارے کام نہیں آسکتا' واقعی ہم غلطی پر ہیں' آپ سچے ہیں۔ میں بھی آج سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔ میں ان بتوں کی آلائش سے اپنے دامن کو پاک کرتے ہوئے اللہ وحدہ لا شریک کے آگے اپنا سر جھکاتا ہوں۔ آج مجھ پر حقیقت منکشف ہوگئی ہے کاش میں نے اپنی زندگی شرک کی دلدل میں نہ گزاری ہوتی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بغیر کسی مزاحمت کے سواع بت کو پاش پاش کردیا۔

ابن جریر لکھتے ہیں کہ سواع حضرت آدم علیہ السلام کا پوتا تھا اور حضرت شیث علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ جب یہ فوت ہوگیا تو اس کی دینی عظمت و جلال کی وجہ سے عقیدت مندوں نے اس کا مجسمہ بنالیا۔ دھیرے دھیرے اس کی پوجا شروع ہوگئی۔ اس مجسّمے کی پوجاپاٹ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہو رہی تھی۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے نیک' پارسا اور برگزیدہ ہستیوں کے مجسّمے بڑی عقیدت سے تیار کئے۔ پہلے ان مجسّموں کی صرف تعظیم و تکریم ہوتی تھی پھر شیطان نے انہیں ان کی عبادت پر اکسایا تو لوگوں نے ان کی پوجاپاٹ شروع کردی۔

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرق میں واقع ایک ریاست تھی جس کا نام عمان تھا اور اب یہ یمن کا دارالحکومت ہے۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہاں کے باشندے آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ انہیں دین حق کی دعوت دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو عمان کی طرف روانہ کیا۔ وہاں جیفر اور عباد نامی دو حقیقی بھائی حکومت کرتے تھے اور وہ بھی رعایا کی طرح آگ کے پجاری تھے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کی دعوت دینے کے لئے ان دونوں بھائیوں کی طرف ایک خط بھی لکھا جس میں یہ تحریر تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کی طرف سے جیفر اور عباد کے نام' جس نے ہدایت کی پیروی و اطاعت اختیار کی اسے امن و آشتی نصیب ہو گی۔ اسلام قبول کرلو امن وسلامتی میں رہو گے۔

مجھے پوری کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار کروں اور کافروں پر حجت پوری کر دوں۔ تم دونوں بھائی اگر اسلام قبول کرلو گے تو میں تمہیں بدستور اس علاقے کا حکمران رہنے دوں گا۔ اگر انکار کرو گے تو تمہاری حکومت چھن جائے گی اور تمہارا انجام عبرت ناک ہو گا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ یہ خط لے کر تنہا یمن کی طرف روانہ ہوگئے چونکہ آپ کو عقل و خرد کا وافر حصہ قدرت کی جانب سے ودیعت ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے یمن میں پہنچ کر جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ہر قدم بڑے غور و فکر' سوچ و بچار اور تدبر کے بعد اٹھایا۔ آپ نے اپنی سیاسی بصیرت کی بنا پر اس بات کا بخوبی جائزہ لیا

کہ دونوں بھائیوں کے عادات و اطوار کیا ہیں۔ غور و تدبر کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ چھوٹا بھائی عباد نرم دل ہے اور وہ زیادہ لالچی بھی نہیں ہے تو آپ نے فیصلہ کرلیا کہ پہلے اس سے ملاقات کی جائے' آپ کا تیر صحیح نشانے پر پڑا۔ عباد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خط سے اس نے بہت گہرا تاثر قبول کیا' اسے بار بار پڑھا اور آب دیدہ ہوا۔ چشم پرنم' آنسوؤں کی لڑی بدن میں لرزہ' دل میں اضطراب' مستقبل کی فکر' خوف و امید اور حسرت و یاس کی ملی جلی کیفیت کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہمارے دین کو قبول کرنے سے دونوں جہاں کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اگر تم اسے قبول کرلو گے تو یہ ملک بدستور تمہارے قبضے میں ہی رہے گا۔ ہمارا مشن حکومت چھیننا نہیں بلکہ حکمرانوں کو اللہ کے احکامات کے تابع کرنا ہے۔ تم مطمئن رہو اگر ہماری دعوت کو قبول کرلو گے تو یہاں تمہاری ہی حکومت رہے گی۔ تمہاری دنیا بھی بن جائے اور آخرت بھی۔ عباد نے کہا تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں کاش میرا بھائی بھی اس حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ وہ بڑا ضدی ہے اور حکومت کے معاملے میں بڑا ہی حریص واقع ہوا ہے۔ پھر عباد نے پوچھا تم کب مسلمان ہوئے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں کے خلاف لڑتے دیکھا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے وہ ہدایت دینا چاہے اس کے سینے میں اسلام کے لئے انشراح پیدا کردیتا ہے۔ اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی۔ میں تہہ دل سے اس کا شکر گزار ہوں۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بھائی جیفر سے ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا' عباد نے اپنے بڑے بھائی کو وہ تمام گفتگو سنادی تھی جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ چند دن کے بعد جیفر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنے دربار میں بلایا۔ آپ نے سب سے پہلے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

اسے دیا۔ اس نے خط کو بڑے غور سے پڑھا پھر بڑے طمطراق سے کہنے لگا اگر میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول نہ کروں تو؟

حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا اس کا جواب خط کے آخر میں لکھا ہوا ہے' اسے دوبارہ پڑھ لیں۔

اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ اس قسم کے خط دوسرے سربراہان مملکت کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں اور بعض نے انہیں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا وہ سب ہماری زد میں ہیں' ان کا انجام بھی عنقریب دیکھ لو گے۔ پہلے تو جیفر بڑا غضبناک ہوا' اس طیش میں سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا اور یہ دھمکی بھی دے دی جاؤ جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ہم بھی کوئی چوڑیاں پہن کر نہیں بیٹھے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا اور کہا میں اس خط کا جواب کل دوں گا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ دربار سے اٹھ کر چلے گئے جیفر نے خط کو بار بار پڑھا جب وہ اس جملے پر آتا تو رک جاتا "اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ حکومت بدستور تمہارے پاس رہے گی۔"

یہ جملہ اس کی لالچی طبیعت کی بنا پر کایا پلٹنے کا باعث بنا۔ جب دوسرے دن حضرت عمرو بن عاصؓ دربار میں پہنچے جیفر نے تلخ انداز اختیار کیا لیکن آہستہ آہستہ اس کی طبیعت میں نرمی پیدا ہونے لگی۔ جیفر نے معاملے کی نزاکت کو سمجھ لیا اور اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ پھر دونوں بھائیوں کو کلمہ شہادت پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کر لیا گیا جب اس واقعہ کا رعایا کو پتہ چلا تو وہ بڑی تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے عمان کے تمام باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنی سیاسی بصیرت سے پورے ملک کو اسلام کا گرویدہ بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ پورا عمان مسلمان ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ چند دن بعد ان کی تعلیم و تربیت کے لئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ عمان بھیجا۔ آپ وہاں دو سال تک ان لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے۔ اسی دوران انہیں یہ غمناک خبر ملی کہ آقا دو جہاں سرور عالم شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور فوری طور پر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تاکہ آئندہ کے لئے دربار خلافت سے ہدایات حاصل کر کے دین حق کی سربلندی کی خاطر کام کیا جائے۔

○

مدینے سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر وادی ذات القری میں قبیلہ قضاعہ آباد تھا۔ یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ اس قبیلے نے مدینے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا جب یہ خبر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا تاکہ دشمن کو اسکے علاقے میں جا کر پیش قدمی سے روک دیا جائے۔ جنگی تاریخ کے ہر دور میں اس اقدام کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کہ دشمن کو اس کے مرکز سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کو لے کر جمادی الثانی ۸ ہجری کو وادی ذات القری کے قریب "سلاسل" نامی چشمے کے قریب پہنچے تو وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہاں پہنچ کر آپ کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ دشمن ہمارے مقابلے میں تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ میرے پاس صرف تین سو مجاہدین اور صرف تین گھوڑے ہیں۔ حضرت ارفع بن لیث کو مدینہ روانہ کیا اور شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید کمک کی درخواست کی اور میدان جنگ کی صورت حال

سے تفصیلی آگاہ کیا۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں مزید دو سو مجاہدین کو روانہ کیا اور نصیحت فرمائی کہ دیکھنا باہمی نزاع سے اجتناب کرنا۔ ان مجاہدین میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔

جب یہ قافلہ منزل مقصود پر پہنچا تو پورے لشکر کی قیادت کا مسئلہ پیدا ہوا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کا موقف یہ تھا کہ پورے لشکر کا سپہ سالار میں ہوں۔ مجھے مدد بہم پہنچانے کے لئے دوسرا لشکر بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا نظریہ یہ تھا کہ چونکہ میرے ساتھ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت ہے اس لئے پورے لشکر کی قیادت کا حق میرا ہے۔ لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ چونکہ بڑے پختہ ارادے کے مالک تھے اور کامیاب جرنیل کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ جو موقف بھی اختیار کرتا ہے اس میں کسی قسم کی لچک کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کا یہ انداز دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے خاموشی اختیار کرلی اور ان کی قیادت و امارت کو تسلیم کرلیا۔ چونکہ ان کے پیش نظر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ میدان جنگ میں باہمی نزاع سے اجتناب کرنا۔ عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کے دل میں یہ احساس تھا کہ یہ مہم سر کرنے کے لئے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا ہے لہٰذا یہ اعزاز میرے لئے سرمایہ حیات ہے۔ دوسرا قافلہ تو میرے مطالبے پر میری مدد کے لئے بھیجا گیا ہے لہٰذا اس قافلے کو میری قیادت میں جنگ لڑنی چاہیے۔ سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے امامت کے فرائض سرانجام دینا بھی میری ذمہ داری ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جب اس میدان میں پہنچے جہاں قبیلہ قضاعہ مقابلے کے لئے پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ پہنچتے ہی اچانک ان پر زوردار حملہ کردیا انہیں سنبھلنے ہی نہ دیا گیا۔ بہت سے دشمن فوجی میدان میں تہ تیغ

کردیئے گئے اور باقی بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے تمام مجاہدین کو خبردار کیا کہ کوئی بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا نہ کرے۔

سردی بڑی شدید تھی' مجاہدین نے تاپنے کے لئے آگ جلانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے سختی سے منع کر دیا کہ کوئی مجاہد آگ نہ جلائے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو بہت غصہ آیا کہ یہ کس نوعیت کی پابندیاں ہیں لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے ارشاد فرمایا عمر صبر کرو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی اسے امیر لشکر نہیں بنا دیا۔ کوئی خوبی دیکھ کر ہی اسے یہ اعزاز عطا کیا گیا ہے۔ مجاہدین نے بڑا اصرار کیا کہ فاتح قوم کا حق ہے کہ وہ دشمن کا پیچھا کر کے مکمل طور پر اس کا خاتمہ کر دے۔ لیکن عظیم جرنیل نے کہا کہ اگر کسی نے میری حکم عدولی کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ خبردار کوئی مجاہد دشمن کا پیچھا نہ کرے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ پہلی جنگ تھی جس میں انہیں قیادت سونپی گئی اور عظیم فتح حاصل کر کے واپس لوٹے۔ جب شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جنگ کی روائیداد سنائی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ پیار بھرے انداز سے پوچھا کہ تم نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرنے سے مجاہدین کو کیوں روکا تھا؟

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں مجاہدین تعاقب کرتے ہوئے دشمن کے علاقے میں دور تک نہ نکل جائیں۔ اس طرح چند قیمتی جانیں تلف ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے سختی سے انہیں منع کر دیا۔

واقعی کامیاب جرنیل کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی زیر کمان فوج کے تحفظ کا پورا خیال رکھے۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے سخت سردی کے موسم میں مجاہدین کو آگ جلانے سے کیوں روکا؟

عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس لئے روکا کہ اگر میدان میں آگ روشن کی گئی تو دشمن پر ہماری قلیل تعداد واضح ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ

ہو کہ ہمیں تھوڑا دیکھ کر وہ دوبارہ ہم پر حملہ آور ہو جائیں۔ دل میرا بھی کرتا تھا کہ آگ تاپی جائے' واقعی سردی بہت تھی۔ لیکن میرے نزدیک میدان جنگ میں پڑاؤ کے دوران آگ جلانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ توجیہات سن کر خوشی کا اظہار کیا۔

آج بھی اس جدید دور میں جنگ کے دوران باقاعدہ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی بھی گھر میں رات کو آگ نہ جلائی جائے۔ اس بلیک آؤٹ کا آغاز عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنی جنگی حکمت عملی اور فہم و فراست کی بنا پر کیا' جسے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اپنایا گیا ہے اور اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس پہلے مرحلے پر اسلامی لشکر کی قیادت کا حق ادا کیا۔

کامیاب جرنیل کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ حملہ کرنے سے پہلے دونوں فوجوں کا موازنہ کرے' اگر ضرورت محسوس ہو تو مزید کمک مرکز سے حاصل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جائزہ لیتے ہی دارالخلافہ مدینہ طیبہ سے فوجی کمک طلب کی۔

کامیاب جرنیل اسے اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے کہ زیر کمان فوجیوں کی سلامتی کا حتی الامکان خیال رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ اس جنگی سفر میں نہایت محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے چلے۔ رات کی تاریکی میں سفر کرتے اور دن کے اجالے میں کسی ایسی جگہ پڑاؤ کرتے کہ کسی کو خبر تک نہ ہو۔ عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ میں سیاسی بصیرت' جرات و شجاعت' مستقل مزاجی' زود فہمی اور فوری فیصلہ کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ انہی خوبیوں کی بدولت جنگ سلاسل میں انہوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کامیابی پر خوش ہو کر یہ ارشاد فرمایا:

استعد یا عمرو لفتح الجدید "اے عمرو نئی فتوحات کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

بلاشبہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا یہ جملہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ اس میں ان کی جنگی خدمات کا برملا اعتراف کیا گیا ہے۔

○

سرور عالم شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ سال بھرپور زندگی بسر کرنے کے بعد رفیق اعلیٰ رب العالمین کی طرف کوچ کر گئے۔ جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا' فاروق اعظمؓ نے محبت بھرے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا:

جس نے میرے آقا کے بارے میں کہا کہ وہ وفات پا گئے ہیں' میں ان لوگوں کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات پہ قابو پانے کے لئے چشم پرنم اور دل پر غم سے آہیں بھرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت

''جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے اور جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا تو یقیناً وہ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔''

صبر کا دامن تھامے رکھیں' گھبرانے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر ہم گامزن رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا نظام جاری و ساری رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ بڑی آزمائش کا نازک ترین وقت تھا۔ وہ قبائل جو ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بھانت بھانت کی بولیاں

بولنے لگے' کوئی کہنے لگا کہ اگر وہ سچے نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ کوئی کہنے لگا کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوۃ نہیں دیں گے' غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ بعض اشخاص نے موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر دیا' ہر طرف فتنوں نے سر اٹھایا' ان خطرناک فتنوں کی یلغار پر قابو پانے کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے کمال جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے گیارہ لشکر ترتیب دیئے اور گیارہ ہی جھنڈے بنائے۔ ہر لشکر کے سردار کو ایک ایک جھنڈا عنایت کیا اور فتنوں کی سرکوبی کے لئے مختلف اطراف میں روانہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد کو سرنگوں کرنے کے لئے بزاخ علاقے میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب وہ شکست کھا جائے تو پھر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کے لئے بطاح کے علاقے کی طرف کوچ کر جانا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کو قضاعہ قبیلے سے نپٹنے کے لئے بھیجا گیا۔

شرحبیل بن حسنہ کو حکم دیا کہ پہلے عکرمہ بن ابی جہل سے مل کر مسیلمہ کذاب کو تہ تیغ کریں اور وہاں سے فارغ ہو کر حضر موت میں آباد بنو کندہ قبیلے پر حملہ آور ہوں۔

سوید بن مقرن کو یمن میں آباد اہل تہامہ سے نبرد آزما ہونے کا حکم دیا۔

حذیفہ بن محصن کو عمان روانہ کیا تاکہ وہاں کے سردار لقیط بن مالک کا مقابلہ کریں۔ حضرت سعد کو بنو سلیم اور بنو ہوازن کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا۔ خالد بن سعید بن عاصؓ کو شام کی طرف روانہ کیا' مہاجر بن ابی امیہ کو اسود عنسی کی سرکوبی کے لئے صنعاء بھیجا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اور اسی طرح عرفجہ بن ہرثمہ کو اہل مہرہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی جانب سے یہ ایک ایسا جرات مندانہ اقدام تھا جس

سے سرزمین عرب میں تہلکہ مچ گیا۔ فتنوں کو فروغ دینے والی قوتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے تشکیل دیئے گئے گیارہ لشکر تفویض کئے گئے مقامات کی طرف روانہ ہوگئے اور ہر لشکر نے اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر اسلام کی سربلندی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کفر سرنگوں ہوا' فتنہ ارتداد اپنی موت مرگیا' مدعیان نبوت کو تگنی کا ناچ نچایا گیا' عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنی سیاسی بصیرت اور قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قضاعہ قبیلے پر مکمل تسلط قائم کرلیا چونکہ قبیلہ قضاعہ سے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی مقابلہ کیا تھا اور اسے عبرت ناک سزا دی تھی۔ اس قبیلے نے جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سنی تو اس نے بھی ارتداد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے زکوۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اس قبیلے کی عادات واطوار سے بخوبی واقف تھے اور ان راستوں کا بھی انہیں اچھی طرح علم تھا جو ان کے علاقے کی طرف جاتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں اس قبیلے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا یہ انہی راستوں پر چلتے ہوئے اور اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے قبیلہ قضاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا' شکست پھر ان کا مقدر بنی۔ عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوئے۔ قبیلہ قضاعہ کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کیا اور ان سے زکوۃ وصول کرکے مرکزی بیت المال کے لئے روانہ کی۔

○

فتنہ ارتداد پر مکمل قابو پالینے کے بعد خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے عراق' ایران اور شام پر فتح حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر بن خطابؓ' حضرت عثمان بن عفانؓ' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ' حضرت زبیر بن عوامؓ' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ' حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ' حضرت معاذ بن جبلؓ' حضرت زید بن ثابتؓ' حضرت ابی

بن کعبؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے مشورہ کیا گیا۔

عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ مسیلمہ کذاب کے خاتمے کے بعد یمامہ میں قیام پذیر تھے اور عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ قبیلہ قضاعہ پر قابو پانے کے بعد اسی علاقے میں موجود تھے۔ عظیم جرنیل حضرت مثنی بن حارثہؓ عراق سے تشریف لائے اور وہاں کی تازہ ترین صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عراق پر فتح حاصل کرنا بہت آسان ہے اور اسی طرح ایران پر بھی آسانی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ مشورے کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دربار خلافت میں بلایا گیا انہوں نے حضرت مثنی بن حارثہؓ کی روائیداد کو سامنے رکھتے ہوئے عراق کی طرف پیش قدمی کی تجویز کو مناسب قرار دیا۔

عراق و ایران پر فتح حاصل کر لینے کے بعد شام کی طرف پیش قدمی کے لئے چار لشکر ترتیب دیئے گئے اور ان چاروں لشکروں کے سپہ سالار عظیم المرتبت چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقرر کیے گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو حمص کی طرف روانہ کیا گیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین کی جانب' حضرت شرحبیل بن حسنہ کو اردن کی جانب' یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ لیکن ان چاروں لشکروں پر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو سالار اعظم مقرر کیا گیا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کی دلی خواہش تھی کہ چیف آف سٹاف انہیں مقرر کیا جائے لیکن حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان پر ترجیح دی گئی۔ اس لئے کہ یہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی نسبت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور انہیں رسالت ماب کی جانب سے امین امت کا خطاب بھی مل چکا تھا۔ اس بنا پر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ انہیں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے' عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ ۹ ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے فلسطین کی جانب روانہ ہوئے' شاہ روم کو جب مسلمانوں کی پیش قدمی کا علم ہوا تو اس نے بھی مقابلے کے لئے ایک لاکھ فوجیوں پر مشتمل لشکر تیار کیا تاکہ مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگائی

جائے کہ یہ دوبارہ نہ اٹھ سکیں۔ جب رومی فوج کا ہراول دستہ جو دس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا سامنے آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک ہزار مجاہدین کا کمانڈر بنا کر اس پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا اور خود آٹھ ہزار مجاہدین کو لے کر دوسری طرف سے حملہ آور ہوگئے۔ رومیوں پر یہ حملہ اس قدر زوردار تھا کہ وہ سنبھل نہ سکے۔ پہلے ہی مرحلے پر رومی فوج کا جرنیل مارا گیا' ان کے حوصلے پست ہوگئے' پسپائی ان کا مقدر بنی۔ ان میں سے سات سو کو حراست میں لے لیا گیا۔ میدان جنگ سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔

میدان جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ نے سالار اعلیٰ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے لکھا کہ میں اس وقت فلسطین میں ہوں۔ ہمارا مقابلہ رومیوں کے ایک بہت بڑے لشکر سے ہوا وہ ایک لاکھ تھے اور ہم نو ہزار۔ ان کے پندرہ ہزار شہسوار قتل ہوئے اور ہمارے صرف ایک سو تیس شہید۔ سات سو رومی فوجی ہماری حراست میں آئے۔ مال غنیمت میں بہت سا مال ہمارے ہاتھ لگا' رومی فوج کا جرنیل پہلے ہی مرحلے پر مارا گیا ہے۔ میرے لئے کوئی حکم ہو تو میں برضا و رغبت تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہوں۔

شامی افواج کا سپہ سالار ارطبون فلسطین سے بھاگ کر مصر پہنچ گیا۔ امیر المومنین بیت المقدس کے دورے پر تشریف لائے تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر پر فوج کشی کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر فوری طور پر مصر کو سرنگوں کرنے کے لئے کوئی اقدام نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ شامی افواج کا مصر میں روپوش جرنیل ارطبون لشکر تشکیل دے کر دوبارہ خم ٹھونک کر ہمارے مقابلے پر آجائے گا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے ہمیں مصر کو فتح کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے اور ہمیں ایک لمحہ کے لئے بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے' اگر ابھی ہم مصر کی طرف کوچ کرکے وہاں کے اہم مقامات پر قابض ہو جائیں تو ایک بڑے خطرے سے بچ سکتے ہیں لیکن چند وجوہ کی بنا پر امیر المومنین نے فوری طور پر

مصر کی طرف اسلامی لشکر کو کوچ کرنے کا حکم نہیں دیا' اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شام کے شمالی علاقہ جات ابھی سرنگوں نہیں ہوئے تھے' وہاں بدستور مسلمانوں کے خلاف شورش برپا تھی' حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے تابڑ توڑ حملوں سے یہ علاقہ اسلامی حکومت کا حصہ بنا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ فلسطین میں سمندر کے ساحل پر واقع سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ ابھی دشمن کے قبضے میں تھا' اسے یونہی چھوڑ کر دوسرے ملک کی طرف توجہ مبذول کرنا خطرے سے خالی نہ تھا' امیر معاویہؓ نے کمال جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قلعے پر قبضہ کیا۔ یوں داخلی خطرات سے مسلمان مامون و محفوظ ہوگئے اور پھر سرزمین عرب میں ہولناک قسم کا قحط پڑ گیا' قحط ختم ہوا تو پورے فلسطین میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ جب ان تمام مصائب و مشکلات سے چھٹکارا ملا تو امیر المومنین نے عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں مجاہدین کا لشکر مصر روانہ کر دیا۔

سرسبز و شادابی کے اعتبار سے مصر اس وقت دنیا بھر میں مشہور تھا۔ علوم و فنون اور صنعت و حرفت کے اعتبار سے مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ غلہ' کپاس اور سوتی کپڑا بیرونی ممالک کو بھیجا جاتا۔ غرضیکہ مصر تہذیب و تمدن اور صنعت و تجارت کے لحاظ سے پرکشش عالمی منڈی بن چکا تھا۔

تجارتی بیڑے برابر بحر روم اور بحر قلزم میں گشت کرتے رہتے تھے' حضرت عمرو بن عاصؓ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے اس قدیم راستے پر چل کر سرزمین مصر میں داخل ہوئے جس راستے پر چل کر حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تھے' ایشیاء اور افریقہ کے درمیان تجارتی راستہ بھی یہی تھا' حضرت عمرو بن عاصؓ اس راستے سے خوب اچھی طرف واقف تھے کیونکہ تجارت کے سلسلے میں کئی بار وہ اس راستے سے گزرے تھے۔ رومیوں کو جب لشکر اسلام کی پیش قدمی کا علم ہوا تو انہوں نے صحرا میں مقابلے کو مناسب نہ جانا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مجاہدین صحرائی جنگ کے بہت ماہر ہیں۔ رومی اس صورت کو دیکھ کر بہت زیادہ گھبرائے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر میں داخل ہوتے ہوئے یہ جنگی حکمت عملی اختیار کی کہ کھلے عام مقابلے کی بجائے مرکزی مقامات کا محاصرہ کیا جائے۔ پہلے سرحدی شہر الفرما کا محاصرہ کیا جو تقریباً دو ماہ تک جاری رہا اور یہ شہر اسلامی لشکر کے زیر نگیں آگیا۔ یہ شہر چونکہ ایک اہم جگہ پر واقع تھا' اس پر قبضہ کرنے سے شام کو جانے والا راستہ بالکل محفوظ ہوگیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس شہر کی فصیل کو گرانے کا حکم دے دیا تاکہ دشمن دوبارہ اس میں پناہ گزیں نہ ہوسکے اور اس کے ساحل پہ لنگر انداز کشتیوں کو بھی جلانے کا حکم دے دیا تاکہ دشمن انہیں استعمال کر کے اسلامی لشکر کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس بہت کم تعداد میں مجاہدین تھے۔ امیر المومنین سے کمک طلب کی تو حضرت زبیر بن عوامؓ کی قیادت میں بارہ ہزار مجاہدین مصر پہنچ کر حضرت عمرو بن عاصؓ کے زیر قیادت لشکر میں شامل ہوگئے اور پھر بڑی تیزی سے شہر اور علاقے فتح کرتے ہوئے پورے مصر پر قابض ہوگئے۔

○

مصر کے مشہور و معروف شہر اسکندریہ کو بحر ابیض کے ساحل پر سکندر اعظم نے تعمیر کیا تھا۔ یہ شہر فن تعمیر کا ایک شاہکار تھا۔
اعلیٰ قسم کا سنگ مرمر کثرت سے استعمال ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ رات کو بھی جھلمل جھلمل کرتا دکھائی دیتا۔ یہ شہر سلطنت روم کا دوسرا دارالحکومت اور پوری دنیا کا اہم تجارتی مرکز تھا' اس شہر کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے جدید ترین حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے' پچاس ہزار جنگجو ہر وقت کسی بھی حملے کے مقابلے کے لئے تیار اور چوکس رہتے تھے' یہ شہر دفاعی اعتبار سے بہت محفوظ جگہ پر بنایا گیا تھا' شمال کی طرف سمندر تھا۔ لشکر اسلام شہر میں داخل ہوسکتا تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ نے سیاسی بصیرت اور جنگی

حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے ناکہ بندی کا حربہ استعمال کیا جو نہایت کارگر ثابت ہوا۔ باہر سے کوئی چیز اندر نہ آسکتی تھی' مجبور ہو کر فوج باہر نکلی جس سے گھمسان کا رن پڑا اور مجاہدین انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے' اسکندریہ پر فتح حاصل کرنے کے لئے تین ماہ صرف ہوئے اور اس کے فتح ہوتے ہی تمام مصر فتح ہوگیا۔ دارالخلافہ مدینہ طیبہ میں فتح کی اطلاع دینے کے لئے خصوصی نمائندہ روانہ کردیا گیا۔

امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ مصر فتح ہوگیا ہے تو آپ سجدہ شکر بجا لائے اور بہت خوش ہوئے اور خبر دینے والے نمائندے کو گھر لے جاکر کھانا کھلایا جو روٹی اور روغن زیتون پر مشتمل تھا اور بعد میں سویٹ ڈش کے طور پر کھجوریں پیش کیں۔ یہ خبر سن کر آپ کے انگ انگ سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

مصر پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے ایک نیا شہر تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ شہر کا نقشہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے تیار کیا اور اس کا نام فسطاط رکھا گیا۔ اس شہر کے متعلق جب امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ کو علم ہوا تو آپ نے اسے مصر کا دارالحکومت قرار دینے کا حکم جاری کردیا اور عمرو بن عاصؓ کو ہی مصر کا گورنر نامزد کردیا' یاد رہے کہ مصر ۲۰ ہجری میں عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں فتح ہوا۔

○

حضرت عمرو بن عاصؓ جب مسند اقتدار پر براجمان ہوئے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ دریائے نیل خشک ہونا شروع ہوگیا' بعض مصری باشندے ان کے علم میں یہ بات لائے کہ دریائے نیل سال میں ایک مرتبہ اسی طرح خشک ہوتا ہے اور ہم ایک خوبصورت دوشیزہ کا انتخاب کرتے ہیں اور اس کے والدین کو منہ مانگی قیمت ادا

کی جاتی ہے' اس کے لئے فاخرانہ عالیشان لباس تیار کیا جاتا ہے' اسے قیمتی زیورات پہنائے جاتے ہیں اور دریائے نیل کے نام پر قربان کیا جاتا ہے' جونہی اس دوشیزہ کا لاشہ دریا کی نظر کیا جاتا ہے تو دریا دیکھتے ہی دیکھتے ٹھاٹھیں مارنا شروع کر دیتا ہے' حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ بات سنتے ہی کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا' اسلام ایسے ظلم کو گوارا نہیں کرتا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع دارالخلافہ مدینہ طیبہ دی تو امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے واپسی ایک خط بھیجا جس میں یہ تحریر تھا کہ میرا یہ رقعہ دریا میں پھینک دینا' اس رقعے میں یہ لکھا تھا

عمر بن خطابؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام

"اے دریائے نیل اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک نہ چل۔ اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو میں اس قادر مطلق سے التجا کرتا ہوں کہ تجھے رواں دواں کر دے"

حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ رقعہ جب دریائے نیل کے حوالے کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر اہالیان مصر ششدر رہ گئے۔

○

عظیم جرنیل عمرو بن عاصؓ کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاعہ قبیلے کی سرکوبی کے لئے لشکر اسلام کا سالار اعلیٰ بنا کر روانہ کیا اور اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں مزید کمک روانہ کی۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جنہوں نے عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں جنگ ذات

سلاسل لڑی اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں فتنہ ارتداد کا قلع قمع کرنے کے لئے جن گیارہ قائدین کا انتخاب کیا ان میں ایک عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ بھی تھے انہیں جھنڈا دے کر قضاعہ قبیلے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ یہ قبیلہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر مرتد ہو گیا تھا۔

انہوں نے دوبارہ اس قبیلے کو پسپا کرتے ہوئے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے۔ وہ قبیلہ دوبارہ مسلمان ہوا اور بخوشی زکوۃ دینے لگا۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین و شام پر حملہ آور ہونے کے احکامات جاری کئے' اس میدان میں بھی وہ سرخرو ہوئے۔ جس طرف بھی گئے فتح و نصرت نے قدم بوسی کی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ اللہ کو پیارے ہوئے تو سیدنا فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر فروکش ہوئے۔ شام فتح کرنے کے بعد امیر المومنین کے حکم کے مطابق مصر پر چڑھائی کی۔ یہاں بھی کمال جرات و شجاعت' حکمت و دانائی کے ساتھ پورے مصر کو اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا۔ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں بہت سی اصلاحات کیں' نئے شہر آباد کئے' نئی نہریں کھدوائیں' زراعت کے کام کو فروغ دیا' جس سے زرعی پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوا' آپ چونکہ مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتے تھے لہٰذا اچھا کھانا اور اچھا پہننا آپ کو پسند تھا۔ جب امیر المومنین نے اس نوعیت کی سرزنش کرنے کے لیے خصوصی نمائندہ مصر بھیجا جس نے آپ کی تمام ملکیت کی فہرست تیار کی۔ آپ نے اس کو محسوس تو کیا لیکن چونکہ امیرالمومنین کا حکم تھا لہٰذا تعمیل کی گئی اور ساتھ ہی مصر کے ترقیاتی منصوبوں کے متعلق تفصیلات لکھ کر مدینہ طیبہ بھیجیں اور بتایا کہ زرعی اصلاحات پر خرچ کرنے کے لئے مصری باشندوں کو مالی مراعات فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیکس میں انہیں خصوصی رعایت دی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کے ترقیاتی

منصوبوں کی وجہ سے مصر بہت جلد خوشحال ملک بن گیا۔

○

سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کردیا گیا ان کی جگہ پر سیدنا عثمان بن عفانؓ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے' ان دنوں حضرت عمرو بن عاصؓ بدستور مصر کے نشیبی صوبے کے گورنر تھے۔ دفاع اور خزانہ دونوں محکمے ان کے پاس تھے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے مصر کے بالائی صوبے کے گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وزارت خزانہ کا انتظام و انصرام کرنے کا حکم صادر فرمایا لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ نے مالیات کا شعبہ دینے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے کچھ تلخی پیدا ہوئی اور بالاخر امیرالمومنین نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ان کے منصب سے معزول کردیا۔ لیکن ان کی قابلیت' عقل و فراست ہر دور میں مسلم رہی' سیدنا عثمان بن عفانؓ کے خلاف شورش برپا ہوئی تو آپ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو مشورے کے لیے مدینہ منورہ بلایا جو اس بات کا اعتراف ہے کہ امیرالمومنین انہیں صاحب رائے' مدبر اور معاملہ فہم سمجھتے تھے۔ انہوں نے بلوائیوں کے خلاف سخت اقدام کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عثمانؓ کی نرم طبیعت اس پر عمل درآمد کرنے سے قاصر تھی' جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت کا روح فرسا واقعہ پیش آیا۔

امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے' مسند خلافت پر سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ قاتلین عثمانؓ سے بدلہ امیر معاویہؓ کی ترجیحات میں شامل تھا' جس سے جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے اندوہناک واقعے تاریخ اسلام کا حصہ بنے۔ امیر معاویہؓ نے عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاصؓ کو مشورے کے لئے شام طلب کیا آپ ان دنوں فلسطین میں تھے۔ اپنے دو بیٹوں سے مشورہ کرنے کے بعد امیر معاویہؓ سے ملاقات کے لئے شام روانہ ہوگئے۔ امیر معاویہؓ کا بھرپور ساتھ دیا اور پھر وہاں سے اقتدار کا پروانہ لے کر مصر تشریف لے گئے اور وہیں سے ملک عدم

کے راہی بنے۔

○

عظیم جرنیل' کامیاب سیاستدان' جرات و شجاعت کا پیکر' میدان جنگ کا بہادر و نڈر سپاہی' عراق' فلسطین اور شام میں تہلکہ مچا دینے والا سپہ سالار' مصر میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والا مدبر و عادل حکمران' اپنی زیر کمان فوج کی ہر دم حفاظت کا خیال رکھنے والا محتاط اور چوکس قائد' شاہ روم ہرقل اور شاہ مصر مقوقس کو دندان شکن جواب دینے والا ایک کامیاب و قابل رشک اسلامی سفیر جس کی حاضر جوابی اور فصاحت و بلاغت سے شاہی درباروں میں سناٹا طاری ہو جاتا' اپنی بھر پور زندگی پورے ٹھاٹھ باٹھ سے بسر کرنے کے بعد ۴۳ ہجری عید الفطر کے دن راہی ملک عدم ہوا۔

اللہ ان پر راضی اور وہ اللہ پر راضی

الٰہی ! عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کے ٹھنڈے میٹھے چشمے سلسبیل سے پانی پلانا۔ (حضرت عائشہؓ)

دراز قد، سرخ و سفید رنگ، خوب رو، روشن چہرہ، مضبوط و پھرتیلا جسم، گھنگریالے بال، تجربہ کار، دولت مند اور فیاض تاجر، حکمت و دانائی اور دین و دانش کا پیکر، صدق و صفا اور جود و سخا کا خوگر، غیرت، حمیت اور خودداری کا بہترین نمونہ، ان خوش نصیب دس صحابہ کرامؓ میں سے ایک جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔
وہ خوش قسمت جرنیل جسے شاہ امم، سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ دومتہ الجندل کے لئے امیر لشکر نامزد کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا تیس سال کی عمر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف دوہری ہجرت کا اعزاز حاصل کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد عمرو تھا لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمان رکھ دیا جو بعد میں عبدالرحمان بن عوف کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ سلیم الفطرت ایسے تھے کہ شراب اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی ترک کر دی تھی۔

○

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بالکل، خالی ہاتھ تھے مال و منال میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں

تھا' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی قرار دے دیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے خوش دلی اور خندہ پیشانی سے انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں' اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل و کرم ہے۔ اس وقت میرے پاس دو بڑے باغ ہیں اور دو ہی میری بیویاں ہیں' ان میں سے جو باغ آپ کو پسند ہے میں وہ آپ کے نام لگوا دیتا ہوں اور ایک بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیتا ہوں تاکہ عدت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر سکیں۔ چونکہ آپ میرے دینی بھائی ہیں لہٰذا آپ کی ضرورت کو پیش نظر رکھنا میرا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔ سبحان اللہ! تاریخ انسانیت ایثار و قربانی کی بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

لیکن حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اپنے دینی بھائی کی اس پیشکش کو قبول کریں بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے مال و منال اور اہل و عیال میں برکت عطا کرے یہ ساری دولت آپ کو مبارک ہو مجھے صرف منڈی کا پتہ بتا دیں میں خود کمائی کروں گا۔ کسی پر بوجھ بننا مجھے گوارا نہیں۔ منڈی کا پتہ دریافت کرنے کے بعد آپ وہاں تشریف لے گئے اللہ کا نام لے کر تجارت شروع کر دی اللہ تعالیٰ نے تجارتی کاروبار میں برکت عطا کی چند دنوں میں ہی آپ کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو گئی ایک روز شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ خوشبو کی مہک فضا کو معطر کر رہی تھی آپؐ نے پوچھا یہ کیا انقلاب دیکھ رہا ہوں؟ یہ رنگ و نکہت کی دنیا کچھ بدلی ہوئی دیکھائی دے رہی ہے۔ یہ خوشبو یہ مہک اور یہ معطر فضائیں کچھ اور ہی پیغام دے رہی ہیں۔ بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ زیر لب مسکراتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک انصاری عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ آپ نے پوچھا مہر کتنا دیا ہے؟ عرض کی سونے کی

ایک ڈلی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اب ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کا گوشت ہو۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تجارت میں اللہ تعالیٰ نے میرے تصورات سے بڑھ کر برکت عطا کی۔ صورت حال یہ تھی کہ اگر میں کسی پتھر کو اٹھاتا تو اس کے نیچے سے بھی سونا اور چاندی میرے ہاتھ لگتے۔

آپ نے تجارت کے علاوہ وسیع پیمانے پر زراعت کا کاروبار بھی اختیار کیا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ایک وسیع زرعی فارم ان کے نام الاٹ کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے ذاتی وسائل سے بھی قابل کاشت اراضی وسیع پیمانے پر خریدی۔ مقام جرف کے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے بیس اونٹ مخصوص تھے اور ان سے صرف آبپاشی کا کام لیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو وافر مقدار میں مال و دولت سے نوازا اسی طرح انہوں نے بھی اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

ایک روز اناج سے بھرے ہوئے سات سو اونٹ جب مدینہ منورہ میں ایک ساتھ داخل ہوئے تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ آج غیر معمولی تھرتھراہٹ سنائی دے رہی ہے کیا وجہ ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے تقریباً سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی بیڑا مدینے میں داخل ہو رہا ہے۔ ان کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک روز رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عبدالرحمان بن عوف چھلانگیں بھرتا ہوا جنت میں داخل ہو گا۔ کسی نے یہ بات حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو جا کر بتا دی۔ یہ بات سنتے ہی آپ بے اختیار اچھل پڑے خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پہلی فرصت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اماں جان! کیا آپ نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے میرے بارے میں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ہے؟

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں۔ تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے اماں جان گواہ رہنا' میں نے آج اس خوشی میں اپنا سارا تجارتی مال و متاع ان قیمتی اونٹوں سمیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔

سبحان اللہ کیا جذبہ تھا اور کیا ایمان و یقین کی بہار تھی! قربان جائیں ان ہستیوں کے اور اس ذات اقدس کے جس کی نگاہ کرم سے وہ کندن بنیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ شروع سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود وارثوں کے لئے وافر مقدار میں مال و دولت چھوڑا چار بیویوں کے حصے میں اسی اسی ہزار دینار آئے' سونے کی بڑی بڑی اینٹیں متروکہ جائیداد میں سے دستیاب ہوئیں جنہیں کاٹ کر ورثاء میں تقسیم کیا گیا۔ جب آپ فوت ہوئے غیر منقولہ وسیع جائیداد کے علاوہ ایک ہزار اونٹ' ایک سو گھوڑا اور تین ہزار بکریاں ان کی ملکیت میں تھیں۔ اتنی بڑی دولت کو دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے اکثر و بیشتر پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے روزہ رکھا افطاری کے وقت کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ کھانا دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے معصب بن عمیر مجھ سے بہت بہتر تھا۔ جب وہ شہید ہوا تو کفن کے لئے کپڑا بھی پورا میسر نہ تھا' سر ڈھانپتے تو پاؤں کھلے رہتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ لیکن اب دنیا ہمارے لئے کشادہ ہو گئی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ ساری نعمتیں دنیا میں ہی دے کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے ہمیں محروم ہی نہ کر دیا جائے یہ خیال آتے ہی زار و قطار رونے لگے اور آہیں بھرنے لگے۔ کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

اللہ اللہ آخرت کا تصور ہو تو ایسا! ایک دن اسی طرح بے اختیار رو رہے تھے۔ گریہ اور آہ زاری کی ایک نرالی شان تھی کسی نے پوچھ لیا آپ اتنے رنجیدہ کیوں ہیں؟ کیا بپتا آن پڑی؟ کس مصیبت کا سامنا ہے؟ نصیب دشمناں یہ آنسوؤں کی

علیہ وسلم نے میرے بارے میں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ہے؟

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں۔ تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے اماں جان گواہ رہنا' میں نے آج اس خوشی میں اپنا سارا تجارتی مال و متاع ان قیمتی اونٹوں سمیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔

سبحان اللہ کیا جذبہ تھا اور کیا ایمان و یقین کی بہار تھی! قربان جائیں ان ہستیوں کے اور اس ذات اقدس کے جس کی نگاہ کرم سے وہ کندن بنیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ شروع سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود وارثوں کے لئے وافر مقدار میں مال و دولت چھوڑا چار بیویوں کے حصے میں اسی اسی ہزار دینار آئے' سونے کی بڑی بڑی اینٹیں متروکہ جائیداد میں سے دستیاب ہوئیں جنہیں کاٹ کر ورثاء میں تقسیم کیا گیا۔ جب آپ فوت ہوئے غیر منقولہ وسیع جائیداد کے علاوہ ایک ہزار اونٹ' ایک سو گھوڑا اور تین ہزار بکریاں ان کی ملکیت میں تھیں۔ اتنی بڑی دولت کو دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے اکثر و بیشتر پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے روزہ رکھا افطاری کے وقت کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ کھانا دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے معصب بن عمیر مجھ سے بہت بہتر تھا۔ جب وہ شہید ہوا تو کفن کے لئے کپڑا بھی پورا میسر نہ تھا' سر ڈھانپتے تو پاؤں کھلے رہتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ لیکن اب دنیا ہمارے لئے کشادہ ہو گئی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ ساری نعمتیں دنیا میں ہی دے کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے ہمیں محروم ہی نہ کر دیا جائے یہ خیال آتے ہی زار و قطار رونے لگے اور آہیں بھرنے لگے۔ کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

اللہ اللہ آخرت کا تصور ہو تو ایسا! ایک دن اسی طرح بے اختیار رو رہے تھے۔ گریہ اور آہ زاری کی ایک نرالی شان تھی کسی نے پوچھ لیا آپ اتنے رنجیدہ کیوں ہیں؟ کیا پتا آن پڑی؟ کس مصیبت کا سامنا ہے؟ نصیب دشمناں یہ آنسوؤں کی

جھڑی کیوں لگی ہوئی ہے؟ یہ نم دیدہ آنکھیں اور غم دیدہ چہرہ آخر کیوں؟
فرمانے لگے: شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی کھانے کے لئے میسر نہ آتی ایک ہم ہیں کہ مال و دولت کی ریل پیل ہے پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہو گا۔ کہیں دنیا میں سب کچھ دے دلا کر ہمیں بالکل فارغ ہی نہ کر دیا جائے۔
اللہ تیری شان! کیسی نرالی سوچ تھی ان اللہ والوں کی۔

○

تجارت اور زراعت میں بے پناہ مصروفیت کے باوجود زندگی بھر جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے جوانمردی و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقابلے میں آنے والے خطرناک دشمن عمیر بن عثمان بن کعب کا سر قلم کر دیا۔

غزوہ بدر میں پیش آنے والا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ کھڑا کچھ سوچ رہا تھا کہ میرے پاس یکے بعد دیگرے دو انصاری نوجوان آئے دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا معوذ' بڑے ہی معصومانہ انداز میں انہوں نے پوچھا: چچا جان! ابو جہل کون ہے؟ اور اس وقت کہاں ہے؟
میں نے پوچھا بیٹو! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ کہنے لگے ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ آج ہم یہ عزم لے کر میدان میں اترے ہیں کہ یا اسے واصل جہنم کریں گے یا خود جام شہادت نوش کریں گے۔
ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک طرف سے ابوجہل گھوڑے پر سوار بڑے طمطراق سے گردن اکڑائے ہوئے آ رہا تھا۔ میں نے کہا:
بچو! یہ رہا تمہارا شکار یہ سنتے ہی برق رفتاری سے اس پر حملہ آور ہوئے اور

چشم زدن میں اسے گھوڑے سے نیچے گرالیا اور اس کا سر قلم کردیا۔

واہ سبحان اللہ کیا جذبہ جہاد تھا! شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت کے کیا کہنے! اس چھوٹی سی عمر میں ایسا عظیم کارنامہ کہ دشمن کا بہت بڑا ستون پلک جھپکنے میں گرا دیا۔

۲ ہجری کو دومتہ الجندل کو اسلامی ریاست کا حصہ بنانے کے لئے لشکر اسلام کو روانہ کیا گیا۔ وہاں اسلام کا دشمن بنو کلب قبیلہ آباد تھا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اپنے دست مبارک سے سر پر عمامہ باندھا اور جھنڈا تھماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ بنو کلب کو پہلے اسلام کی دعوت پیش کرنا اگر وہ مان جائیں تو بہتر ورنہ ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ کسی بچے' عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات لے کر دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر پہلے تین دن حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اسلام کی طرف انہیں احسن طریق سے دعوت دی جس سے متاثر ہو کر بنو کلب قبیلے کا سردار اصبغ بن عمرو کلبی جو عیسائیت کا گرویدہ تھا دائرہ اسلام میں داخل ہوا اسے دیکھ کر بنو کلب کے بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا انہوں نے جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر ضمانت حاصل کر لی دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ قبیلے کے سردار نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کی بنیاد پر یہ علاقہ پرامن طور پر فتح ہو گیا اور کسی کا کوئی جانی و مالی نقصان نہیں ہوا۔

○

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے راہ جہاد میں بے دریغ اپنا مال خرچ کیا جس سے مجاہدین کو بڑا سہارا ملا۔

ایک دفعہ مجاہدین کے لئے پانچ سو تربیت یافتہ جنگی گھوڑے خریدے اور ایک دوسرے موقعہ پر پندرہ سو عربی النسل اصیل گھوڑے خریدے تاکہ مجاہدین کے کام آسکیں

وفات سے چند روز پہلے تمام غلام آزاد کر دیئے تھے اور یہ وصیت لکھوائی کہ اصحاب بدر میں سے جو بقید حیات ہیں ان میں سے ہر ایک کی خدمت میں چار سو دینار پیش کئے جائیں اور امہات المومنین کی خدمت میں وافر مقدار میں مال پیش کیا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر یہ دعا کیا کرتی تھیں:
الٰہی! عبدالرحمان بن عوف کو جنت کے چشمے سلسبیل سے پانی پلانا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی کے قربان جائیں جن کے لئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت عطا کی۔ دنیا میں انہیں جنت کی بشارت دی۔ ان کے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا' ان کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا پکڑایا۔ جن کے لئے صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ ایزدی میں جنت کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیرابی کی درخواست کی۔

دنیا میں کسی انسان کے لئے ان اعزازات سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے۔

○

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں شرکت کا اعلان عام کیا مجاہدین کے علاوہ مال و متاع کی بھی شدید ضرورت تھی کیونکہ مقابلے میں رومی لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سفر بڑا طویل اور دشوار گذار تھا' وسائل بہت کم تھے۔ سواری کے لئے اونٹ اور گھوڑے بہت قلیل تعداد میں تھے۔ وسائل نقل و حرکت کی کمی کی وجہ سے بعض مجاہدین کو لشکر میں شامل نہ کیا جا سکا اور وہ اس

محرومی کی بنا پر زار و قطار رونے لگے اور گریہ زاری کرتے ہوئے کہنے لگے کاش آج ہمارے پاس زاد راہ ہوتا تو اس سعادت سے محروم نہ رہتے۔ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہونے والے لشکر کو "جیش عسرۃ" یعنی لشکر تنگ دست کے نام سے پکارا گیا۔ اسی اہم ترین موقع پر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی تو صحابہ کرام ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

اس دفعہ بھی حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہا۔ جو کچھ بھی گھر میں موجود تھا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ آپ نے محبت بھرے انداز میں پوچھا عبدالرحمان کچھ گھر میں چھوڑ آئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کچھ چھوڑ آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا کتنا مال گھر میں باقی چھوڑا ہے؟ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لئے رزق کی فراوانی' خیر و برکت اور اجر و ثواب کا وعدہ نہیں کیا ہے؟

آپ نے یہ جواب سن کر اپنے جاں نثار صحابی کو شفقت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

سبحان اللہ! ایمان و یقین' صدق و صفا اور جود و سخا کے کیا کہنے!

کیا چرخ نیلی فام نے ان جیسے قدسی نفوس انسان کہیں اور بھی دیکھے ہوں گے؟

نہیں نہیں کبھی نہیں!

○

لشکر اسلام تبوک کی طرف روانہ ہوا حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شریک سفر تھے۔ راستے میں پڑاؤ کیا۔ نماز کا وقت ہوا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے امامت کے فرائض حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ دوسری رکعت میں حبیب کبریا علیہ السلام تشریف لے

آئے اور اپنے اس جاں نثار صحابی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

اللہ اللہ زہے نصیب یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمتہ اللعالمین، خیر الوریٰ، شمس الضحیٰ، بدر الدجی پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانثار، صدق و صفا اور جود و سخا کے پیکر صحابی کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

سبحان اللہ کیا نرالی شان ہے! کتنا بلند مقام ہے! کیا عزو شرف ہے!

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خادم کو کن بلندیوں پر پہنچادیا۔ کیا رتبہ عطا کردیا!

خاک نشینوں کو عرش بریں سے آشنا کرنے والے کی عظمتوں، رفعتوں کو لاکھوں سلام۔

○

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے تاریخی موقع پر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر رہے۔

فتح مکہ کے بعد حج الوداع تک پیش آنے والے تمام معرکوں میں بھرپور حصہ یا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ہجری کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے للہ کو پیارے ہو گئے خلافت کا مسئلہ پیش آیا اس گتھی کو سلجھانے کے لئے حضرت بدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔

خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کے لئے حضرت عبدالرحمان ن عوف رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نماز کے دوران جب خنجر لگا اور آپ نڈھال و کر گر پڑے تو بقیہ نماز حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی

جلدی پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر پہنچایا اور عرض کی کہ اپنا نائب نامزد کر دیں تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کرامؓ کا نام لیا اور فرمایا کہ تین دن کے اندر ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا ان چھ افراد میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ آپ کے علاوہ حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت سعد' حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے نام لئے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد دو دن تک یہ مسئلہ غور طلب رہا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ چھ کی بجائے اسے تین افراد میں محدود کر دیا جائے لہٰذا حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کے حق میں رائے دی لیکن انہوں نے اپنا نام واپس لے لیا اس طرح انہیں یہ حق مل گیا کہ امت کے لئے جو بھی بہتر ہو اس کے حق میں فیصلہ سنا دیں۔ بڑی سوچ و بچار کے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح خوش اسلوبی سے اس مسئلے کو نپٹا دیا گیا۔ جس دانائی اور دور اندیشی کے ساتھ یہ مسئلہ حل کیا گیا۔ یہ واقعی ان کی زندگی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں نے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد جو شخص میری ازواج مطہرات کی خدمت اور حفاظت کرے گا وہ یقیناً دیانت و امانت اور صدق و صفا کا پیکر ہو گا۔ چنانچہ یہ فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے سر انجام دیا۔ سفر حج میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات' امہات المومنین کے لئے زاد راہ اور سواری کا اہتمام کرتے' پورے سفر میں پردے کا خاص اہتمام کیا جاتا' بڑی

حفاظت اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ حج کرواتے' امانت' دیانت' اخلاص اور خدمت کو شعار بنائے رکھتے اور امہات المومنین کی دعاؤں کے مستحق ٹھہرتے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس کو سدھار گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

حضرت
اسامہ
بن زید
رضی اللہ عنہ

اے میرے صحابہ! اسامہ مجھے تم سب سے زیادہ پیارا ہے اس سے اچھا سلوک کرنا۔ (فرمان رسول اللہ ﷺ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

اے میرے صحابہؓ اسامہؓ مجھے تم
سب سے زیادہ پیارا ہے اس سے
اچھا سلوک کرنا۔
(فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ہجرت سے تقریباً سات سال پہلے مکہ مکرمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں' تبلیغی میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل حزن و ملال' غم و اندوہ اور مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں۔ اسی تلاطم خیز دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑتی ہے' کسی نے آپ کو خوش خبری سنائی کہ ام ایمن کے گھر اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ کے روئے انور پر بے انتہا خوشی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ خوش بخت نومولود کون ہے جس کی ولادت پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر خوشی ہوئی؟

یہ نومولود اسامہ بن زیدؓ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے انتہا خوشی پر کوئی تعجب نہ ہوا کیونکہ سب اس نومولود کے والدین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی تعلق جانتے تھے۔ اسامہ کی والدہ برکت نامی ایک حبشی عورت تھی جو ام ایمن کے نام سے مشہور ہوئی اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی کنیز بھی رہ چکی تھی۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے آپ کو اپنی گود میں لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کی۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ام ایمن میری ماں کی مانند ہے اور یہ میرے اہل بیت میں سے ہے۔ یہ تو ہے اس خوش نصیب نومولود کی والدہ محترمہ کا تعارف' رہا اس کا باپ تو وہ محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہؓ ہے۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لے پالک بیٹا قرار دیا۔ سفر و حضر میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی سعادت بھی ان کے حصے میں آئی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی ولادت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خوش ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ جو چیز رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا باعث بنتی وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی۔

حضرت اسامہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہم عمر تھے۔ حضرت حسنؓ تو اپنے نانا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حسین و جمیل تھے' لیکن اسامہؓ اپنی حبشی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی طرح سیاہ رنگ اور چپٹی ناک والے تھے' لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سے یکساں پیار کرتے تھے۔ شفقت بھرے انداز میں اسامہؓ کو ایک ران پر بٹھا لیتے اور حسنؓ کو دوسری ران پر۔ کبھی دونوں کو اپنے سینے سے لگاتے اور یہ دعا کرتے:

الٰہی میں ان دونوں بچوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا لے۔

غرضیکہ اسامہؓ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیار تھا ایک دفعہ اسامہؓ دروازے کی دہلیز پر لڑکھڑا کر گر پڑے جس سے پیشانی پر زخم آیا اور خون بہنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا خون صاف کر دیں۔ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کسی کام میں مصروف تھیں اس طرف فوری توجہ نہ دے سکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر

اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہؓ کی پیشانی سے بہتا ہوا خون صاف کیا۔

○

قریشی سردار حکیم بن حزام نے ایک قیمتی لباس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔ جسے اس نے یمن سے پچاس دینار میں خریدا تھا اور یہ فاخرانہ لباس شاہ یمن کے لئے بطور خاص تیار کیا گیا تھا۔ یہ بہترین لباس جو آپ نے صرف ایک مرتبہ جمعہ کے روز پہنا تھا' حضرت اسامہؓ کو عطا کر دیا اور وہ یہ لباس پہن کر صبح و شام شاداں و فرحاں اپنے مہاجر و انصار نوجوان ساتھیوں کے پاس آیا کرتے تھے۔

○

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ مجاہدین کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر رہے تھے کہ آپ کا فرزند ارجمند عبداللہؓ آیا۔ آپ نے اسے وظیفہ عطا کیا پھر اسامہؓ بن زیدؓ کی باری آئی تو آپ نے اسے عبداللہؓ کی نسبت ڈیڑھ گنا وظیفہ عطا کیا۔ حضرت عمرؓ بیت المال سے تقسیم کرتے وقت حفظ مراتب اور اسلام کے لئے دی جانے والی قربانیوں کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ میں امیر المومنین کی نظر میں کم درجہ پر فائز ہوں حالانکہ وہ اطاعت گزاری' جہاد اور زہد و تقویٰ میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش اور دلی تمنا ہوتی کہ مجھے اول درجہ کے مسلمانوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہو۔ وظیفہ کم ملنے کا غم نہ تھا بلکہ یہ احساس پریشاں کئے ہوئے تھا کہ مجھے کم درجہ تصور کیا گیا ہے۔ ایک روز حضرت عبداللہؓ نے اپنے عالی مقام والد حضرت عمر فاروقؓ سے دریافت کر ہی لیا۔ عرض کی! بابا جان آپ نے مال تقسیم کرتے وقت اسامہؓ کو مجھ پر ترجیح دی'

حالانکہ میں نے جہاد میں اسامہؓ سے بڑھ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسامہؓ کے ساتھ بہت پیار تھا اور اس کا باپ زیدؓ بھی آپ کو بہت پیارا تھا۔ پھر میں اسے دوسروں سے ترجیح کیوں نہ دوں۔ اسے یہ ترجیح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیحات کو پیش نظر رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے' کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ اس کا باپ زیدؓ بن حارثہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خادم خاص ہے جس نے اپنے ماں باپ اور خاندان کی پرواہ نہ کی۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کو چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر جانا گوارا نہ کیا۔ جب اس کا باپ تلاش بسیار کے بعد دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا جس سے حارثہؓ کا دل باغ باغ ہوگیا کیونکہ اسے یہ توقع نہ تھی کہ مجھے میرا بیٹا اتنی آسانی سے مل جائے گا۔ باپ نے بیٹے سے کہا چلو تیاری کرو' تیری ماں تیرے انتظار میں بے چین ہے۔ بیٹے نے کہا اباجان میں رسول اقدس' رحمت عالم اور شاہ امم صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاسکتا۔

باپ نے کہا بیٹا یہ تم کیا کہہ رہے ہو' کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو؟ بیٹے نے عرض کیا کہ ابا جان اس غلامی پر ہزار آزادی قربان' از راہ کرم آپ اصرار نہ کریں' میں مجبور ہوں میں شاہ امم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اسیر ہوں' انہیں کے در کا ہو کر رہنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں' یہ رقت انگیز منظر دیکھتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

"لوگو گواہ رہنا زیدؓ میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں۔"

اس کے بعد تمام مسلمان اسے زیدؓ بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارنے لگے یہ نام اس وقت ختم ہوا جب قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ لے پالک بیٹا حقیقی بیٹے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

○

حضرت اسامہؓ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے حبشی معلوم ہوتے تھے۔ رنگ سیاہ تھا' ناک چپٹی تھی' لیکن اسلام میں رنگ و نسل کے لحاظ سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا وہاں تو فضل و شرف زہد و تقویٰ کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بسا اوقات پراگندہ بال' غبار آلود کپڑوں والا اللہ پر اگر قسم ڈال دے تو وہ اس کی لاج رکھتے ہوئے قسم پوری کر دیتا ہے۔"

حضرت اسامہؓ کے کالے رنگ اور چپٹی ناک کو نہ دیکھو بلکہ اس کی پاکدامنی' ذہانت' استقامت' تواضع' انکساری' زہد و تقویٰ' خشیت الٰہی' خود داری' جذبہ جہاد' اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور دین کی سربلندی کے لئے مرمٹنے کا جذبہ دیکھو۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جو حضرت اسامہؓ کو ممتاز مقام پر فائز کرتی ہیں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی اوصاف حمیدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا

"اے میرے صحابہؓ! آگاہ رہنا' اسامہؓ بن زیدؓ مجھے تمام سے زیادہ پیارا ہے' میری دلی چاہت ہے کہ یہ تم جیسے نیک افراد میں شامل ہو' اس کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔"

○

حضرت اسامہ نے ابھی عمر کی بیس بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں کہ رحم مجسم'

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا جس میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابی موجود تھے۔ لشکر اسلام میں اس بات کو شدت سے محسوس بھی کیا گیا کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک نوخیز اور ناتجربہ کار نوجوان کو سپہ سالار بنا دیا گیا ہے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بعض احباب اسامہ بن زیدؓ کی قیادت کے متعلق جز بز کر رہے ہیں کچھ ساتھیوں نے اس وقت بھی کھسر پھسر کی تھی جب اس کے باپ زید بن حارثہؓ کو سپہ سالار بنایا گیا تھا' حالانکہ اس کا باپ امارت کے لائق تھا اور اسامہؓ بھی اس لائق ہے کہ اسے لشکر کا امیر بنایا جائے' یہ مجھے تم سب سے زیادہ پیارا ہے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

لشکر نے ابھی کوچ نہیں کیا تھا کہ رسول اقدس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے' لیکن آپ نے یہ وصیت فرمادی تھی کہ اسامہ کے لشکر کو روکا نہ جائے یہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں لشکر اسلام کو روانہ کر دیا۔

شاہ روم ہرقل کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی اور ساتھ ہی اسے یہ خبر بھی ملی کہ شام کے سرحدی علاقے پر اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں لشکر اسلام حملہ آور ہونے کے لئے بالکل تیار ہے' تو وہ بڑا حیران اور مرعوب ہوا۔ کہنے لگا یہ عجیب قوم ہے اسے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی پیش قدمی سے روک نہ سکی۔ اس جرات مندانہ اقدام سے رومی لشکر سہم گیا' شاہ روم کے حوصلے پست ہو گئے' اسے دوبارہ جزیرہ نمائے عرب پر شام کے راستے حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی کیونکہ مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر طاری ہو چکا تھا' حضرت اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں جانے والا لشکر صحیح و سالم واپس لوٹا۔ کسی ایک فرد کا بھی

جانی نقصان نہیں ہوا۔

○

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے دو سال پہلے حضرت اسامہؓ کو ایک جتھے کا امیر بنا کر ایک مہم پر روانہ کیا۔ دشمن سے مقابلہ ہوا' فتح نصیب ہوئی' واپس مدینہ آئے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی نوید سنائی تو آپؐ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ حضرت اسامہؓ کو اپنے قریب بٹھایا اور ارشاد فرمایا مجھے اس معرکے کی تفصیلات بتاؤ' تمہارا یہ مقابلہ کیسا رہا؟ میں نے عرض کیا کہ جب دشمن کو شکست ہوگئی تو وہ سر پر پاؤں رکھے بھاگ رہے تھے کہ میں نے ایک شخص کا پیچھا کیا اور جلد ہی اس کو دبوچ لیا۔ میں نے اس کی طرف نیزا سیدھا کیا ہی تھا کہ اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا' لیکن میں نے اسے قتل کردیا' میری یہ بات سنتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا افسوس اسامہؓ تو نے اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کردیا۔

لا الہ الا اللہ کہنے والے کو قتل کرنے کا تجھے کیا حق تھا؟ آخرت میں اللہ کے سامنے تم کیا جواب دو گے؟ افسوس اسامہؓ مجھے یہ سن کر بہت ہی دلی صدمہ ہوا ہے' آپ غم بھرے انداز میں یہ بات دہرا رہے تھے' میں یہ انداز دیکھ کر گھبرا گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سارے عمل ضائع ہوگئے' میں نے کہا اللہ کی قسم آج کے بعد لا الہ الا اللہ کہنے والے کسی بھی شخص پر میں وار نہیں کروں گا' خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ سبق زندگی بھر یاد رکھا کیونکہ اس واقعہ نے ان کے دل پر گہرے اثرات مرتب کیے تھے۔ حالانکہ جس شخص کو حضرت اسامہؓ نے قتل کیا تھا اس نے مجاہدین کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' ان کے نزدیک اب وہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ کا سہارا لینا چاہتا

تھا تاکہ تازہ دم ہو کر پھر مجاہدین کے مقابلے پر اتر آئے۔

آپ نے دل میں یہ بات بٹھالی کہ اگر اس قسم کے شخص کو قتل نہیں کیا جاسکتا تو کسی مومن پر تلوار اٹھانے کا قطعاً کسی کو کوئی اختیار نہیں رہ جاتا۔ آپ نے پوری زندگی اس تصور کو اپنے دل میں جاگزیں رکھا۔ جب مسلمانوں میں فتنہ کبریٰ بپا ہوا' حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت اسامہؓ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ حضرت علی سے ان کو بہت زیادہ محبت تھی' لیکن اس معرکے میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ مقابلے میں مسلمان تھے اور کسی کے خلاف تلوار اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت علیؓ کو انہوں نے خط لکھا

اگر آپ کسی خونخوار شیر کی کچھار میں ہوتے تو میں بلا خطر اس میں داخل ہوجاتا اور آپ کے ساتھ مل کر مقابلہ کرتا' لیکن اس معاملے میں معذرت خواہ ہوں' میری تلوار کسی مسلمان کو نشانہ نہیں بناسکتی' مجھے وہ سبق آج تک یاد ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے والے شخص کی گردن اڑانے کی خبر سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا تھا۔ یہ اس فتنے کے دوران اپنے گھر سے نہ نکلے تو بعض ساتھیوں نے امیر معاویہؓ کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے میدان میں اتارنے کے بہت جتن کیے لیکن آپ نے صاف صاف ان سے یہ کہہ دیا

میں لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والے کے خلاف قطعاً نہیں لڑوں گا میرا یہ حتمی فیصلہ ہے۔

ایک ساتھی نے کہا کیا یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ

اور نہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔

آپ نے فرمایا یہ حکم مشرکین کے خلاف نبرد آزما ہونے کے بارے میں ہے'

اس پر ہم مسلسل عمل پیرا رہے ہیں اور اللہ کے دین کے غالب آنے تک ان سے ہمارا مقابلہ ہے۔

○

غزوہ احد میں اسامہ بن زیدؓ اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ میدان جہاد کی طرف نکلے ان میں سے بعض کو جہاد کے لئے قبول کرلیا گیا اور بعض کو چھوٹی عمر کی بنا پر شامل جہاد نہ کیا گیا' اسامہؓ بن زیدؓ بھی ان میں سے تھے جنہیں جہاد میں شامل نہیں کیا گیا تھا' جب یہ واپس لوٹے تو زار وقطار رو رہے تھے کیونکہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے راہ جہاد میں شریک ہونے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔

○

غزوہ خندق میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ہمراہ میدان کی طرف نکلے تو اپنے پنجوں کے بل اونچے ہو کر چلنے لگے کہ کہیں آج بھی نوعمری کی بنا پر جہاد میں شریک ہونے سے محروم نہ کردیئے جائیں' ان کی یہ حالت دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہوئے اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت اسامہؓ نے جہاد کے لئے تلوار اٹھائی اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔

○

غزوہ حنین میں جب مسلمان شکست سے دوچار ہوئے' تو اس نازک موقع پر اسامہؓ بن زیدؓ' حضرت عباسؓ' ابوسفیان بن حارثؓ اور دیگر چھ صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میدان کارزار میں ثابت قدم رہے' اور اس چھوٹے سے لیکن بہادر جتھے کی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ آسانی پیدا ہوئی کہ آپ ببانگ دہل پکار کر دشمن کو یہ پیغام مسلسل سناتے رہے

انا النبی لا کذب   انا ابن عبد المطلب

○

جنگ موتہ میں حضرت اسامہؓ نے اپنے باپ زید بن حارثہؓ کی قیادت میں جہاد کیا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔ اپنی آنکھوں سے باپ کی شہادت کا منظر دیکھا لیکن حوصلہ نہ ہارا بلکہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی قیادت میں کفار سے نبرد آزما ہوئے یہاں تک کہ یہ سپہ سالار بھی اللہ کو پیارا ہوگیا پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی قیادت سنبھالی لیکن تھوڑی دیر بعد یہ بھی شہید ہوگئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیادت سنبھالی تو حضرت اسامہؓ ان کی ہدایات کے مطابق میدان جنگ میں ڈٹے رہے' حضرت خالد بن ولیدؓ جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے لشکر اسلام کو رومی لشکر کے مضبوط آہنی پنجے سے سلامتی سے نکال لانے میں کامیاب ہوگئے' حضرت اسامہؓ اپنے شہید باپ کے جسد خاکی کو سرزمین شام میں سپرد خاک کرکے انہی کے گھوڑے پر سوار ہوکر واپس مدینہ پہنچے۔

○

صفر ۱۱ (گیارہ) ہجری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر اسلام کی تیاری کا حکم صادر فرمایا اور اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس لشکر کا امیر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو مقرر کیا جبکہ ان کی عمر ابھی بیس برس کی تھی۔ انہیں حکم دیا کہ علاقہ بلقاء کو اپنے قبضے میں لینا ہے' یہ لشکر ابھی تیاری میں مصروف تھا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو لشکر اس صورت حال کے پیش نظر روانہ نہ ہوا۔

حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں

جب شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تو میں اور میرے چند ساتھی تیمارداری کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شدید بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے' آپ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتے پھر اسے میرے کندھے پر رکھتے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ میرے حق میں دعا کر رہے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہو گئے' حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا' تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں لشکر اسلام کو سرزمین شام کی طرف روانہ کیا جس کا حکم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دیا تھا' لیکن انصار میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر کر دی جائے تو بہتر ہو گا' انصار نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اس کے متعلق بات کریں۔ اگر وہ لشکر کی فوری روانگی پر اصرار کریں تو ہماری طرف سے انہیں یہ پیغام دیں کہ لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو اسامہؓ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہو' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فاروق اعظمؓ کی زبانی پیغام سنا تو غضبناک ہو گئے اور غصے کی حالت میں فاروق اعظمؓ سے کہا:

"اے ابن خطاب! کتنے افسوس کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسامہؓ کو امیر لشکر مقرر کیا اور تم مجھے مشورہ دیتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں

اللہ کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔"

جب حضرت فاروق اعظمؓ صحابہؓ کے پاس واپس لوٹے تو انہوں نے دریافت کیا کہ خلیفۃ المسلمین نے کیا جواب دیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسامہؓ کی قیادت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر خفا ہوئے۔"

○

جب یہ لشکر نوجوان جرنیل اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں روانہ ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ الوداع کہنے کے لئے تھوڑی دور تک پیدل لشکر کے ساتھ ساتھ چلے جبکہ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے۔

حضرت اسامہؓ نے کہا:

اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا تو آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں ورنہ میں گھوڑے سے اترتا ہوں۔

صدیق اکبرؓ نے ارشاد فرمایا:

نہ آپ نیچے اتریں گے اور نہ ہی میں گھوڑے پر سوار ہوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا یہ اعزاز اور سعادت نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود کروں؟

مدینہ طیبہ سے باہر تھوڑی دور جاکر حضرت اسامہؓ اور لشکر اسلام کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور فرمایا:

شاہ امم سلطان المدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں نصیحت کی ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔ پھر سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمایا:

اگر عمر بن خطابؓ کو اپنے ہمراہ نہ لے جاؤ تو بہتر ہوگا کیونکہ یہاں مرکز میں میرے ساتھ ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت اسامہؓ نے آپ کی رائے سے

اتفاق کیا اور حضرت عمرؓ کو مدینہ میں رہنے دیا' تاکہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کریں۔

○

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ لشکر اسلام کو لے کر روانہ ہوئے اور اس مشن کی کامیابی کے لئے ہر وہ کوشش کی جس کا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا' پہلے مرحلے پر لشکر اسلام نے سرزمین فلسطین میں بلقاء اور قلعہ داروم کو فتح کیا' مسلمانوں کے دلوں سے روم کی سلطنت کا رعب ودبدبہ ختم کردیا۔

حضرت اسامہؓ اس مہم کو سر کرکے بڑی شان وشوکت سے اپنے والد گرامی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور کثیر مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ بخیر و عافیت واپس مدینہ طیبہ لوٹے' یہاں تک کہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہوگئی کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر سے بڑھ کر آج تک کوئی لشکر اتنی کثرت سے مال غنیمت نہیں لایا جتنا حضرت اسامہؓ لائے ہیں۔

○

جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمانوں کے دلوں میں حضرت اسامہؓ کی قدر و منزلت بڑھتی گئی' اور یہ عزت و وقار اور شان و شوکت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کے نتیجے میں آپؓ کو میسر آئی۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہؓ کے لئے اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا تو بیٹے نے عرض کیا ابا جان!

آپ نے اسامہؓ کے لئے تین ہزار اور میرے لئے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ حالانکہ اس کے باپ کو وہ فضیلت حاصل نہ تھی جو آپ کو حاصل ہے اور

اسامہؓ کا وہ مقام نہیں جو میرا ہے' بیٹے کی بات سن کر فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا:
بیٹا افسوس تجھے علم نہیں۔ سنو اس کا باپ تیرے باپ سے زیادہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز تھا اور یہ خود بھی شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا' یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاموش ہوگئے اور اسی وظیفہ پر راضی ہوگئے جو ان کے لئے دربار خلافت سے مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے تو خوشی سے پکار اٹھتے خوش آمدید میرا سردار آگیا۔

جب کوئی ان کی وارفتگی کے بارے میں سوال کرتا تو ارشاد فرماتے کیا تجھے معلوم نہیں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس میں میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا۔

○

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' کہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک خاتون نے چوری کا ارتکاب کیا۔ مقدمہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا۔ بنو مخزوم کو جب یہ احساس ہوا کہ ہمارے قبیلے کی خاتون پر شرعی حد نافذ ہونے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو ہم کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہیں گے' باہمی مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لئے آمادہ کیا جائے کیونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پیار کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس کی سفارش مان کر حد نافذ کرنے کا حکم صادر نہ کریں' بنو مخزوم کی لجاجت' پشیمانی و پریشانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مخزومیہ عورت کے حق میں سفارش پیش کردی چونکہ یہ اللہ کی حدود میں صریحاً مداخلت کی جسارت تھی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات سنتے ہی غضبناک ہو کر فرمانے لگے "اسامہؓ تجھے حدود الٰہی

میں مداخلت کی جرات کیسے ہوئی؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بنی اسرائیل میں یہی قباحت پائی جاتی تھی کہ اگر ان کا کوئی بڑا آدمی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے نظر انداز کر دیا جاتا اور اگر کوئی عام آدمی جرم کا مرتکب ہوتا تو اس پر حد نافذ کر دی جاتی اس وجہ سے یہ قوم ہلاکت کا شکار ہوئی۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

ہر چند کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسامہ بن زیدؓ سے بہت پیار تھا لیکن آپ کے قلب اطہر میں اللہ تعالیٰ کا پیار ہر چیز پر غالب تھا۔ کوئی قیمتی تحفہ اگر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ قبول کرنے کے بعد عموماً حضرت اسامہ کو دے دیا کرتے تھے۔ جیسے کہ حکیم ابن حزام نے قیمتی چوغہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پہننے کے بعد وہ حضرت اسامہؓ کو دے دیا۔

دحیہ کلبی نے ایک قیمتی لباس بطور تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی اسامہؓ کو دے دیا۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اس اعتبار سے بہت ہی خوش قسمت ثابت ہوئے کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے' اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کسی کو محبوب رب العالمین کی محبوبیت کا شرف حاصل ہو جائے۔

○

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیائے فانی سے رحلت کے وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ کی عمر کوئی اٹھارہ بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنے کا اگرچہ زیادہ

وقت میسر نہ آیا لیکن پھر بھی بعض مسائل میں ان سے رجوع کیا جاتا جس طرح کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت اسامہؓ سے دریافت کیا کہ طاعون کے متعلق رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یاد ہو تو بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقے پر نازل کیا گیا۔ اس لئے جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ' اور اگر تم اس جگہ رہائش پذیر ہو جہاں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو"

○

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں کھجور کے درخت کی قیمت تقریباً ایک ہزار درہم تک پہنچ چکی تھی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک مرتبہ اپنے باغ میں کھجور کا ایک درخت کاٹ کر اس سے مغز نکالا۔ ساتھیوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ اتنا قیمتی درخت برباد کر دیا تو آپؓ نے فرمایا کھجور کے مغز کا مطالبہ میری پیاری ماں نے کیا تھا۔ میری والدہ اگر کوئی مطالبہ کردے اور اسے پورا کرنا میرے بس میں ہو تو میں ضرور پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں خواہ اس میں مجھے کتنا ہی نقصان برداشت کیوں نہ کرنا پڑے۔ ماں کی عظمت اور اس کی خدمت کے مقابلے میں کھجور کا یہ درخت کیا حیثیت رکھتا ہے۔

○

محبوب رب العالمین کی محبوبیت کا شرف حاصل کرنے والا۔

عنفوان شباب میں لشکر اسلام کی قیادت کا عظیم فریضہ سرانجام دینے والا۔

عہد رسالت میں اور عہد خلافت میں عزو شرف کی نگاہ سے دیکھا جانے والا عظیم جرنیل اپنی عمر کی ساٹھ بہاریں گزار کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت کے آخری ایام میں مدینہ طیبہ کے قریب جرف نامی بستی میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا اپنے اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

حضرت
عکرمہ
بن ابی ہشام
رضی اللہ عنہ

اے پردیسی مسافر! خوش آمدید (فرمان رسول اللہ ﷺ)

حضرت عکرمہ بن ابی ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے پردیسی مسافر خوش آمدید
(فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

بنو مخزوم قبیلے کا سردار' حسب ونسب کے اعتبار سے' عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جانے والا آتش جوان جرنیل' مال و دولت کے اعتبار سے قابل رشک زندگی بسر کرنے والا' قسمت کا دھنی' تیرو تفنگ کا ماہر' تیز رفتار اتنا کہ منہ زور گھوڑا بھی اس کی گرد پا کو نہ پہنچ سکے' سعد بن ابی وقاصؓ اور مصعب بن عمیرؓ کا ہم جولی لیکن یہ اس سے بہت پہلے اسلام کی نورانی کرنوں کو اپنے سینوں میں جذب کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے لیکن اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کا باپ بنا رہا' کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا باپ کون تھا؟ قریشی سردار عمرو بن ہشام جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مثالی عناد' حسد اور بغض رکھنے کی وجہ سے ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا' جس نے ظلم و بربریت کی انتہا کردی' مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں جس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عاجزی و انکساری' اخلاص و بردباری کے پیکر نو مسلم افراد کو المناک سزائیں دینے کے لئے نت نئے طریقے ایجاد کرنے میں بڑا مشاق تھا۔ کبر و نخوت' ظلم و تعدی اور مکر و فریب میں شیطان رجیم سے بھی بازی لے جانے والا تھا۔ اس نے چن چن کر مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا لیکن کسی ایک کو بھی راہ حق سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ وہ دیکھو بلالؓ کو ننگے بدن تپش سے جھلسا دینے والی ریت پر بے دریغ گھسیٹا جا رہا ہے' ادھر خباب بن ارت کو آگ کے دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا ہے۔

پھر عظیم المرتبت خاتون سمیہ کو عقیدۂ توحید سے مخلصانہ وابستگی کی بنا پر ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا گیا' ان تمام مظالم کے پیچھے ابوجہل کی شیطنت کار فرما تھی' سرور

عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کی حالت زار پہ رحم کھاتے ہوئے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔

وفا شعار اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حبشہ کا رخ کیا لیکن ابوجہل نے اپنے نمائندے حبشہ کے حکمران نجاشی کے پاس بھیجے تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف برگشتہ کیا جاسکے اور جب ان قدسی نفوس ہستیوں نے مدینے کی راہ لی اور اسے جائے امن بنانے کے لئے کوشاں تھے لیکن ابوجہل مسلح لشکر کی قیادت کرتا ہوا مدینے کی طرف بڑھا تاکہ مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی کہ قریش ستم کی آندھی مدینے کی طرف بڑھ رہی ہے تو آپ بھی اپنے جان نثاروں کو لے کر آگے بڑھتے ہوئے مقام بدر تک پہنچے اور یہاں کفر و اسلام کا وہ پہلا معرکہ بپا ہوا جسے غزوۂ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' ابوجہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے کہا "میں اس وقت تک مکہ واپس نہیں لوٹوں گا جب تک مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا نہ دوں۔"

تین دن تک قریش مکہ کے کیمپ میں اونٹ ذبح ہوتے رہے' شراب کے جام چلتے رہے' رقص و سرود کی محفل گرم رہی۔ انہیں اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا اور ادھر سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نہتے جاں نثاروں کے ہمراہ اللہ کے حضور سجدہ ریزہ تھے۔ التجائیں کر رہے تھے کہ اگر آج مٹھی بھر مسلمان میدان میں کام آگئے تو دنیا میں پروردگار عالم کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ سجدوں کی زینت سے زمین کی سطح محروم ہو جائے گی۔ میدان بدر میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے' گھمسان کا رن پڑا' مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار میدان میں مسلسل آگے بڑھنے لگے' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ایک حیرت انگیز منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ معاذ اور معوذ دو نوعمر مجاہد تیزی سے میری طرف بڑھے' سرگوشی کے انداز میں پوچھا چچا جان ابوجہل کون ہے اور کہاں ہے؟

میں نے پوچھا تمہیں اس سے کیا کام وہ تو اپنے لشکر کا سردار ہے اور بڑا ہی ظالم' جابر اور سرکش دشمن ہے۔ دونوں نوجوان بڑی معصومیت سے کہنے لگے ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے' ہم نے قسم کھائی ہے کہ آج میدان میں یا اسے واصل جہنم کرکے دم لیں گے یا خود جام شہادت نوش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

آج خالی ہاتھ میدان سے واپس نہیں لوٹیں گے' اتنے میں ابوجہل نمودار ہوا تو میں نے اشارہ کیا یہ رہا تمہارا ہدف۔ وہ میری بات سنتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ حملہ ایسا ناگہانی تھا کہ ابوجہل سنبھل نہ پایا۔ ایک ہی وار سے گردن لڑھک گئی۔ عکرمہ نے اپنے باپ کی چیخ سنی' لات و عزیٰ اس کے کچھ کام نہ آسکے۔ عکرمہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نوخیز مجاہد اس کے تجربہ کار باپ پر غالب آچکے ہیں۔ وہ بری طرح قتل ہو کر گرا۔

نیزے اس کا خون پی رہے ہیں لیکن اپنے باپ کو بچانے کے لئے وہ خود بھی کچھ نہ کرسکا' عکرمہ نے اپنے باپ کی حالت زار دیکھتے ہوئے جوش انتقام سے سرشار ہو کر پیچھے سے معاذؓ پر تلوار کا زوردار وار کیا جس سے اس کا بایاں بازو کٹ گیا' حضرت معاذؓ کو بازو کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی تو انہوں نے ہاتھ کو پاؤں تلے دبا کر زور لگایا تو بازو کندھے سے الگ ہو گیا۔ سبحان اللہ یہ نوعمری اور یہ جرات! قربان جاؤں ان معصوم جذبوں پر۔

عکرمہ اپنے بدقسمت باپ کی لاش کو وہیں چھوڑتا ہوا بھاگ کر نکل گیا' دیکھتے ہی دیکھتے قریش مکہ کی طاقت و جبروت میدان بدر کی خاک میں مل گئی' مسلمانوں نے دوسرے مشرکین کی لاشوں کے ساتھ سردار قریش کی لاش کو بھی کنویں میں پھینک کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس طرح پہلے معرکہ حق و باطل میں حق غالب آیا' باطل کو منہ کی کھانا پڑی۔ حق سرفراز اور باطل سرنگوں ہوا' اسلام سربلند ہوا اور کفر **سرافگندہ** ہوا۔ ابوجہل کی اکڑی ہوئی لمبی گردن دو ننھے مجاہدوں کے ہاتھوں اس

طرح کٹ کر گری جیسے کسی نے گاجر یا مولی کاٹ پھینکی ہو۔

○

اس دن سے عکرمہ کے جوش انتقام میں سہ چند اضافہ ہوگیا پہلے تو اسلام کے خلاف عداوت اپنے باپ کے مرتبہ و مقام کی وجہ سے تھی اور اب باپ کا انتقام لینے کے لئے دشمنی اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی' اس وقت سے عکرمہ اور اس کے وہ ساتھی جن کے باپ یا بھائی معرکہ بدر میں قتل ہوچکے تھے مشرکین مکہ کے سینوں میں آگ جلانے لگے اور مقتولین کے ورثاء کے دلوں میں انتقام کی آگ کا شعلہ بھڑکانے لگے یہاں تک کہ معرکہ احد بپا ہوا عکرمہ بن ابی جہل احد کی جانب چل نکلے۔ اپنی بیوی ام حکیم کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ صفوں کے پیچھے کھڑی ہوکر دیگر مقتولین کی وارث عورتوں کے ہمراہ ایک ساتھ ڈھول بجا کر نوجوانان قریش کو لڑائی کے لئے **برانگیختہ** کریں۔ تاکہ انہیں اس حالت میں دیکھ کر قریش کے شہسوار جم کر لڑیں اور میدان سے راہ فرار اختیار نہ کرسکیں۔ قریش نے شہسواروں کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کردیا' غزوہ احد میں ان دونوں شہسواروں نے ایک طوفان برپا کردیا جس سے قریش کا پلہ بھاری ہوگیا اور مشرکین کو اس دن بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان نے کہا آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

○

سرور عالم' محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم عرب قبائل کی نفسیات سے پوری طرح واقف تھے' ہمہ وقت چوکس رہتے کہ کہیں اچانک کینہ پرور عرب قبائل متحدہ محاذ بنا کر حملہ نہ کردیں۔ قریش مکہ بدر کے مقتولین کی وجہ سے غضبناک' یہودیوں کے دو مشہور قبیلے بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے نکال دیئے جانے کی وجہ سے

آتش غضب میں مبتلا' بنو غطفان اور بنو ہذیل حسد و بغض کی بنا پر مسلمانوں کی جان کے دشمن' غرضیکہ ہر قبیلہ رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ انہیں یہ غم بھی ستائے جا رہا تھا کہ ایک شخص مکہ سے خالی ہاتھ نکلا لیکن پانچ سال کے قلیل عرصے میں اس نے مدینہ طیبہ میں استحکام حاصل کر لیا' اب وہ اپنے جان نثاروں کے ساتھ ہر قوت سے ٹکرانے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے' اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابو سفیان نے متحدہ محاذ ترتیب دے کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا' سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے باہر ایک خندق تیار کروالی تاکہ دشمن کی پیش قدمی کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور وہ آسانی سے مدینہ پر حملہ آور نہ ہوسکے' کئی روز تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ رہا' شاعر ملت حضرت حسان بن ثابتؓ کی حویلی میں عورتوں کو یکجا کر دیا گیا تھا تاکہ انہیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ان خواتین میں سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب بھی تھیں' انہوں نے ایک یہودی کو حویلی کے اردگرد گھومتا ہوا دیکھا تو تاک کر ایسا نشانہ باندھا کہ چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور پھر اس کی گردن کاٹ کر حویلی کی دیوار کے اوپر سے پھینکی جس سے دشمن کے دلوں میں رعب و دبدبہ طاری ہو گیا' خندق کا ایک کنارہ قدرے کم چوڑا تھا' عمرو بن عبدود' ضرار بن خطاب اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے اس تنگ راستے کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور چشم زدن میں خندق کو عبور کر گئے۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان کا راستہ روک لیا' قریش کے نامی گرامی پہلوان عمرو بن عبدود کے مقابلے میں حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ خم ٹھونک کر آئے اور اپنی ذوالفقار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ عکرمہ اور ضرار نے جب اپنے پیش رو کا یہ حشر دیکھا تو دوڑ کر اپنی جان بچانے میں ہی عافیت سمجھی۔

فتح مکہ کے دن قریش اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ کسی نے لشکر اسلام کے مقابلے میں آنے کی جرات نہ کی انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج لشکر اسلام کی مزاحمت نہ کی جائے ان کا راستہ نہ روکا جائے یہ بغیر کسی رکاوٹ کے مکہ میں داخل ہوں' اس فیصلہ کا مشرکین مکہ کو یہ فائدہ ہوا کہ سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام کر دیا کہ صرف مقابلہ اسی سے کیا جائے جو خم ٹھونک کر سامنے آئے۔ عکرمہ بن ابی جہل نے چند قریشی نوجوانوں کو ساتھ ملایا اور لشکر اسلام کے اس جتھے کے مقابلے کے لئے نکلا جس کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے لیکن یہ قریشی نوجوان بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ان سرپٹ بھاگنے والوں میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے' اس روز عکرمہ کو بہت ندامت محسوس ہوئی۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد اب اس کا یہاں رہنا محال تھا اگرچہ سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقابلے میں آنے والے قریش کے لئے عام معافی کا اعلان کردیا تھا لیکن ان میں چند اشخاص ایسے بھی تھے جن کا نام لے کر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ اگر بیت اللہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے' ان افراد کی فہرست میں عکرمہ بن ابی جہل کا نام بھی تھا۔ اس لئے وہ خوف زدہ ہو کر چپکے سے کھسک گیا' اسے اندیشہ تھا کہ اگر پکڑا گیا تو زندہ نہیں چھوڑا جاؤں گا' مکہ میں اسے کوئی جائے پناہ دکھائی نہ دے رہی تھی' اس نے جدہ اور وہاں سے یمن جانے کا ارادہ کرتے ہوئے مکہ کو خیرباد کہا' یہ وہی مکہ ہے جس میں چند دن پہلے اس کا طوطی بولتا تھا' جہاں اس کا اور اس کے باپ ابوجہل کا سکہ چلتا تھا' جہاں کا ہر باشندہ ان کا پانی بھرتا تھا' کسی کو بھی سرمو ان کے حکم سے انحراف کی جرات نہ تھی' اب مکہ کی سرزمین ان کے پاؤں تلے سے کھسک گئی' یہاں کے باشندے اجنبی ہو گئے' کوچہ و بازار نے آشنائی سے انکار کر دیا' اس نے یہاں سے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی اور آنکھ بچا کر بھاگ نکلا اور یمن کی راہ لی۔

مکہ پر امن طریقے سے فتح ہو چکا تھا' معافی کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عکرمہ کی بیوی ام حکیم اور ہندہ بنت عتبہ اور ان کے ہمراہ دیگر چند خواتین نے سوچا کہ اب دربار رسالت میں معافی کی خواہست گار ہوں اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ جب یہ خاتون سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو اس وقت آپ کے پاس آپ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ازواج مطہرات میں سے دو رفیقہ حیات موجود تھیں۔ ہندہ نے پردے کی اوٹ سے بلیغانہ انداز میں بات کرتے ہوئے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے پسندیدہ بندے کو غلبہ عطا کیا۔ آپ اس کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں قرابت داری کی بنا پر آپ سے رحم کی اپیل کرتی ہوں' اور صدق دل سے اسلام قبول کرتی ہوں۔ پھر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہنے لگی میں ہندہ بنت عتبہ ہوں۔

سرور عالم' محسن اعظم' شافع محشر' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش آمدید آپ کی جانب سے خیر سگالی کے کلمات سن کر دلی مسرت ہوئی اسلام کے متعلق آپ کے دل میں نرم گوشے کا پیدا ہونا خوش آئند بات ہے۔

اس خاتون نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مبارک لمحات سے پہلے میری دلی کیفیت یہ تھی کہ آپ کے اور اسلام کے خلاف میرے دل میں شدید ترین نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ لیکن اب یکایک نفرت کی جگہ محبت نے لے لی ہے' اب آپ کا مشن اور آپ کی ذات مجھے دنیا کی ہر چیز سے اچھی محسوس ہوتی ہے' سرور عالم' محسن اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ کے ان پاکیزہ جذبات' خیالات واحساسات میں برکت عطا فرمائے' بعد ازاں اس نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس کے بعد عکرمہ کی بیوی ام حکیم آگے بڑھی سلام عرض کی اور اسلام قبول

کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے عرض گزار ہوئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ اس ڈر سے یمن کی طرف بھاگ گیا ہے کہ کہیں آپ کے جانثار اسے تہ تیغ نہ کردیں' از راہ کرم اسے پناہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ آپ تو خلق عظیم کے علمبردار ہیں' وہ کام کا آدمی ہے میں اسے راہ راست پہ لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ میں اس کی عادات سے اچھی طرح واقف ہوں' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حکیم کے درد بھرے جذبات کو دیکھتے ہوئے عکرمہ کے متعلق ارشاد فرمایا

"آج سے وہ پناہ میں ہے آجائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

دربار رسالت سے ضمانت کا پروانہ حاصل کرلینے کے بعد وہ عکرمہ کی تلاش میں چل نکلی' اپنے رومی غلام کو ہمراہ لے لیا۔ راستے میں غلام کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگا۔ چونکہ یہ خاتون بلا کی ذہین اور زیرک تھی' یہ اسے امید دلانے کے انداز میں ٹالتی رہی' یہاں تک کہ ایک عرب قبیلہ کی بستی میں پہنچ گئی' اس نے قبیلے کے سردار کو اپنا تعارف کراتے ہوئے صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے غضبناک ہو کر اسے رسیوں سے باندھ دیا۔ ناگہانی صورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد وہ اکیلی سفر کرتی ہوئی تہامہ کے ساحل سمندر پر عکرمہ سے جا ملی اور کہا "عکرمہ! یقین مانیں میں خلق عظیم کے علم بردار' حسن اخلاق کے پیامبر اور محبت والفت کا پرچار کرنے والے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئی ہوں اور انہوں نے کمال شفقت' محبت اور الفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو پناہ دینے کے لئے رضامندی کا اظہار کردیا ہے' بلاشبہ یہ آپ کی اور میری خوش قسمتی ہے' ہم اس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔"

جب ام حکیم ساحل پر پہنچی عکرمہ یمن جانے کے لئے کشتی میں بیٹھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ام حکیم نے کہا اب اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالئے آپ کے مقدر اچھے ہیں میرے ساتھ واپس چلیں۔ عکرمہ نے کہا کیا تم نے خود ان سے بات کی ہے؟ اس نے کہا ہاں کیوں نہیں' میں نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

بات کی تھی۔ میں آپ کی خیر خواہ ہوں' آپ کا مستقبل بہتر بنانا چاہتی ہوں۔ آپ سے مجھے دلی ہمدردی ہے اسی لئے جان جوکھوں میں ڈال کر گرتی پڑتی خطرات وخدشات سے نبرد آزما ہوتی آپ کا پیچھا کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔"

ام حکیم نے اس انداز سے یقین دلایا کہ وہ اس کے ہمراہ واپس لوٹنے کے لئے تیار ہو گیا' راستے میں چلتے چلتے ام حکیم نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی حرکت کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتا دیا کہ میں نے کس طرح اسے چکمہ دیتے ہوئے گرفتار کرادیا۔ وہ یہ بات سن کر سٹپٹا اٹھا اور کہا مکہ جانے سے پہلے وہاں جانا ہے جہاں اس نانجار کو باندھا گیا ہے۔ وہاں پہنچ کر عکرمہ نے اس بد ذات کو دیکھتے ہی موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے پورے جوش وجذبے سے کہا ارے نمک حرام مجھے غیر حاضر پاکر تیری یہ جرات کہ میرے حرم پر ڈاکہ زنی کی جسارت کرے ارے بدبخت تو اس دھرتی پر بوجھ ہے۔ تو ایک غلاظت کا ڈھیر ہے۔ تیرا زمین کے اوپر چلنا اتنا اچھا نہیں جتنا زمین کے اندر دفن ہونا تیرے لئے بہتر ہے۔ جا جہنم میں ہمیشہ اپنے زخم چاٹتے رہنا۔ اسے قتل کرنے کے بعد بوئے مکہ روانہ ہوئے۔ راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی ام حکیم سے خلوت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا ایسا تو اب نہیں ہو سکتا مسلمان ہو کر پاکیزگی اختیار کر چکی ہوں اور تم ابھی شرک کی نجاست میں ملوث ہو۔ تم اب اس نیت سے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اس جواب کی اسے قطعاً توقع نہ تھی۔ وہ کہنے لگا اس طرح میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑی خلیج پیدا ہو گئی ہے۔

جب عکرمہ اور ام حکیم مکہ کے قریب پہنچے تو سرور عالم محسن اعظم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا عنقریب عکرمہ تمہارے سامنے پردیسی مومن بن کر آئے گا اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا اس لئے کہ میت کو کوسنے سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور میت کو دی گئی گالی اس تک نہیں پہنچتی۔

تھوڑی دیر بعد عکرمہ اور ام حکیم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے' جب محسن اعظم شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔ آپ بیٹھ گئے لیکن عکرمہ سر جھکائے باادب انداز میں خدمت اقدس میں کھڑا رہا' لرزتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کی یارسول اللہ ام حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے معاف کرتے ہوئے امن کی ضمانت عطا کر دی ہے' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بالکل یہ سچ کہتی ہے تجھے ہماری طرف سے امن کی ضمانت دی گئی ہے۔ ہمارا کوئی بھی ساتھی تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچائے گا' تم بے فکر ہو کر زندگی بسر کرو۔ یہ تمہارے لئے جائے امن ہے' یہاں سکون' راحت انبساط و اطمینان سے رہو۔ عکرمہ نے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر سکھ کا سانس لیا اور بڑی ہی لجاجت سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہماری دعوت کا محور یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' بیت اللہ کا حج کرنا۔ یہ ہماری دعوت کے مرکزی نکات ہیں۔''

عکرمہ نے کہا بلاشبہ یہ سب حقیقت پر مبنی باتیں ہیں' اللہ کی قسم آپ یہ دعوت پیش کرنے سے پہلے بھی سچائی کے علمبردار تھے' امانت و دیانت کے پرچار میں مصروف تھے۔ یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر رکھتے ہوئے کہا میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں' پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتائیں کہ میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم یہ کہو میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ آج سے مسلمان مجاہد اور مہاجر ہوں۔

حضرت عکرمہؓ نے خلوص دل سے اقرار کیا' یہ منظر دیکھ کر سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے کہا عکرمہ مانگو کیا مانگتے ہو میں آج ہر وہ چیز دینے کے لئے تیار ہوں جو میں نے کسی بھی صحابی کو دی ہے۔

حضرت عکرمہؓ نے اشکبار آنکھوں سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر وہ عداوت معاف کردیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سابقہ زندگی میں روا رکھی اور ہر اس مقابلے کی معافی دے دیں جو زمانہ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور ہر وہ بات معاف کردیں جو آپ صلی اللہ علیہ سلم کے سامنے یا غیر حاضری میں آپ کے خلاف کرتا رہا۔

میں بہت نادم ہوں' اپنے کئے پر شرمندہ ہوں' دل گرفتہ ہوں' پشیمان ہوں اور ندامت کے اتھاہ سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں' اللہ کے لئے مجھے معاف کردیں' مجھ سے درگزر کریں۔ وہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہتے جاتے تھے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے' آپ کی یہ حالت زار دیکھ کر محسن اعظم سرور عالم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہؓ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے

الٰہی ! اسے ہر وہ عداوت معاف کردے جو اس نے میرے ساتھ روا رکھی' اور اس راستے کی ہر وہ لغزش معاف کردے جس میں یہ تیرے پسندیدہ نظام اسلام کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا۔

الٰہی ! میرے سامنے یا میری غیر حاضری میں جو یہ میری عزت کے درپے ہوا میں نے اسے معاف کیا تو بھی اسے معاف کردے۔

یہ دعا سن کر حضرت عکرمہؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور وفور شوق سے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنے کے لئے آج سے پہلے جو کچھ خرچ کیا کرتا تھا اس سے دوگنا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کروں گا' آج سے پہلے میں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی خاطر لڑائیاں لڑیں اور اب میں اللہ کی راہ کی طرف لوگوں کو لانے کے لئے پورے جوش وجذبہ سے لڑائی لڑوں گا۔

○

حضرت عکرمہؓ کی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا' تاریک دل میں نور اسلام کی روپہلی کرنوں نے چمک پیدا کردی۔ سخت دل میں گداز پیدا ہوگیا' خوبصورت غزالی آنکھیں گدازی دل کا ترجمان بن کر آنسوؤں کے موتی دامن پر بکھیرتی رہیں۔ ایک وہ دن تھا کہ اسلام کے خلاف نفرت اور کدورت پورے شباب پر تھی اور ایک یہ دن ہے کہ اسلام محبوب ترین نظام زندگی دکھائی دیتا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ سرور عالم شافع محشر محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچانا زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور ایک یہ دور ہے کہ ان کے اشاروں پر مرمٹنا حیات مستعار کی متاع عزیز بن چکا ہے۔

حضرت عکرمہؓ نے اسلام قبول کرتے وقت دربار رسالت میں جو عہدو پیمان کیا تھا کہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگادوں گا' وہ پورا کر دکھلایا۔ اسلام کا دامن گیر ہونے کے بعد حضرت عکرمہؓ ہر محاذ میں پیش پیش رہے تاکہ ایام ماضی کی کچھ تلافی ہو سکے' غزوہ یرموک میں تو حضرت عکرمہؓ میدان جنگ کی طرف اس طرح لپکے جیسے کوئی پیاسا گرم ترین دن میں ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے' جب اس معرکہ میں مسلمانوں پر دشمن کی طرف سے شدید دباؤ پڑا' گھوڑوں کی پیش قدمی رک گئی تو حضرت عکرمہؓ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور اپنی تلوار کی نیام توڑ دی اور رومیوں کی صفوں میں گھس کر بے جگری سے لڑنا شروع کردیا۔ یہ منظر دیکھ کر

حضرت خالد بن ولیدؓ جلدی سے آگے بڑھے اور فرمایا' عکرمہؓ اس طرح نہ کرو تمہارا یہاں شہادت پا جانا مسلمانوں کو بہت گراں گزرے گا۔ تو انہوں نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر فرمایا

خالد! آپ پیچھے ہٹ جائیں' آپ نے مجھ سے پہلے ایمان لا کر اپنے درجات کو بلند کر لیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اور میرا باپ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے مخالف رہے اور انہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی' آج مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجئے تاکہ میں آج اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکوں۔ پھر پورے جوش و ولولہ سے کہا

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہت سے مقامات پر میں سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار ساتھیوں کے خلاف برسرپیکار رہا ہوں اور آج رومیوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں؟ یہ ناممکن ہے' بالکل انہونی بات ہے' یہ ہرگز نہیں ہو سکتا' پھر انہوں نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ آج موت پر کون بیعت کرے گا تو ان کی جان نثاری ولولہ انگیزی سے متاثر ہو کر ان کے چچا حارث بن ہشام کے علاوہ چار سو فرزندان اسلام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمے کی اوٹ میں دشمن پر زوردار حملہ کیا اور اس کے چھکے چھڑا دیئے' اور ثابت کر دیا کہ بہادر یوں لڑا کرتے ہیں۔ جب معرکہ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہو چکی تو سرزمین یرموک میں چند مجاہد زخموں سے چور لیٹے ہوئے تھے۔ جن میں حارث بن ہشامؓ' عیاش بن ابی ربیعہؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل تھے' حارث نے پینے کے لئے پانی مانگا ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عکرمہؓ نے پانی کی طرف دیکھا' حارثؓ نے کہا پہلے انہیں پلا دو جب پانی ان کے قریب لایا گیا تو حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہؓ نے پانی کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تو حضرت عکرمہؓ بھانپ گئے کہ میرے اس بھائی کو مجھ سے زیادہ پانی کی ضرورت اور طلب ہے فرمایا مجھے نہیں انہیں پلا دو' جب پانی حضرت عیاشؓ کے پاس

لایا گیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اور جب پانی پہلے دونوں ساتھیوں کے پاس لایا گیا' وہ بھی کمال صبر اور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے' اللہ ان سب پر راضی ہو گیا اور انہیں حوض کوثر سے یقیناً دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا' برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار پانی ملے گا۔ جس کے پینے سے میدان محشر میں پیاس نہ لگے گی' یہاں تک کہ یہ جنت الفردوس کے سدا بہار باغات میں ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

"یہ اللہ پہ راضی اور اللہ ان پر راضی"

حضرت
مثنیٰ
بن حارثہ شیبانی
رضی اللہ عنہ

حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم' محسن اعظم، خلق مجسم صلی اللہ علیہ و سلم مختلف عرب قبائل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لئے نکلے۔ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ صدیق اکبرؓ چند قدم آگے بڑھے اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب ملا ہم بنو شیبان بن ثعلبہ ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ بڑے اہم لوگ ہیں' ان کا تعلق بہت بڑے معزز قبیلے سے ہے۔ دنیاوی جاہ وجلال ان پر ختم ہے۔" اس وقت وہاں بنو شیبان کے سرکردہ سرداروں میں سے مفروق بن عمرو' معانی بن قبیصہ' نعمان بن شریک اور مثنیٰ بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے لیکن مفروق بن عمرو فصاحت و بلاغت اور فن گفتگو میں سب سے زیادہ فوقیت رکھتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کی تعداد کتنی ہے؟

مفروق نے برجستہ جواب دیا ہم ایک ہزار سے زیادہ ہیں اور ایک ہزار افراد قلت تعداد کی بنا پر میدان کار زار میں مغلوب نہیں ہوا کرتے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کی دشمن سے لڑائی کیسے رہتی ہے؟

مفروق نے کہا' دشمن کے مقابلے میں میدان کار زار میں ہمارا غیض و غضب پورے شباب پر ہوتا ہے۔ ہم اپنے گھوڑوں کو اپنی اولاد سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور اسلحہ ہمیں اپنے مال و دولت سے زیادہ عزیز ہے۔ میدان میں کبھی ہمارا پلہ بھاری

ہوتا ہے اور کبھی ہمارے دشمن کا۔ پھر مفروق نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا:

آپ کا پیغام کیا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

میرا پیغام یہ ہے کہ اللہ معبود برحق ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ قریش نے سرکشی کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت پر اترے ہوئے ہیں۔ مجھے تم سے بھرپور امید ہے کہ تم میرا ساتھ دو گے۔

مفروق نے کہا اور اس کے علاوہ کوئی پیغام؟

آپ نے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

''ان سے کہو! کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔

- یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔
- اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

○ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے اور ان کو بھی۔

○ اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔

○ اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے' شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔

○ اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔

○ اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔

○ اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔

○ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔

○ نیز اس کی ہدایت یہ بھی ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے' لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے یہ وہ ہدایت ہے جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے' شاید کہ تم کج روی سے بچو۔

بنو شیبان کے دانشور مفروق نے یہ سن کر کہا اللہ کی قسم یہ زمینی کلام ہے ہی نہیں یہ تو مجھے آسمانی کلام معلوم ہوتا ہے اتنا شیریں' اتنا سادہ اس قدر بلاغت وفصاحت سے بھرپور اور ایسا اثر انگیز کہ کیا کہنے! پھر اس نے کہا جناب من لطف آگیا کچھ مزید اس جیسا کلام سنا کر محظوظ اور لطف اندوز ہونے کا موقع دیجئے۔

سرور عالم' محسن اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نحل کی یہ آیت تلاوت فرمائی

ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون○

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو"

مفروق نے یہ سن کر برملا کہا:

اللہ کی قسم اعلیٰ اخلاق اور عمدہ اعمال کی تلقین کرنے والا اتنا بہتر کلام میں نے اپنی زندگی میں آج پہلی مرتبہ سنا۔

بنو شیبان کے دانشور مفروق نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

یہ دھانی بن قبیصہ میرے ہم مسلک بھائی ہیں آپ ان کی باتیں سننا پسند فرمائیں گے آپ نے اس کی طرف محبت بھرے انداز میں دیکھا اور فرمایا کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

اس نے کہا: میں نے آپ کی تمام باتیں بڑے غور سے سنی ہیں' آپ کی ہر بات حق وصداقت پر مبنی ہے آپ نے جو کلام سنایا وہ واقعی اثر انگیز ہے۔ لیکن اتنی جلدی ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرسکتے ہم اپنی قوم کے ساتھ اس موضوع پر تبادلہ خیال کریں گے' جلد بازی میں کئے گئے فیصلے بسا اوقات اچھے اثرات نہیں چھوڑتے' ہمیں غور وفکر کرنے کا موقع دیں' اور ساتھ ہی یہ کہا کہ یہ ہماری قوم کے مایہ ناز شہسوار اور قابل رشک بہادر مثنیٰ بن حارثہ بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

مثنیٰ بن حارثہ نے کہا! میں نے آپ کی باتیں سنیں اور مجھے بہت پسند آئیں۔ آپ کا کلام واقعی جادو کا اثر رکھتا ہے۔ لیکن اس پاکیزہ دعوت کو قبول کرنا ابھی ہمارے بس میں نہیں۔ شاہ ایران سے ہمارا معاہدہ ہے کہ ہم کسی نئی تحریک کو قبول نہیں کریں گے' اور نہ ہی نئی تحریک برپا کرنے والے کا ساتھ دیں گے۔ ہو سکتا ہے جو دعوت آپ پیش کررہے ہیں شاہ ایران اس سے موافقت نہ کرتا ہو اس صورت

میں ہمارے لئے بہت مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

ہاں البتہ سرزمین عرب سے اگر کوئی آپ کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے یا آپ کو کوئی گزند پہنچانے کے لئے کوشاں ہے تو ہم آپ کی بھرپور امداد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوشیبان کے جرنیل مثنیٰ بن حارثہ کی گفتگو سن کر ارشاد فرمایا:

"یہ عجیب بات ہے سچائی کو مانتے بھی ہو اور ہچکچاتے بھی ہو' بھلا اعتراف حق کے بعد اس سے انکار کوئی معقول بات ہے' اللہ کے دین کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے کہ دین کی تمام جزئیات کو صدق دل سے تسلیم کیا جائے۔ ان کے تذبذب کو دیکھتے ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب سے پیش کردہ اخلاقی امداد کو مسترد کردیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا کیا خیال ہے جب تم بچشم خود دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی عرصے کے بعد سرزمین ایران کو اہل ایمان کے زیر نگیں کردیا ہے' اس کے تمام تجارتی اور زرعی وسائل مسلمانوں کے زیر تصرف آگئے ہیں' کیا اس وقت تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے گن نہیں گاؤ گے؟

نعمان بن شریک نے تعجب سے پوچھا کیا واقعی ایسا ہو کر رہے گا؟ کیا یہ شان وشوکت آپ کو مل کر رہے گی؟ یہ سرفرازی و اولوالعزمی و سربلندی' کیا خوب شان ہوگی اس وقت آپ کی۔

اس کے تاثرات کو سن کر سرور عالم، محسن اعظم، خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ احزاب کی یہ آیت تلاوت کی

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ؕ

اے نبی ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور اللہ کی طرف

بلانے والا اس کے حکم سے اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

یہ پیغام سنایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھے اور اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔ اس پیغام میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو شیبان کو ایمان لانے کی صورت میں دنیاوی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کی بشارت دے دی۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ جب معرکہ ذی وقار قبیلہ بنو شیبان کی ایک شاخ ربیعہ کو ایرانیوں کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"ھذا اول یوم انتصف العرب فیہ من العجم"

آج عرب عجم کے مقابلے میں برابر کی سطح پر آ گئے ہیں۔

اس پہلی ملاقات میں تو عظیم جرنیل مثنیٰ بن حارثہ کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل نہ ہوسکا لیکن بنو شیبان کے مسلمان ہونے اور میدان جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے کی انہیں بشارت ضرور مل گئی جو آگے چل کر برحق ثابت ہوئی۔ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر مسلمانوں کی طاقت میں اضافے کا باعث بنے۔

بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ ہجرت سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے۔ قبیلہ بنو شیبان کا پہلا وفد جس سے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی اس میں یہ بھی شامل تھے۔ قرآنی حوالے سے جو گفتگو ہوئی اس سے یہ بے حد متاثر ہوئے۔ دل نے روحانی پیغام کو مان لیا لیکن بظاہر کسی مصلحت کی بنا پر وہ اعلان نہ کرسکے۔

○

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے گیارہ لشکر ترتیب دیئے اور انہیں مختلف اطراف میں اسلام کے خلاف اٹھنے والی شورشوں

کو دبانے کے لئے روانہ کیا۔

پہلا لشکر: حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔

دوسرا لشکر: حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے بھیجا گیا۔

تیسرا لشکر: مہاجر بن ابی امیہؓ کو اسود عنسی کے مقابلے کے لئے صنعاء یمن بھیجا گیا

چوتھا لشکر: حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو سرزمین شام کے بالائی علاقے میں برپا شورش کو دبانے کے لئے حکم دیا گیا۔

پانچواں لشکر: حضرت عمرو بن عاص کو بنو قضاعہ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا گیا۔

چھٹا لشکر: حذیفہ بن محصن کو عمان کی جانب بھیجا گیا۔

ساتواں لشکر: عرفجہ بن ھرشمہ کو اہالیان مہرہ کی طرف بھیجا۔

آٹھواں لشکر: سوید بن مقرن کو تہامہ یمن کی طرف روانہ کیا گیا۔

نواں لشکر: طریفہ بن حاضرؓ کو بنو سلیم اور بنو ھوازن کے مقابلے کے لئے بھیجا۔

دسواں لشکر: شرحبیل بن حسنہ کو عکرمہ بن ابی جہل کے تعاون کے لئے بھیجا۔

گیارھواں لشکر: علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا۔

چونکہ بحرین یمامہ اور ایران کے سرحدی علاقے میں حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کا قبیلہ بنو شیبان آباد تھا۔ اس لئے علاء بن حضرمی نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے بنو شیبان سے رابطہ قائم کیا۔ چونکہ بحرین میں آباد قبیلہ بنو ربیعہ مرتد ہو چکا تھا اس لیے قبیلہ بنو شیبان کے کڑیل جوان تجربہ کار شہسوار مثنیٰ بن حارثہ نے لشکر اسلامی کے قائد علاء بن حضرمی کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے مرتدین کا قلع قمع کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ اس معرکے میں علاء بن حضرمی کے بہترین معاون ثابت ہوئے۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ شمال میں ایرانیوں اور انکے حلیف مرتدین کو پسپا

کیا اور بحرین کے دو مشہور شہروں قطیف اور ہجر پر قبضہ کرلیا۔ اور خلیج کے انتہائی شمالی علاقے تک پیش قدمی کی جہاں دجلہ و فرات سمندر میں ایک ساتھ گرتے ہیں۔

اہل وبر کے سردار مشہور و معروف دانشور حضرت قیس بن عاصم تمیمیؓ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے متعلق تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مثنیٰ بن حارثہ کوئی غیر معروف شخصیت نہیں بلکہ یہ بنو شیبان کا سرخیل جوان اور سرزمین عرب کا مشہور و معروف شہسوار ہے"

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر خلیفتہ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ مجھے ایرانیوں کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے اجازت دے دی' اس طرح وہ پہلے اسلامی قائد ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے عرب مسلمانوں میں ایرانیوں کا مقابلہ کرنے کی جرات پیدا کی ورنہ اس دور میں ایران کا رعب و دبدبہ اتنا زیادہ تھا کہ کسی بھی قوم کو ان کے مقابلے میں آنے کی جرات نہ تھی۔ یہ جرات و شجاعت عراق کو فتح کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

○

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں دشمنوں پر تابڑتوڑ حملے کر رہے تھے۔ انہوں نے اس مہم کو تیز کرنے کے لئے دربار خلافت سے مدد طلب کی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یمامہ میں مقیم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ کی مدد کے لئے عراق پہنچ جائیں' اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو حکم دیا کہ آپ خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں جنگی خدمات سرانجام دیں گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق پہنچتے ہی ایرانی افواج کے سربراہ ہرمز کی طرف یہ خط لکھا

خالد بن ولید کی جانب سے ہرمز کے نام

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کو تسلیم کرے۔ اسلام قبول کرلو اچھے رہو گے۔ ورنہ ہمیں اپنا اور اپنی پوری قوم کا ٹیکس ادا کرو۔ اس کے عوض ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اگر ہمارا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو تمہیں کف افسوس ملنا پڑے گا۔ میں تمہارے علاقے میں ایک ایسی قوم لے کر آیا ہوں جسے موت اتنی ہی عزیز ہے جتنی تمہیں زندگی۔

ہرمز نے اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولیدؓ کے خط کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور مقابلے کے لئے بصرہ کے قریب شط العرب کے مشہور شہر کاظمیہ میں ایرانی لشکر کی قیادت کرتا ہوا پورے طمطراق سے میدان میں نکلا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصے کی قیادت حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے سپرد کی اور اسے ایرانی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ بنو شیبان کے شہسواروں نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کی قیادت میں ایرانیوں پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ انکے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ شکست خوردہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلے، لشکر اسلام کو عظیم فتح نصیب ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا، ہر مجاہد کے حصے میں ہتھیاروں کے علاوہ ایک ہزار درہم آیا، حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے ہتھیار تو لے لئے لیکن مال و دولت لینے میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا کیونکہ وہ اس پر بہت خوش تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لشکر اسلام کو عظیم فتح سے ہمکنار کیا تھا۔

○

جنگ ذات السلاسل میں پسپائی کے بعد ایرانی فوج علاقہ مذار میں دریائے ثنی کے کنارے جمع ہونے لگی تاکہ یہاں کچھ عرصہ ستانے کے بعد تازہ دم ہو کر لشکر اسلام کا مقابلہ کیا جائے، حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ اپنے بھائی معنی بن حارثہؓ کے ہمراہ علاقے کا جائزہ لیتے ہوئے ادھر آنکلے۔ یہ منظر دیکھ کر کہ دشمن دریا کے کنارے پڑاؤ

کئے ہوئے ہے اور کسی بھی وقت لشکر اسلام کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں' دونوں بھائی موقع کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فوری طور پر واپس پلٹے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے دشمن پر اچانک حملہ کرنے کا حکم صادر کردیا۔ لشکر اسلام نے جب ایرانیوں پر اچانک حملہ کیا تو ایرانی سنبھل نہ سکے۔ یہاں بھی پسپائی اور ذلت آمیز شکست ان کا مقدر بنی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ طیبہ روانہ کیا اور خود علاقہ مزار میں مقیم رہے۔ اس معرکے کو جنگ ثنی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس لئے نہ یہ دریائے ثنی کے کنارے لڑی گئی تھی اور اس میں عظیم جرنیل حضرت مثنیٰؓ نے اپنی جنگی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناقابل فراموش کامیابی حاصل کی۔ اس جنگ میں ان کے بھائی معنیٰ بن حارثہؓ بھی شامل تھے۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ ہر نازک موقع پر حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے۔ بیشتر مواقع پر ایسا ہوا کہ مفتوحہ علاقے کے انتظام و انصرام کے لئے حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو اپنا نمائندہ مقرر کرکے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے آگے کوچ کرگئے۔

لشکر اسلام پیش قدمی کرتا ہوا جب حیرہ پہنچا تو عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے' کہ وہاں چاروں طرف ہو کا عالم ہے۔ کوئی چڑیا بھی نہیں پھڑک رہی۔ پتہ چلا کہ پوری قوم محلات میں پناہ گزیں ہوچکی ہے اور محل بھی وہاں کئی ایک دکھائی دے رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام سے چند جرنیل منتخب کئے اور انہیں محلات کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔

ضرار بن ازور نے قصر ابیض اور ضرار بن خطابؓ نے قصر عربین کا محاصرہ کیا اور اس طرح تمام دیگر محلات کو بھی لشکر اسلام نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حضرت

مثنیٰ بن حارثہؓ نے عمرو بن بقیلہ کے محل کو گھیرے میں لیا۔ اس میں عمرو بن عبدالمسیح موجود تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے تمام جرنیلوں کو حکم دیا کہ محصورین کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ایک دن انہیں سوچنے کی مہلت دیں پھر بھی اسلام قبول نہ کریں تو ان پر یلغار کردیں اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیں۔

دشمن نے جب یہ دیکھا کہ اب ہم شکنجے میں آچکے ہیں' اب صلح کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ ٹیکس ادا کرنے کی شرط پر جان و مال کی حفاظت کی التجا پیش کردی' حضرت خالد بن ولیدؓ نے دربار خلافت سے منظوری حاصل کرنے کے لئے تیز رفتار قاصد مدینہ منورہ روانہ کردیا خلیفتہ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے جواب دیا کہ یہ ٹیکس لے لو اور اس سے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ مضبوط کرو۔

دربار خلافت سے منظوری آنے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ اور اہالیان حیرۃ کے جن سرداروں کے مابین معاہدہ طے پایا ان میں سے عدی بن عدی' عمرو بن عدی' عمرو بن عبدالمسیح اور ایاس بن قبیصہ قابل ذکر ہیں

معاہدے کی دستاویزات پر تمام سرداروں نے دستخط کئے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا کہ حیرہ کے تمام باشندوں کو یہ معاہدہ برضا و رغبت بلا جبر و اکراہ منظور ہے اس طرح حیرہ پر لشکر اسلام کا قبضہ تمام ہوا۔

○

ہرقل رومی نے لشکر اسلام پر یلغار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت لشکر اسلام ایرانی افواج کے ساتھ الجھا ہوا ہے یہ مقابلے کے لئے بڑا سنہری

موقع ہے' اس نے رومی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔

جب یہ خبر دربار خلافت میں پہنچی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پورے جوش و جذبہ سے یہ ارشاد فرمایا

بخدا میں خالد بن ولیدؓ کے ذریعے رومیوں کے دماغ ٹھیک کروں گا اور ان کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے شیطانی وسوسوں کا موثر علاج کروں گا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو حیرہ میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ لشکر اسلام کو لے کر یرموک پہنچ جائیں اور انہیں یہ نصیحت کی

اے ابو سلیمان! تمہیں خلوص نیت اور خوش قسمتی مبارک ہو۔ تم اپنی توانائیوں کو اللہ کی رضا کے لئے صرف کرو اور اللہ تم پر اپنی نعمتوں کو نچھاور کرے گا' کبھی خود پسندی کو قریب نہ آنے دینا ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔

یاد رکھنا خود پسند لوگوں کو ہمیشہ رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اللہ کا ہم پر احسان ہے اور وہ بہتر بدلہ دینے والا ہے اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ نصف لشکر آپ اپنے ہمراہ لے جائیں اور نصف یہیں پہ رہنے دیں اور اس کی قیادت مثنیٰ بن حارثہؓ کے سپرد کر دیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے خلیفہ وقت کا حکم پا کر لشکر پر نظر دوڑائی تمام صحابہ کرامؓ کو اپنے لشکر کے لئے منتخب کر لیا اور تابعین کرام کی قیادت حضرت مثنیٰ بن حارثہ کے سپرد کر دی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت مثنیٰ سیخ پا ہو گئے۔

فرمانے لگے اللہ کی قسم مجھے یہ تقسیم منظور نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مجھے صحابہ کرامؓ کی برکت سے محروم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جو میرے لئے قابل برداشت نہیں' خلیفتہ المسلمین کے حکم کو نافذ کرتے ہوئے امیر لشکر نصف صحابہ کرامؓ اور نصف تابعین عظام کی عادلانہ ترتیب کو پیش نظر رکھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کی نیک نیتی پر مبنی دلی خواہش کا احترام کرتے ہوئے لشکر کو اس انداز میں مرتب کیا جس طرح حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ

چاہتے تھے۔ انہیں خوش دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خدا حافظ' اللہ کی رحمت کی آپ پر برکھا برسے' اللہ تمہاری سرداری قائم رکھے اور تمہاری توانائیوں میں برکت عطا کرے۔

کمزور ناتواں مردوں کو مدینہ بھیج دیا اور خود اپنے حصے کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے یرموک کی طرف روانہ ہوگئے۔

شاہ ایران کو جب یہ پتہ چلا کہ لشکر اسلام دو حصوں میں تقسیم ہوچکا ہے اس نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایرانی افواج کے جرنیل ہرمز جاذویہ کی قیادت میں ایک لشکر جرار کو لشکر اسلام کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے تیار ہونے کا حکم صادر کیا اور مثنیٰ کی طرف دھمکی آمیز یہ خط لکھا

میں نے تمہارے مقابلے کے لئے ایک خوفناک' خونخوار اور ہیبت ناک لشکر بھیجا ہے۔ یہ مرغیوں اور خنزیروں کے چرواہے ہیں۔ میں ان کے بل بوتے پر تم سے جنگ کروں گا۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بڑی عقل و دانش اور فہم و فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاہ ایران کو جواب لکھا

"آپ کا خط ملا' حالات سے آگاہی ہوئی۔ خط کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو آپ باغی اور سرکش ہیں۔ یہ کیفیت ہمارے لئے بہتر ہے اور آپ کے لئے بدتر' یا پھر آپ جھوٹے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بادشاہ جب جھوٹ بولنے لگتا ہے تو وہ اپنی رعایا میں ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اللہ کی پھٹکار اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ ہماری فہم و فراست اور ہمارا تجربہ یہ کہتا ہے کہ تمہاری موت تمہیں ہمارے مقابلے میں لائی ہے۔ جب سانپ کی موت آتی ہے تو وہ آباد راستے میں نکل آتا ہے ہم اس اللہ رب العزت کا شکر کرتے ہیں جس نے تمہیں یہ بات سمجھائی کہ ایران میں آباد بکریوں' بھیڑوں' مرغیوں اور خنزیروں کے چرواہوں اور عقل و شعور

سے تہی دامن گڈریوں کو ہمارے مقابلے میں لاؤ۔

تمہاری عقل و دانش پہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے

ادھر آ اے دلبر ہنر آزمائیں

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ایرانی لشکر جب مقابلے میں آیا تو حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے ایرانی لشکر پر ایسا زور دار حملہ کیا کہ اس کے پاؤں جمنے نہ دیئے اور اسے دھکیلتے ہوئے مدائن تک لے گئے' ایرانی بری طرح شکست کھا گئے' لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اسلامی لشکر کے جرنیل حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے دربار خلافت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فتح کی نوید کا پروانہ ارسال کرتے ہوئے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ جو مرتدین میں سے تائب ہو چکے ہیں ان کی توبہ کا اعتبار کرتے ہوئے انہیں لشکر اسلام میں شامل کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ان کی توانائیوں اور تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بہت انتظار کیا' دربار خلافت سے کوئی جواب نہ آیا تو اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے خود مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہ دیکھ کر بہت افسردہ ہوئے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صاحب فراش ہیں۔ موت کے سائے دراز ہوتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ بن حارثہؓ کو دیکھا تو آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ غور سے ان کی باتیں سنیں اور ان کی رائے کو قبول کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ کی تجاویز قابل قدر ہیں' میرا کوئی پتہ نہیں کہ آج کا دن پورا کر سکوں یا نہیں' اگر میں اللہ کو پیارا ہو گیا تو مثنیٰ بن حارثہ کو تازہ دم فوج دے کر محاذ پر روانہ کر دینا' دیکھنا کوئی بڑے سے بڑا حادثہ بھی اس مشن میں رکاوٹ نہ بننے پائے۔ شام اگر فتح ہو جائے تو خالد بن ولیدؓ کو حکم دینا کہ وہ اپنا لشکر عراق لے آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز فجر سے پہلے ہی لشکر کو ایرانیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے مثنیٰ بن حارثہ کی قیادت میں

روانہ ہونے کا حکم صادر کر دیا' صبح ہوتے ہی لوگوں نے حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ آپ کو خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تین دن گزر گئے لیکن لشکر روانہ نہ ہو سکا' ایرانیوں کے مقابلے میں آنے کے لئے لوگوں کے دلوں میں جب کچھ اضطراب اور گھبراہٹ کے آثار دیکھے تو حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جوش و ولولے سے بھرپور خطاب کیا' لوگوں کے دلوں کو گرمایا' جذبہ جہاد کو ابھارتے ہوئے کہا: ہم نے ایرانیوں کا زور توڑ دیا ہے' ان کی ہمتیں پست ہو چکی ہیں' ان میں پہلے جیسا دم خم باقی نہیں رہا۔ تم اللہ کے شیر ہو' تم مرد میدان ہو' فتح و نصرت تمہاری قدم بوسی کے لئے سراپا انتظار ہے' تمہارے رعب و دبدبہ سے دشمن لرزہ بر اندام ہے۔ تمہارا نام سن کر ایرانی اپنے گھروں میں کانپ رہے ہیں' اٹھو ان کی شان و شوکت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اور ان کی طاقت و جبروت کو ملیا میٹ کرنے کے لئے میرے ساتھ چلو۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی اس موضوع پر ولولہ انگیز خطاب کیا۔ ابو عبیدہ بن مسعود اور دوسرے مجاہدین نعرہ تکبیر لگاتے ہوتے جوش و جذبہ سے اٹھے اور حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے پیغام جہاد پر لبیک کہتے ہوئے ایرانیوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ اسلامی لشکر کٹھن راستے کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا کوفہ کے قریب خیمہ زن ہوا۔ چند دنوں کے بعد دونوں لشکروں کے مابین نمارق کے مقام پر زور کا رن پڑا' ایرانی فوج کا جرنیل ہامان گرفتار کر لیا گیا اور باقی فوج دم دبا کر بھاگ نکلی۔ مجاہدین کو اس میدان میں کثیر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا' غنیمت کا پانچواں حصہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بیت المال کے لئے بھیج دیا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

اس خوشگوار موقع پر عظیم جرنیل حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے اپنے جذبات کو اشعار میں پیش کیا

حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کے یہ خیالات حقیقت کا روپ دھار گئے

مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑوں نے دریائے دجلہ و فرات کے دائیں بائیں کناروں پر فاتحانہ دوڑیں لگائیں' چشم فلک نے دیکھا کہ نمارق کے بعد سقاطیہ اور سقاطیہ کے بعد جسر اور جسر کے بعد بویب جیسے اہم ترین علاقے یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔

○

جب معرکہ نمارق میں ایرانی عبرتناک شکست سے دو چار ہوئے تو ایرانی افواج کے سپہ سالار رستم نے شاہ ایران کے خالہ زاد بھائی اور ریاست کسکر کے مہاراجہ نرشی سے کہا' اپنی جاگیر پر ذرا نظر دوڑاؤ' یہ چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے جوانمردی کا مظاہرہ کرو۔ ہمارا دشمن اس جاگیر کو ہڑپ کرنے کے لئے پر تول رہا ہے۔ کسکر میں عمدہ کھجوروں کے بے شمار باغات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔

ان عمدہ کھجوروں کی وجہ سے یہ ریاست پوری دنیا میں مشہور تھی۔ لشکر اسلام کے سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کو حکم دیا کہ ایرانی فوج معرکہ نمارق میں شکست کھانے کے بعد شاہ ایران کے خالہ زاد بھائی نرشی کی جاگیر کسکر کی طرف جا رہی ہے۔ اس کا بلا تاخیر تعاقب کریں تاکہ وہ وہاں پناہ گزیں ہو کر ہمارے خلاف تیاری نہ کر سکیں' حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے کسکر کے مشہور شہر واسط کے قریب سقاطیہ کے مقام پر ایرانی فوج کو جا لیا۔ اس پر ایسا زور دار حملہ کیا کہ وہ سنبھلنے نہ پائی۔ یہاں بھی شکست اس کا مقدر بنی۔ میدان میں وہ بہت سا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گئی۔

لشکر اسلام کو کثیر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عمدہ کھجوریں' طرح طرح کے لذیذ کھانے اور مہاراجہ نرشی کے بیش قیمت خزانے قبضے میں لئے' مہاراجہ نرشی اپنی جان بچانے کی خاطر دل پسند جاگیر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

... مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا اور ساتھ ہی امیر المومنین کی خدمت میں یہ خط لکھا

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے عمدہ کھانے عطا کئے جو شاہان ایران کھایا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں تاکہ آپ اللہ کی نعمتوں کا بچشم خود مشاہدہ کر سکیں۔

اس مقام پر جو جنگ لڑی گئی اسے معرکہ سقاطیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو معرکہ جسر میں جو نقصان اٹھانا پڑا اس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ ہوا یہ کہ جب ایرانی معرکہ سقاطیہ میں عبرتناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد واپس لوٹے تو رستم نے دریافت کیا کہ پورے ایران میں عربوں کے خلاف نبرد آزما ہونے میں سخت جان کون ہو سکتا ہے؟

سب نے بیک زبان کہا بہمن جاذویہ اور اسے بھوؤں والی سرکار بھی کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ یہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کبر و نخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اکثر و بیشتر اپنی بھوؤں کو آنکھوں سے اوپر کی جانب چڑھائے رکھتا تھا' تاکہ اسے دیکھنے والا پہلی نظر میں خوف زدہ ہو جائے۔ ایرانی فوج کے جرنیل رستم نے بہمن جاذویہ کو لشکر دے کر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے مدائن بھیجا اور خطرناک ہاتھی بھی اسے دیئے تاکہ میدان میں جم کر مقابلہ کیا جاسکے اور ایرانی جھنڈا بھی اسے تھما دیا گیا تاکہ اس کی لاج رکھنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی جائے۔

اس معرکے میں لشکر اسلام کے سالار اعظم ابوعبید بن مسعودؓ تھے اور انکے ہمراہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ جیسے جوان مرد بہادر' نڈر اور تجربہ کار جرنیل بھی تھے۔ دریائے فرات کے کنارے لشکر اسلام خیمہ زن ہوگیا اور دوسرے کنارے ایرانی جرنیل بہمن جاذویہ نے اپنی فوج اتارلی اور یہ پیغام لشکر اسلام کے سالار کی طرف بھیجا۔

"ہماری طرف سے آپ کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ دریائے فرات عبور کر کے

ہمارے مقابلے کے لئے آئیں' یا آپ ہمیں دعوت دیں کہ ہم دریا عبور کر کے آپکے مقابلے کے لئے آئیں۔ جو بھی صورت منظور ہو اس سے آگاہ کریں' لشکر اسلام سے یہ آواز بلند ہوئی کہ ہمیں ہرگز دریا عبور نہیں کرنا چاہئے اس سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ سلیط بن قیس اور دیگر چند مجاہدین نے اپنے جرنیل ابوعبید بن مسعود سے کہا کہ دشمن پر حملہ کرتے وقت اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بوقت ضرورت بھاگ جانے کا راستہ کون سا ہے' یہ ایرانی سخت جان قوم ہے' اس سے مقابلے کے لئے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔ اگر ہم دریا عبور کر کے ان کی طرف گئے تو یہ ہمارے لئے مفید نہ ہو گا۔

اسلامی لشکر کے جرنیل ابوعبید بن مسعود نے دینی غیرت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا دریا ہم ہی عبور کریں گے۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ یہ دریا کی موجیں ہم سے آشنا ہیں۔ سلیط مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنے بزدل ہو گئے ہو۔

سلیط بن قیس نے کہا بخدا میں بزدل نہیں اور نہ ہی جہاد سے پہلو تہی اختیار کر رہا ہوں۔ ہم نے تو آپ کی خدمت میں اپنے تجربے کی بنیاد پر مشورہ پیش کیا تھا تاکہ لشکر اسلام کو کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے' ابوعبید بن مسعود نے لشکر اسلام کو دریا فرات کو عبور کرنے کا حکم دے دیا۔

حکم ملتے ہی سب سے پہلے سلیط بن قیس نے اپنا گھوڑا دریا میں اتارا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ میں نے مشورہ بزدلی کی وجہ سے نہیں دیا تھا۔ سب سے پہلے اسی جوان مرد مجاہد نے دریا کو عبور کیا۔ ڈاکٹر ہیکل اپنی کتاب "عمر فاروق" میں لکھتا ہے کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار سے کچھ کم تھی' لیکن اس کے باوجود انہیں میدان میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ دریا کے کنارے پر ہی دشمن فوج بالکل تیار کھڑی تھی' لشکر اسلام کے لئے اتنی گنجائش ہی نہ تھی کہ وہ صف بندی کر کے دشمن پر حملہ آور ہو' ایرانی فوج کے جرنیل نے پیش قدمی کے لئے ہاتھیوں کو گھنگھرو پہنا رکھے تھے۔ ان کی چھنکار کو سن کر مجاہدین کے گھوڑے خوف زدہ ہو کر

پیچھے پلٹے جس سے لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔

مجاہدین گھوڑوں سے اترے' دست بدست لڑائی شروع ہوئی' ایرانی فوج کے ہاتھی مسلم پیادہ فوج پر پل پڑے' اسلامی لشکر کے جرنیل حضرت ابوعبید بن مسعود نے مجاہدین کو حکم دیا کہ ہاتھیوں کی طنابیں کاٹ دو' ان کے ہودج الٹ دو' انکے سواروں کو نیچے گرانے کی کوشش کرو۔ اب یہی میدان میں کامیابی کی یہی صورت ہے۔ مجاہدین نے اپنے قائد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہاتھیوں کے سواروں کو نیچے گرانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ ابوعبید نے خود آگے بڑھ کر سفید ہاتھی کی سونڈ پر تلوار کا وار کیا لیکن ہاتھی نے غضب ناک ہو کر ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ نیچے گر گئے۔ ہاتھی نے اپنا پاؤں انکے سینے پر رکھ دیا جس سے انکی روح پرواز کر گئی اور جام شہادت نوش کر گئے' مجاہدین یہ خوفناک صورت حال دیکھ کر پریشان تو ہوئے لیکن پیچھے ہٹنے کی بجائے وہ آگے بڑھے۔ ہاتھی پر زور دار حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ وہ یوں گرا جیسے کوئی پہاڑ کا تودہ دھڑام سے زمین بوس ہوتا ہے ایک جوان مرد مجاہد نے آگے بڑھ کر جام شہادت نوش کرنے والے امیر لشکر کے ہاتھ سے گرا ہوا جھنڈا تھام لیا اور اسے لہراتا ہوا آگے بڑھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد یہ بھی شہید ہو گیا اس طرح یکے بعد دیگرے سات مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ غم کی تصویر بنے ہوئے اور لشکر اسلام کو پہنچنے والے ناقابل تلافی نقصان پر کف افسوس ملتے ہوئے آگے بڑھے۔ جھنڈا ہاتھ میں لیا اور باقی ماندہ لشکر اسلام کو بچانے کی تدبیر کو بروئے کار لاتے ہوئے مجاہدین کو پل کے راستے سے دریا کو واپس عبور کرنے کا حکم دیا کیونکہ دانشمندی کا تقاضا یہی تھا کہ لشکر کو اور زیادہ نقصان سے بچایا جائے۔ کامیاب جرنیل کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ فوج کو مختلف پینترے تبدیل کرنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ اگر آگے بڑھنا مفید ہو تو آگے بڑھنے کا حکم دیتا ہے اور اگر پیچھے ہٹنے میں فائدہ ہو تو پیچھے ہٹنے کا حکم دینے میں اسے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔ بہر حال دریائے فرات کا پل خراب کر دیا گیا تھا اسے مرمت

کرنے کے بعد باقی ماندہ مجاہدین کو سلامتی سے دریا کے پار لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور سب کے بعد امیر لشکر حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ پل کے راستے دریا کے پار آئے' ایسی حالت میں کہ وہ زخمی تھے۔

محفوظ مقام پر پہنچ کر عروہ بن زید کو مدینہ طیبہ بھیجا تاکہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم کو اس شکست سے آگاہ کیا جائے۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو وہاں کہرام مچ گیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یہ خبر سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تسلی دی اور فرمایا: گھبراؤ نہیں میدان جنگ میں ایسے مواقع آیا ہی کرتے ہیں۔ جہاں فتح کی نوید کا تمہیں انتظار ہوتا ہے وہاں شکست کی غمناک خبر سننے کا دلوں میں حوصلہ بھی پیدا کیجئے۔

عربی زبان میں **جسر** پل' نہر یا دریا کو کہتے ہیں۔ دریائے فرات کے اس پل کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی جس کے ذریعے شکست خوردہ لشکر اسلام واپس آنے میں کامیاب ہوا۔ اسی لئے یہ معرکہ جنگ **جسر** کے نام سے مشہور ہوا۔ اس جنگ میں سپہ سالار ابوعبید بن مسعودؓ کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے لشکر اسلام کو بے بہا جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ جنگی حکمت عملی کا تقاضا یہ تھا کہ دشمن کو دریا عبور کر کے لشکر اسلام پر پیش قدمی کا موقع دیا جاتا اس طرح اسلامی لشکر کا پلہ بھاری ہوتا اور آسانی سے ایرانی لشکر کو تہ تیغ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن امیر لشکر کی طبعی صلابت اور تیزی وطراری کی وجہ سے یہ موقع ہاتھ سے گنوا دیا گیا تھا جس کا خمیازہ پورے لشکر کو بھگتنا پڑا۔

○

سرزمین عراق میں دریائے فرات سے نکلنے والی نہر بویب کے کنارے بپا ہونے والے معرکے کو جنگ بویب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جنگ ''یوم الاعشار'' کے نام سے بھی مشہور ہے اس لئے کہ اس روز سو مجاہدین میں سے ہر ایک نے دس

ایرانی قتل کیے۔ اس لئے اسے "یوم الاعشار" (DAY OF TEN) کا نام دیا گیا' یہ معرکہ سن ۱۳ ہجری کو بپا ہوا اسے جنگ مہران کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں ایرانی فوج کا سپہ سالار مہران ہمدانی تھا۔ معرکہ جسر میں شکست کھانے کے بعد بیشتر مجاہدین مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ اور چند مجاہدین اسی شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی' اور ساتھ ہی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کمک طلب کی۔ امیر المومنین بھی جنگ جسر میں پیش آنے والی صورت حال سے پریشان تھے اسی وجہ سے فوجی امداد بھیجنے میں قدرے تاخیر ہوئی لیکن امیر المومنین نے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کی طرف فوجی امداد بھیجی۔ قبیلہ ازد کے کچھ لوگ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ شام میں مصروف جہاد لشکر اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن امیر المومنین نے انہیں عراق میں موجود مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کی ترغیب دی تو وہ تیار ہو گئے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ مثنی بن حارثہؓ کی قیادت میں جہاد میں حصہ لیں۔ ادھر ایرانی فوج کے جرنیل رستم اور فیروزان کو علم ہوا کہ مدینہ سے تازہ دم فوج عراق پہنچ چکی ہے تو انہوں نے مقابلے کے لئے ایک لشکر جرار تیار کیا اور مہران ہمدانی کو امیر لشکر بنا کر مقابلے کے لئے روانہ کیا دونوں فوجوں کا نہر بویب کے کنارے آمنا سامنا ہوا۔

ایرانی فوج نے اپنے لشکر کو تین صفوں میں منظم کیا ہر صف میں ہاتھی سوار بھی تھے' حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو منظم کر کے ارشاد فرمایا کہ میں تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا آپ نے میری آواز کے ساتھ آواز ملاتے ہوئے پوری طرح حملے کے لئے تیار ہونا ہے اور جب میں چوتھا نعرہ بلند کروں تو یکدم دشمن پر ٹوٹ پڑنا ہو گا۔ حضرت مثنیٰؓ نے ابھی پہلا نعرہ بلند کیا ہی تھا کہ ایرانی فوج نے حملہ کر دیا۔ گھمسان کا رن پڑا' حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ مجاہدین کو جوش و جذبہ دلاتے

ہوئے پکار پکار کر کہہ رہے تھے مجاہدو! آگے بڑھو' آج مسلمانوں کو رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ معرکہ **جسر** کا بدلہ چکانے کا سنہری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن پر کاری ضرب لگاؤ۔ اہل مدینہ کی نگاہیں تمہاری طرف دیکھ رہی ہیں۔ تم جیسے جیالوں سے مجھے یہی امید ہے کہ تم آج جم کر مقابلہ کرو گے۔

مجاہدین نے میدان جنگ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ایرانیوں سے حیرت انگیز مقابلہ کیا جس سے ایرانی فوج کو شکست فاش ہوئی اور یوں معرکہ **جسر** کی شکست کا بدلہ چکا دیا گیا۔ جنگ بویب میں لشکر اسلام کو فتح حاصل ہونے کی وجہ سے اہل مدینہ کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

معرکہ بویب میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا وہ زخم زیادہ خراب ہوگیا جو معرکہ **جسر** میں لگا تھا۔ یہ دن بدن گہرا ہوتا گیا جو آخر کار جان لیوا ثابت ہوا' آپ اللہ کو پیارے ہوگئے اس حال میں کہ اللہ آپ پہ راضی اور آپ اللہ پہ راضی۔

اللہ ان کی مرقد پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنادے

○

حضرت
نعمان
بن مقرن
رضی اللہ عنہ
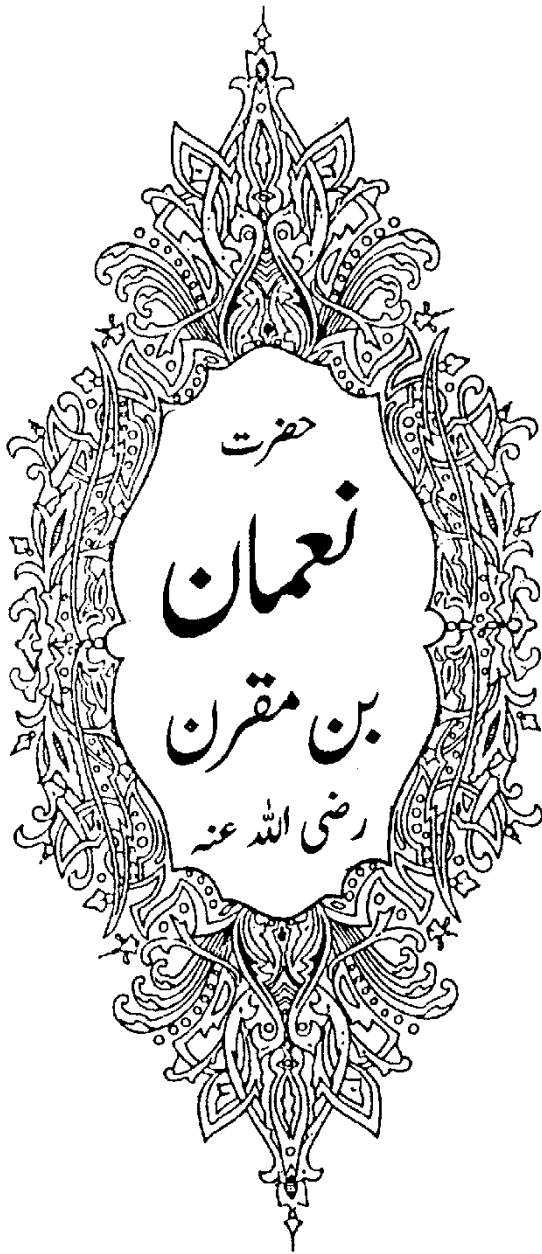
نعمان بن مقرن دور نبوت کا وہ عظیم انسان ہے جس کے مدبرانہ اور حکیمانہ اسلوب دعوت سے متاثر ہو کر اس کا پورا قبیلہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ (مورخین)

مزینہ سرزمین عرب کا وہ خوش نصیب قبیلہ ہے جسے ایمان و یقین کے اعتبار سے بطور مثال پیش کیا جاتا تھا۔ یہ قبیلہ مدینہ منورہ کے قریب اس راستے پر رہائش پذیر تھا جو مکہ مکرمہ کی طرف جاتا تھا۔ محسن اعظم، سرور عالم، نیر تاباں، روشن و رخشاں، خلق مجسم، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بہت سے عرب قبائل مرتد ہوگئے تھے، انہوں نے زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کردیا تھا، لیکن قبیلہ مزینہ کو یہ شرف حاصل رہا کہ یہ ایمان و یقین کا پہاڑ ثابت ہوئے اور بدستور زکوۃ دیتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے اور انہوں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ نہ گھبرائے نہ ڈگمگائے نہ پائے استقلال میں لرزش آئی اور نہ دل میں کبھی بے یقینی پیدا ہوئی۔ انہوں نے ایمان بھی بڑے شاہانہ انداز میں قبول کیا۔

ایک روز قبیلہ مزینہ کا سردار نعمان بن مقرن مزنیؓ اپنے نو حقیقی بھائیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلے کے چار سو شہسوار بھی وہاں آگئے انہوں نے کہا برادران قوم ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ہمارے پڑوس ہی میں مدینہ شہر میں جو اسلامی انقلاب بپا ہوا ہے اس کے اثرات بڑی تیزی سے ہر طرف پھیل رہے ہیں بلاشبہ بانی انقلاب جو دعوت پیش کر رہے ہیں اس میں رحمت، شفقت، مروت، عدل اور

احسان کا پیغام ہے اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز پایا جاتا ہے' دیگر قبائل تو دھڑا دھڑ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور ہم ابھی تک اس نعمت عظمی سے محروم ہیں' سردار نعمان گفتگو کرتے ہوئے کسی سوچ میں ڈوب گئے اور خاموش ہو گئے' یہ خاموشی کسی اہم منصوبہ بندی اور گہری سوچ بچار کی مظہر تھی۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمانے لگے "برادران میں نے تو یہ پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ صبح ہوتے ہی مدینے چلا جاؤں آپ میں سے جو میرے ساتھ اس مبارک سفر میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ تیار ہو جائے۔"

صبح طلوع ہوئی قبیلے کا سردار نعمان یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے تمام حقیقی بھائی اور قبیلے کے چار سو شہسوار اس کے ساتھ مدینے جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے علاقے میں قحط پڑا ہوا تھا آمدن کے ذرائع بہت محدود ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود سردار نعمان نے بہت سے قیمتی تحائف اکٹھے کئے تاکہ سرور عالم' محسن اعظم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہوئے اپنی عقیدت' محبت اور اخلاص کا اظہار کیا جاسکے۔

جب یہ قافلہ اپنے سردار کی قیادت میں مدینہ منورہ پہنچا تو عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ مدینے کی گلیوں میں چہل پہل ہوگئی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے آمد کا پتہ چل چکا تھا۔ آپ خود انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھے۔ قبیلے کا سردار نعمان بن مقرن اس کے نو بھائی' سنان' سوید' عبداللہ' عبدالرحمان' عقیل' معقل' نعیم' مرضی' ضرار اور چار سو شہسوار ایک ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے یہ منظر بڑا ہی دلکش اور دیدنی تھا ہر ایک کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو لہرا رہے تھے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا' صحابہ کرامؓ کے چہرے دلی مسرت و شادمانی کی بنا پر روشن و رخشاں تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بھی یہ منظر ایسا پسند آیا کہ اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنے کے لئے آسمان

سے یہ آیت نازل کر دی

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ التوبۃ ۹۹

اور بدویوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں ہاں وہ ضرور انکے لئے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور انکو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

○

سردار نعمانؓ نے ایمان لانے کے بعد ہر دور میں بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ میں ان کی شان ہی نرالی تھی' جھنڈا انکے ہاتھ میں تھا اور اپنے قبیلے کی قیادت انکے ذمہ تھی' فتح مکہ میں دس ہزار صحابہؓ شریک جہاد تھے جن میں ایک ہزار تین سو صرف قبیلہ مزینہ کے شہسوار تھے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر خوشی غمی میں وفاداری کا عہد کیا ہوا تھا اس وفا کے معاہدے کو انہوں نے خوب نبھایا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نازک ترین اور ہنگامہ خیز دور میں بھی یہ عظمت کے پہاڑ ثابت ہوئے انکے پایہ استقلال میں کبھی لرزش نہ آنے پائی۔

تذکرہ نگار اور مورخین رقم طراز ہیں کہ حضرت نعمان بن مقرنؓ دور نبوت کا وہ عظیم انسان ہے جس نے اپنے پورے قبیلے کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے مدبرانہ انداز اختیار کرتے ہوئے بنیادی کردار ادا کیا انکے قائدانہ جوہر مرتدین کے

خلاف بپا ہونے والے معرکوں میں کھل کر سامنے آئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد سرزمین عرب میں شدید بحران پیدا ہوا' قبائل میں شورش پیدا ہوئی قبیلہ بنو اسد' بنو غطفان اور بنو طے خود سری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں نکل آئے' قبیلہ ثعلب بن سعد' بنو مرۃ اور بنو عبس بھی مدینہ منورہ کے قریب ابرق کے مقام پر جمع ہو گئے انسانوں کا یہ جم غفیر اس لئے اپنے گھر چھوڑ کر ایک میدان میں جمع ہوا تھا کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈال کر اپنے حق میں کچھ مطالبات منظور کرائے بصورت دیگر اسلام سے دستبردار ہو کر مدینے پر قبضہ کر لیا جائے۔ ان قبائل نے متفقہ طور پر ایک وفد تشکیل دیا تاکہ وہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے یہ کہے کہ ہمیں زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے ورنہ ہمارے قبائلی لوگ دین اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں گے۔ وفد نے جب یہ تجویز سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے غضبناک ہو کر دو ٹوک انداز میں یہ ارشاد فرمایا

واللہ لو منعونی عقالا مما کانوا یودونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علیہ

"اللہ کی قسم اگر یہ لوگ ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے' تو میں وصول کرنے کے لئے ان سے لڑوں گا"

وفد اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹ گیا وفد نے جب قبائل کے سرداروں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب سنایا تو غیض و غضب سے اپنے دانت پیسنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ مدینے میں جو اسلام کے پیروکار موجود ہیں وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے' لہٰذا مدینے پر چڑھائی کرنے کا یہ بہترین موقع ہے اس لئے بلا تاخیر مدینے پر یلغار کر دینی چاہئے۔ اس کے نتائج ہمارے حق میں بہتر ہونگے کامیابی حاصل کرنے کے بعد اختیارات ہمارے پاس ہوں گے۔ جس طرح چاہیں گے نظام چلائیں گے۔ یہ تجویز سن کر ہر ایک کے منہ میں پانی آگیا اور ہر کوئی

اختیارات، حکومت اور اقتدار کے خواب دیکھنے لگا۔

ادھر سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی جانب آنے والے تمام راستوں پر سخت پہرہ لگا دیا تاکہ آنے والے خطرات سے باآسانی نپٹا جاسکے کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نمائندہ وفد کو جس دو ٹوک انداز میں جواب دیا تھا اس کی وجہ سے شرکائے وفد کے چہروں کے تیور دیکھ کر یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا رد عمل مدینے پر حملے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ثابت ہوا سورج غروب ہوتے ہی مرتدین نے مدینے پر حملہ کر دیا لیکن ہر راستے پر مورچے سنبھالے ہوئے تجربہ کار جنگجو، نڈر، اور بہادر، مسلمانوں نے جرات مندانہ انداز میں دفاع کرتے ہوئے حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ وہ پیچھے مڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر دوڑنے لگے۔ اونٹوں پر سوار مجاہدین نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں دھکیلتے ہوئے دور تک لے گئے جب انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو مجاہدین کے اونٹوں کے سامنے پورے زور سے ڈھول پیٹنے لگے وہ اس طرح بدکے کہ انہیں قابو کرنا مشکل ہو چکا تھا۔ اونٹوں نے واپس مدینے میں آکر دم لیا، لیکن کسی بھی سوار کا کوئی مالی و جانی نقصان نہیں ہوا اس طرح واپس مڑنے کی وجہ سے مرتدین کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے دوبارہ قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس صورت حال سے غافل نہ تھے، آپ نے رات کو مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا اور خود اس کی قیادت کے فرائض سر انجام دینے کا عزم کیا، لشکر کے دائیں جانب حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا بائیں جانب ان کے بھائی عبداللہ بن مقرن کو متعین کیا اور لشکر کے پیچھے حفاظتی اقدامات کے لئے ان کے بھائی سوید بن مقرن کو نامزد کیا۔ پچھلی رات کو سفر کا آغاز کیا طلوع فجر ہوتے ہی میدان میں پہنچ کر مرتدین پر حملہ کر دیا، حملہ اتنا زور دار اور اچانک تھا کہ وہ سنبھل نہ سکے سورج طلوع ہوتے ہی وہ پسپا ہو کر بھاگنے لگے، ان کے سردار حبال بن خویلد اسدی کو قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ معرکہ ذی القعدہ کے

مقام پر وقوع پذیر ہوا اس علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد اس کا انتظام و انصرام قبیلہ مزینہ کے مشہور و معروف سردار حضرت نعمان بن مقرنؓ کے سپرد کیا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود واپس مدینے تشریف لے گئے۔

تھوڑے ہی عرصے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ دوبارہ بنو عبس' بنو بکر' اور بنو ذبیان قبائل کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مدینے کے قریب ان قبائل کے مرکزی مقام ربذہ پہنچ گئے' اس لشکر میں بھی حضرت نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ رائٹ ونگ کمانڈر کی حیثیت سے شریک تھے۔ یہاں بھی مرتدین کو شکست فاش ہوئی اور لشکر اسلام سرخرو ہو کر مدینے واپس لوٹا۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو ہوازن سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا' حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو گہرے زخم لگ چکے تھے' دربار خلافت میں اطلاع پہنچی کہ ایرانی فوج قادسیہ میں جمع ہو رہی ہیں۔ امیر المومنین کے لئے یہ پریشان کن خبر تھی۔ بڑے غور و فکر کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ میں خود ایرانیوں سے مقابلہ کرنے والے لشکر کی قیادت کروں گا آپ نے لشکر ترتیب دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور لشکر کو لے کر مدینہ منورہ سے چل پڑے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ سرپٹ دوڑے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روکا اور فرمایا امیر المومنین اس نازک ترین دور میں آپ کا مرکز میں رہنا بہت ضروری ہے از راہ کرم لشکر کی قیادت کسی اور کے سپرد کیجئے اور واپس مدینے چلئے۔ آپ نے فرمایا "تم ہی بتاؤ کہ اس لشکر کی قیادت کس کے سپرد کروں" حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا " میری نظر میں سعد بن ابی وقاصؓ اس منصب کے لئے بہت موزوں رہے گا" مجلس مشاورت کے تمام احباب نے اس تجویز کو پسند کرتے ہوئے کہا "کہ واقعی آپ کا مدینے میں رہنا زیادہ ضروری ہے۔ سعد بن ابی وقاصؓ کا انتخاب بہت موزوں ہے"

امیر المومنینؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لشکر کی قیادت سنبھالنے کا پیغام بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ اور نعمان بن مقرنؓ جیسے بہادر ساتھیوں کے تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اللہ کی مدد اور توکل کو حرز جاں بنائے رکھیں میدان کارزار میں اترنے سے پہلے شاہ ایران کے پاس ایک ایسا وفد تشکیل دے کر بھیجیں جن کے چہرے بارعب ہوں جنہیں دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی گھائل ہو جائے' جو جرات مند' نڈر اور فاضلانہ گفتگو کا سلیقہ رکھتے ہوں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جو وفد تشکیل دیا اس میں نعمان بن مقرنؓ عاصم بن عمروؓ عمرو بن معدیکرب' بشر بن ابی رھم اور حنظلہ بن ربیع تمیمی کو شامل کیا اور امیر وفد حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا۔

یہ وفد شاہ ایران یزدجر کے پاس مدائن پہنچا۔ شاہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی اس نے اپنے ایوان میں تخت پر بیٹھ کر وفد کو بلایا وفد ایوان کے جاہ و جلال کی پرواہ کئے بغیر فاخرانہ انداز میں سینہ تان کر تخت کے پاس پہنچا شاہ ایران نے اپنے ترجمان کو بڑے طمطراق سے یہ حکم دیا کہ ان سے پوچھو! یہاں کیا لینے آئے ہیں؟ پھر بڑے ہی غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا یہ ہماری شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاتھ کتنے لمبے ہیں' شاہ ایران کی کڑک دار آواز سے دربار میں سناٹا چھا چکا تھا وزراء اور دیگر تمام درباری دست بستہ دم سادھے کھڑے تھے بعض کی ٹانگیں خوف کے مارے کانپ رہی تھیں شاہ ایران کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو چکا تھا آنکھیں انگارے بن چکی تھیں لیکن لشکر اسلام کے وفد کا ہر فرد پر سکون انداز میں کھڑا اس کی ہذیانی کیفیت کا مشاہدہ کر رہا تھا جب اس نے **بچگانہ** انداز میں اپنے شاہی طمطراق کا بھرپور مظاہرہ کر لیا تو امیر وفد حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حمد و صلوۃ کے بعد ارشاد فرمایا

"اے شاہ ایران ہماری بات کو ذرا غور سے سنو! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم پر

بہت بڑا کرم کیا ہماری طرف اپنا رسول بھیجا جس نے ہمیں نیکی کا حکم دیا اور ہر قسم کے شر سے باز رہنے کی تلقین کی انہوں نے ہمیں یہ مژدہ **جانفزا** سنایا کہ اگر ہم ان کی دعوت کو قبول کرلیں تو دنیا و آخرت میں سرفرازی نصیب ہوگی ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھوڑے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری تنگ دستی کو فراخی میں' ہماری ذلت و رسوائی کو عزت میں اور ہماری باہمی دشمنی کو اخوت میں بدل دیا سرور عالم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو خیر و بھلائی کا درس دیں اور اس کا اپنے ہمسائیوں سے آغاز کریں اس لئے ہم تمہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں یہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے جو اپنے ماننے والوں کو کفر و شرک کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر نور ایمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے اگر تم قبول کرلو گے تو تمہارے پاس اللہ کی مقدس کتاب قرآن مجید کو چھوڑا جاسکتا ہے تم اس کے احکام کو اپنی رعایا پر نافذ کردینا۔ ہم تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے' ہمیں دنیا کی کسی چیز کا لالچ نہیں ہے۔ اگر تم نے ہماری اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر میدان میں ہماری تلواریں فیصلہ کریں گی کہ اس سرزمین پر کس کا راج ہونا چاہئے'' سمجھے میری بات' شاہ ایران حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر مشتعل ہوگیا اور اچھلتے ہوئے کہنے لگا کہ روئے زمین پر تم سے بڑھ کر کوئی اور نادان بھی ہوگا تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کس کے دربار میں کھڑے تڑ تڑ باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہارے معاملہ کو سرحدی حکمرانوں کے سپرد کردیں گے وہ تمہیں ایک انچ بھی ہماری طرف نہیں بڑھنے دیں گے تمہارا تیا پانچا کرنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

پھر غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو کہنے لگا ''ہاں میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ اگر کوئی ضرورت تمہیں ہمارے پاس لائی ہے تو ہم تمہیں اتنا غلہ دیں گے جس سے تمہارے گھروں میں خوش حالی آجائے گی اس کے علاوہ تمہیں اور تمہارے

سرداروں کو عمدہ' فاخرانہ اور عالیشان لباس بھی تحفے میں دیں گے اور ساتھ تمہارے لئے ایک ایسا حکمران مقرر کر دیں گے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہے گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟" وفد کے ایک رکن نے جرات مندانہ انداز میں کہا "تمہاری اس دولت فاخرانہ لباس اور غلے کی پیشکش کو ہم پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتے تم ابھی اپنی شاہی میں مدہوش ہو تیرے نیچے سے سرکتا ہوا تخت تجھے دکھائی نہیں دے رہا یہ درباری چیلے چانٹے یہ مٹی کے مادھو تیرے کسی کام نہ آسکیں گے ہماری ضرب قلندری ایران کے ہر باشندے کے لئے تازیانہ عبرت بن جائے گی ہم جب میدان میں اترتے ہیں تو شیروں کی مانند اپنے شکار پر لپکتے ہیں۔ تم تو ہمارا بڑا ہی مرغوب شکار ہو۔ شاہ ایران کو ایسی چٹپٹی سنائیں کہ وہ مارے غصے کے آگ بگولہ ہو کر کہنے لگا۔

"اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی دستور نہ ہوتا تو آج میں تمہارے سر قلم کرنے کا حکم دیتا۔"

"میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں۔ سنو! اپنے سالار کو جا کر بتا دینا میں ابھی اپنے جرنیل رستم کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں جو تمہیں قادسیہ کے میدان میں دفن کر دے گا۔"

پھر اس نے وفد کو درباریوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرنے کی غرض سے مٹی کا ایک تھیلا منگوایا اور اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ یہ تھیلا ان میں سے اس شخص کے سر پر رکھا جائے جو ان میں سے زیادہ معتبر اور معزز سمجھا جاتا ہے اور سب لوگوں کے سامنے انہیں ہانک کر مدائن سے نکال دیا جائے۔

درباری کارندوں نے وفد سے پوچھا تم میں سب سے زیادہ معزز کون ہے ؟ صورت حال کو بھانپتے ہوئے عاصم بن عمروؓ آگے بڑھے اور فرمایا: "میں" تو حکومت کے گماشتوں نے مٹی کا تھیلا ان کے سر پر رکھا اور الٹے پاؤں واپس چلے جانے کو کہا۔

دارالحکومت مدائن شہر سے باہر آکر اونٹنی پر سوار ہوئے مٹی کا تھیلا ساتھ لیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ سر زمین فارس کو مسلمانوں کے لئے فتح کردے گا اور انہیں ایران کا مالک بنا دے گا کچھ عرصہ بعد جنگ قادسیہ کا واقعہ پیش آیا اور قادسیہ کی خندق ہزاروں لاشوں سے بھر گئی لیکن یہ تمام لاشیں ایرانی فوجیوں کی تھیں۔

○

جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کو اگرچہ ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے حوصلہ نہ ہارا بلکہ از سر نو جنگجو افراد کو جمع کیا اور لشکر ترتیب دیا یہاں تک کہ ایک لاکھ پچاس ہزار فوجی اکٹھے ہوگئے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس جم غفیر کے متعلق علم ہوا تو اس بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے خود تیار ہوگئے لیکن لشکر اسلام کی بعض اہم شخصیات نے آپ کو اس سے روک دیا اور یہ تجویز پیش کی کہ کسی ایک سپہ سالار کو یہ مہم سر کرنے کے لئے روانہ کریں اور آپ دارالخلافہ میں ہی جلوہ افروز رہیں تو بہتر رہے گا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا "مجھے ایسا شخص بتاؤ جو لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکتا ہو سب نے بیک زبان ہو کر کہا

امیر المومنین! آپ لشکر اسلام کے متعلق خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

چند لمحے غور و فکر کے بعد ارشاد فرمایا

اللہ کی قسم میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار ایک ایسے شخص کو بناؤں گا جس میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ معرکہ آرائی کے وقت تیر سے زیادہ تیز دکھائی دیتا ہے اور وہ نعمان بن مقرنؓ ہے ان کا نام سنتے ہی سب نے بیک زبان کہا کہ واقعی وہ اس منصب کے لئے انتہائی مناسب ہیں، مجلس مشاورت اور ارباب حل و عقد کی تائید کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی طرف

یہ خط لکھا۔

عمر بن خطاب کی جانب سے نعمان بن مقرن کی طرف

السلام علیکم ورحمتہ اللہ' بعد از تسلیمات !

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایرانیوں نے نہاوند شہر میں کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے۔ جب آپ کو میرا یہ خط ملے' اللہ کا نام لے کر اور اس کی مدد کو شامل حال سمجھتے ہوئے دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جائیں یاد رکھنا ایک مسلمان میرے نزدیک ایک لاکھ دینار سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ والسلام

حضرت نعمانؓ نے دشمن کے مقابلے کے لئے اپنا لشکر تیار کیا اور تجربہ کار شہسوار صورت حال معلوم کرنے کے لئے روانہ ہوگئے جب یہ شہسوار نہاوند شہر کے قریب پہنچے تو انکے گھوڑے اچانک رک گئے۔ شہسواروں نے انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کی لیکن گھوڑے قدم بڑھانے کی بجائے بدکنے لگے' شہسوار نیچے اترے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ گھوڑوں کے پاؤں میں کیل پیوست ہو چکے ہیں۔

شہسواروں نے اس صورت حال سے حضرت نعمانؓ کو مطلع کیا اور ان سے رائے طلب کی کہ اب ہم کیا کریں انہوں نے حکم دیا کہ سب اپنی جگہ کھڑے رہیں جب رات کو تاریکی چھا جائے تو اتنی آگ جلائیں کہ دشمن اس کی روشنی میں تمہیں دیکھ لے جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہو تو خوف و ہراس کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس سرپٹ دوڑ لگائیں جس سے دشمن کو یہ محسوس ہو کہ تم اس سے ڈر کر واپس لوٹے ہو اس طرح دشمن فوج کے دل میں تمہیں پکڑنے کی شدید دلی خواہش پیدا ہوگی جس کی تکمیل کے لئے وہ از خود راستوں میں بکھیرے ہوئے کانٹے اور کیل چننے پر مجبور ہوں گے۔ اس طرح تمہارے تمام راستے صاف ہو جائیں گے۔ ایرانیوں کے خلاف یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی جب انہوں نے آگ کے الاؤ کی روشنی میں دیکھا کہ مسلمان لشکر پسپا ہو کر بھاگنا چاہتا ہے تو انہوں نے

جلدی سے اپنے کارندے بھیج کر تمام راستے صاف کروا دیئے جب راستے صاف ہوگئے تو مسلمان یکدم نہاوند لشکر کی طرف آگے بڑھے

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے نہاوند شہر کی بالائی جانب پہنچے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں تین مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا جب پہلی مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو سب مجاہد چوکس ہو جائیں جب دوسری مرتبہ نعرہ تکبیر کہوں تو سب اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لیں اور جب تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو میرے ساتھ مل کر دشمن پر زوردار حملہ کر دیں حضرت نعمان بن مقرنؓ نے تین دفعہ اللہ اکبر کہا اور شیر کی طرح جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور آپ کی قیادت میں لشکر اسلام سیل رواں کی طرح دشمن کو خس و خاشاک کی طرح بہاتا ہوا مسلسل آگے بڑھنے لگا اور دونوں فوجوں کے درمیان ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ جنگی تاریخ میں کم ہی کسی ایسی لڑائی کی مثال ملتی ہوگی ایرانی فوج گاجر مولی کی طرح کٹنے لگی' لاشوں کے انبار لگ گئے میدان اور ٹیلے جس طرف نگاہ اٹھتی لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں گنہگاروں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا میدان دلدل کی صورت اختیار کر گیا تھا سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرنؓ کا گھوڑا بپھرا ہوا تھا وہ کیچڑ میں ایسا پھسلا کہ گرتے ہی دم توڑ گیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ گھوڑے سے گرتے ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ آپؓ کے بھائی نے آگے بڑھ کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کے جسد خاکی پر اپنی چادر ڈال دی تاکہ کسی کو آپ کی شہادت کی خبر نہ ہو

جب لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی تمام مجاہدوں کے چہرے فتح مبین کی خوشی سے چمک رہے تھے' لیکن جب انہیں اپنا جرنیل دکھائی نہ دیا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے بھائی نے انکے جسد خاکی سے چادر اٹھا کر کہا "دیکھو یہ تمہارا جرنیل ابدی نیند سویا ہوا ہے اور جام شہادت

نوش کرتے ہوئے فردوس بریں میں اپنا نام درج کرا چکا ہے" یہ منظر دیکھ کر سب کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی"

حضرت
قعقاع
بن عمرو
رضی اللہ عنہ

لشکر اسلام میں قعقاعؓ کا وجود ایک ہزار افراد پر بھی بھاری ہے۔

(صدیق اکبرؓ)

لشکر اسلام کا ایک عظیم جرنیل' تسلیم و رضا کا پیکر' جوان رعنا' ملت اسلامیہ کا بطل جلیل' میدان جنگ کا ایک بہادر شہسوار' جرات' شجاعت' عظمت اور دینی حمیت کا قابل رشک نمونہ' مشکل ترین لمحات میں لشکر اسلام کے کام آنے والا ایک تجربہ کار اور بہادر جنگجو' برق رفتاری سے مدمقابل پر چھا جانے والا ایک قوی ہیکل مجاہد' انہیں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنی بہادری اور جنگی مہارت کے جوہر دکھانے کے چنداں مواقع میسر نہ آسکے چونکہ یہ تاخیر سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے' البتہ قادسیہ' جنگ نہاوند اور مرتدین کے خلاف ہر معرکے میں جنگی مہارت کے ایسے نقوش چھوڑے جو تاریخ اسلام میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کی بہادری' جوانمردی' برق رفتاری' زود فہمی' شعلہ نوائی اور دشمن پر ماہرانہ حملہ آوری کا مشاہدہ کرتے ہوئے ان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

"لشکر اسلام میں قعقاعؓ کا وجود ایک ہزار افراد پر بھی بھاری ہے"

○

غزوۂ تبوک کے بعد سن ۹ ہجری کو بہت سے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سرور عالم' محسن اعظم' سلطان مدینہ' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض

حاصل کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو مسرور کرنے کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاں نثار صحابی حضرت بشیر بن سفیانؓ کو بنو خزاعہ اور اس کے بعد بنو تمیم سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا۔ بنو خزاعہ نے دربار رسالت سے آنے والے نمائندے کی خدمت میں حساب کے مطابق زکوۃ کی مد میں مویشی پیش کر دیئے لیکن بنو تمیم نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا بلکہ برہنہ تلوار کو لہراتے ہوئے بنو خزاعہ کے پاس آئے اور انہیں زور بازو سے مجبور کیا کہ وہ بھی زکوۃ دینے سے انکار کر دیں یہ صورت حال دیکھ کر حضرت بشیر بن سفیانؓ بڑے پریشان ہوئے اور خالی ہاتھ واپس مدینہ لوٹ گئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو خزاعہ کی سرکشی کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت غصہ آیا اور اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ''اس مہم کو سر کرنے کے لئے کون بنو خزاعہ کے پاس جائے گا؟ حضرت عینیہ بن بدر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس خدمت کے لئے مجھے موقع دیجئے میں یہ قربانی دینے کے لئے برضاء و رغبت تیار ہوں۔ سرور عالم' محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس مجاہدین کا انہیں امیر بنا دیا۔ وہ بنو تمیم پر حملہ آور ہوئے' انہیں پسپا کیا اور ان کے گیارہ مرد و زن کو قیدی بنا کر مدینہ طیبہ لانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے ہمراہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور ان قیدیوں میں بنو تمیم کے عطارد سردار بھی تھے' جب یہ قیدی لائے گئے اس وقت سرور عالم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے متصل حجرے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلالؓ نے نماز ظہر کی اذان دے دی تھی نماز کے لئے مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری میں قدرے تاخیر ہو گئی تو مسجد نبوی کے باہر بندھے ہوئے قیدی بے چین ہو گئے ان میں سے ایک منہ پھٹ قیدی اقرع بن حابس نے حجرے کے باہر سے ہی با آواز بلند کہا: جناب والا مجھے قید سے رہائی دیجئے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں

اپنے قبیلے کا مشہور و معروف شاعر ہوں جب میں کسی کی تعریف کرتا ہوں تو دنیا اسے رشک کی نگاہ سے دیکھنے لگتی ہے اور جب کسی کی مذمت پر اتر آؤں تو اس کے خلاف نفرت و حقارت کے ایسے بیج بو دیتا ہوں کہ وہ معاشرے میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ مجھ جیسے قلندرانہ طبیعت رکھنے والے کو اپنی قید سے آزاد کر دیں ورنہ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ سرور عالم، محسن اعظم، سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلخ نوائی سن کر ارشاد فرمایا ”تو جھوٹ بولتا ہے۔ عزت اور ذلت اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔“ اس کے جلے بھنے الفاظ کا نہایت حوصلے اور نرم خوئی سے جواب دیتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے بڑے ہی خضوع و خشوع سے نماز پڑھائی اور اس کے بعد بنو تمیم کے قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ ان کا مشہور و معروف خطیب عطارد بن حاجب اپنی خطابت کے جوہر دکھلاتا ہوا اور فصاحت و بلاغت کے موتی پروتا ہوا اہل محفل پر اثر انداز ہونے لگا۔ جب اس نے اپنی گفتگو ختم کر لی تو سرور عالم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جوابی تقریر کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرتے ہوئے وہ سماں باندھا کہ اہل مجلس وجد سے جھومنے لگے پھر بنو تمیم کے مشہور و معروف شاعر زبرقان بن بدر کو سامنے لائے اس نے کھڑے ہوتے ہی برجستہ شعر کہنا شروع کئے جب وہ اپنا تازہ کلام پیش کر چکا تو سرور عالم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: ذرا آپ بھی شعر و شاعری میں اپنے جوہر دکھلایئے تو انہوں نے برجستہ ایسے جوش و خروش اور ولولہ انگیز انداز میں اشعار کہے کہ محفل پر وجد طاری ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بنو تمیم کے سرداروں نے برملا دل سے اعتراف کیا کہ بلاشبہ آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے فصاحت و بلاغت اور شعر گوئی اور برجستہ کلامی میں کہیں بلند مقام پر فائز ہے۔ ہم نے مان لیا کہ آپ سچے نبی ہیں اور آپ کا کلام سچا

کلام ہے۔ آپ کے ساتھی بڑی خوبیوں والے ہیں اور آپ کے فیض اور تربیت کا اثر ہے کہ بکریوں کے چرواہے' خطیب اور شاعر بن گئے گڈریئے جہاں بانی کے قابل ہونے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم صدق دل سے ایمان لانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اسلام کی پناہ میں آنے کا موقع دیجئے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہماری آنکھیں آپ کے چہرہ انور کا دیدار کر رہی ہیں۔ آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کا طریقہ بتایا تو وہ تمام سردار حلقہ بگوش اسلام ہو کر سربلند و سرفراز ہو گئے۔ ان سرداروں میں قعقاع بن عمرو تمیمی بھی تھے۔ جن کا سینہ انوار اسلام کی تجلیات سے روشن ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بنو تمیم کے ان قیدیوں نے سرور عالم' محسن اعظم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کا جو سوقیانہ انداز اختیار کیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا جس کی وجہ سے آسمان سے یہ تنبیہی کلمات نازل کئے۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون○ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا" لھم واللہ غفور رحیم○ (الحجرات)

"جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

اس حکم ربانی سے وہ کانپ اٹھے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اسلام قبول کرنا بذات خود اتنا بڑا محبوب عمل ہے جس سے پہلے سارے گناہ از خود مٹ جایا کرتے ہیں۔ سرداران بنو تمیم نے اسلام قبول کرنے کے بعد انتہائی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لئے تن' من' دھن کی بازی لگائی سرور عالم' محسن اعظم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی اطاعت کا حق ادا کیا جب انہوں نے ہادی برحق' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سنی تو ان پر غم و اندوہ کے پہاڑ گر پڑے دلوں میں اضطراب پیدا ہوا آہ و زاری کرتے ہوئے کہنے لگے

"ہمارے غمگین دلوں میں ہمیشہ اس بات کی حسرت رہے گی کہ ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چنداں خدمت نہ کر سکے۔ ہائے افسوس جو وقت خدمت کا تھا وہ تو دشمنی میں گزر گیا۔ جہالت ہم پر غالب رہی۔ کاش کہ ہمیں کچھ وقت اور مل جاتا تو ہم خدمت گزاری کے دلی ارمان پورے کر سکتے لیکن پھر بھی غنیمت ہے کہ جہالت کی تاریکی چھٹی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی نعمت اسلام سے ہمارا دامن معطر ہو گیا۔" اس کے بعد بنو تمیم کے دو کڑیل جوان قعقاع بن عمروؓ اور اس کا حقیقی بھائی عاصم بن عمروؓ صبر و عظمت کے کوہ گراں بن کر راہ جہاد میں نکلے اور ہر ذہن پر ایک ہی دھن سوار ہوتی کہ اسلام کی سربلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی خواہ اس میں اپنی جان کا نذرانہ کیوں نہ پیش کرنا پڑے یہ دشمن پر اس قدر برق رفتاری سے حملہ آور ہوتے کہ اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملتا۔

○

حضرت قعقاع بن عمروؓ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے لشکر اسلام میں شامل ہوئے لیکن اپنی جرات' شجاعت' تدبر اور تجربہ کاری کی وجہ سے بہت جلد جرنیل کے منصب پر فائز ہوئے اس دور میں عام مجاہدین کا یہ تاثر تھا کہ جس لشکر میں قعقاع موجود ہو اسے شکست نہیں ہوتی بلکہ وہ میدان سے کامیاب و کامران ہو کر واپس لوٹتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفتہ المسلمین سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

"لشکر اسلام میں قعقاع کا وجود ایک ہزار افراد پر بھاری ہے"

حضرت قعقاعؓ جہاں بہت بڑے بہادر تھے وہاں ایمان و یقین کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز تھے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بنو تمیم سے کچھ لوگ فتنہ ارتداد میں مبتلا ہوئے تو یہ اپنی ہی قوم کے خلاف سینہ سپر ہو گئے

اسلامی غیرت و حمیت کی بنا پر مرتدین کے خلاف ایسی جرات اور تیزی کے ساتھ نبرد آزما ہوئے کہ ان کے چھکے چھڑا دیئے' طبعی بے نیازی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے نہ تو کسی جنگ میں اپنے لئے کوئی مال جمع کیا اور نہ ہی کسی علاقے کی سربراہی حاصل کرنے کی تمنا کی' حالانکہ ان کے دور میں لشکر اسلام کو بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں اور بے بہا مال غنیمت ہاتھ آیا اگر یہ چاہتے تو اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مال بھی اکٹھا کر سکتے تھے' لیکن ان کی طبیعت میں مال و دولت سے بے رغبتی غالب رہی اور اس سے ہمیشہ دامن کو بچاتے ہی رہے۔

○

بنو کلب قبیلے کا مشہور و معروف شخص علقمہ بن علاثہ کلبی حلقہ بگوش اسلام ہوا' لیکن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مرتد ہو کر سرزمین شام کی طرف بھاگ گیا اور جب اسے سرور سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو واپس اپنے قبیلے بنو کلب میں آکر دوسرے لوگوں کے لئے بھی گمراہی کا باعث بننے لگا۔ خود تو ڈوبا تھا دوسروں کو بھی ڈبونے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کو اس کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ اپنے قبیلے اور علاقے میں گمراہی پھیلانے کا باعث بن رہا ہے تو آپ نے جوانمرد' بہادر اور نڈر جنگجو حضرت قعقاع بن عمروؓ کو یہ حکم دیتے ہوئے اس کی طرف روانہ کیا یا اسے زندہ گرفتار کر کے لایا جائے یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے دربار خلافت سے یہ حکم پا کر حضرت قعقاعؓ ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اس مہم پر روانہ ہوئے جب علقمہ کو لشکر اسلام کی آمد کے متعلق پتہ چلا تو رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔ جب مسلمانوں نے اس کی بیوی اور بیٹوں کو گھیرے میں لے کر دریافت کیا تو انہوں نے برملا یہ اعتراف کیا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ ہمارا اس کے ارتداد سے کوئی تعلق نہیں مجاہدین یہ سن کر اس وقت

رک گئے ایک قدم بھی ان کی طرف نہ بڑھا' جب حضرت قعقاعؓ اپنے لشکر سمیت علقمہ کو تلاش کرتے ہوئے واپس مدینہ پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ ہم سے پہلے دربار خلافت میں پہنچ کر تائب ہو چکا ہے اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کی توبہ کا اعتبار کرتے ہوئے اسے امان دے دی ہے۔ کیونکہ توبہ کرنے سے پہلے تمام جرائم مٹ جایا کرتے ہیں۔ اس طرح علقمہ پھر قافلہ اسلام میں شامل ہو کر زندگی بسر کرنے لگا۔ بھٹکے ہوئے راہی کو اگر منزل مل جائے تو اسے بھٹکا ہوا تصور نہیں کیا جاتا۔

○

ایک مرتبہ سرور عالم' محسن اعظم' خلق مجسم' سلطان مدینہ' سید الرسل' خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قعقاعؓ سے پوچھا

"قعقاعؓ جہاد کے لئے کیا تیاری کی ہے؟"

انہوں نے برجستہ جواب دیا:

"اللہ کے رسول کی محبت اور اطاعت اور منہ زور گھوڑا یہ ہے میرے جہاد کی تیاری"

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تو بہت خوب تیاری ہے۔ اس سے بڑھ کر میدان جہاد میں اترنے کے لئے اور کیا چاہئے۔ بلاشبہ ایک مخلص مجاہد کے لئے یہ بہترین اسلحہ ہے۔ کوئی بھی مجاہد اگر اس اسلحہ سے لیس ہو کر میدان جہاد کا رخ کرتا ہے' تو کامیابی و کامرانی اس کی قدم بوسی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔

بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت' ایمان و یقین کی دولت اور تیز رفتار سواری مردان جہاد کا قیمتی زیور ہیں۔

○

۱۲ ہجری سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ یمامہ میں مسیلمہ کذاب اور اس کی افواج کو عبرتناک شکست دے کر ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ دربار خلافت سے حکم ملا کہ آپ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے شام اور عراق کے ملحقہ سرحدی علاقے کی طرف کوچ کریں وہاں عیاض بن علم اپنے لشکر کے ہمراہ موجود ہو گا۔ پھر دونوں مل کر شام کی طرف پیش قدمی کریں' لیکن ایرانی فوج کا خطرناک جرنیل ہرمز ابلہ کے مقام پر پوری تیاری کے ساتھ مقابلے میں آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے دربار خلافت میں ایلچی بھیجا اور کمک کا مطالبہ کیا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت قعقاعؓ بن عمرو تمیمی کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا جس لشکر میں قعقاعؓ جیسے جواں مرد' نڈر اور جان ہتھیلی پر رکھنے والے مجاہد ہوں وہ لشکر شکست نہیں کھا سکتا۔ جب حضرت قعقاعؓ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولیدؓ سے جا ملے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایرانی افواج کے سربراہ ہرمز کی طرف یہ خط لکھا:

"اسلام قبول کر لو اچھے رہو گے' یا ہرمز تو خود اور تیری قوم جزیہ ادا کرتے ہوئے ذمی بن کر رہنا پسند کر لیں ورنہ تمام تر ذمہ داری تجھ پر عائد ہو گی۔ کوئی نقصان ہو گیا تو ہم سے گلہ نہ کرنا' میں ایک ایسی قوم کے ہمراہ تمہارے علاقے میں آیا ہوں جسے موت اتنی ہی عزیز ہے جتنی تمہیں زندگی پیاری ہے"۔

ہرمز نے خط کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کا جواب نہ دیا بلکہ وہ لشکر اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنی فوج کی قیادت کرتا ہوا خم ٹھونک کر مقابلے پر نکل آیا حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی جنگی حکمت عملی کو اپناتے ہوئے لشکر اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ' حضرت عدی بن حاتمؓ اور حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ کو ایک ایک لشکر کا قائد نامزد کیا' حضرت قعقاعؓ اپنے حقیقی بھائی حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ کی قیادت میں میدان جہاد میں اترے حضرت خالد بن ولیدؓ نے دوسری جنگی حکمت عملی کو اختیار کرتے ہوئے تینوں جرنیلوں کے نام یہ حکم

جاری کیا کہ اگر ایرانی فوج پانی کے چشمے پر قبضہ جمائے ہوئے ہو تو تم بھی وہاں اپنے قدم جما دو اور ہر ممکن پانی کے چشمے کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کرو' یاد رکھو وہی لشکر میدان میں جم کر لڑ سکے گا جس کے پاس پانی کا یہ ذخیرہ موجود ہو گا''

لشکر اسلام پانی کے چشمے کے پاس آ کر رک گیا یہاں دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا ہرمز نے میدان میں سینہ تان کر آواز لگائی نکالو اپنے کسی سورمے کو میرے مقابلے میں آج پتہ چل جائے گا' کہ طاقت کس کے ہاتھ میں ہے اور یہاں زندہ رہنے کا کس کو حق حاصل ہے۔

یہ حقارت آمیز اعلان سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ پورے جاہ و جلال کے ساتھ آگے بڑھے' دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہوا تلواریں آپس میں ٹکرائیں' دیکھتے ہی دیکھتے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ہرمز کو ڈھیر کر دیا۔ تلوار کا ایسا زور دار وار کیا کہ اس کی گردن لڑھک گئی ایرانی فوج نے جب اپنے جرنیل کا حشر دیکھا تو اس نے جنگی دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید پر حملہ کر دیا حالانکہ جنگی دستور کے مطابق مبارزت میں صرف ایک مرد کو مقابلے میں آنا چاہئے تھا۔ حضرت قعقاعؓ یہ خطرناک صورت حال دیکھتے ہوئے بغیر کوئی انتظار کئے دشمن پر ٹوٹ پڑے دائیں بائیں تلوار چلاتے حملہ آوروں کی گردنیں کاٹتے کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے آگے بڑھے تاکہ دشمن حضرت خالد بن ولیدؓ کو نقصان نہ پہنچا سکے' ایرانی فوج یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ ایک فرد واحد برق رفتاری کے ساتھ چاروں طرف تباہی مچاتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے کسی کی بھی دال نہیں گل رہی حضرت خالد اس خطرناک حملے میں بال بال بچ گئے اور اپنے اس عظیم سپاہی کو دل کھول کر داد دی' اس نازک ترین موقع پر قعقاع بن عمروؓ نے واقعی اپنی بہادری کے وہ جوہر دکھلائے جس سے لشکر اسلام کا ہر فرد عش عش کر اٹھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایسے ہی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ جس لشکر میں قعقاع بن عمرو ہو وہ شکست سے دو چار نہیں ہو سکتا بلاشبہ دربار خلافت سے ملنے والا یہ تمغہ جرات ہے جو کسی کو جنگی

خدمات کے طور پر دیا جاتا ہے۔

○

لشکر اسلام کی طاقت و جرات سے خوف زدہ ہوتے ہوئے ایران کے زعماء اور بیشتر قبائل کے سرداروں اور بہت سے جاگیرداروں نے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں مصالحت کی پیش کش کر دی' حضرت خالد بن ولیدؓ نے بڑی خندہ پیشانی سے یہ پیش کش قبول کرتے ہوئے ان کے فرائض اور حقوق متعین کر دیئے۔ جنگ حیرہ میں جب لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی تو خالد بن ولید نے شکرانے کے آٹھ نفل ادا کیے نوافل ادا کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے جن میں حضرت قعقاع بن عمرو التمیمیؒ بھی تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

میں نے جنگ موتہ میں اپنی زندگی کی انتہائی خطرناک لڑائی لڑی۔ اس دن دشمن کی سرکوبی کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں' جنگی میدان میں' میں نے ایرانیوں سے بڑھ کر سخت جان کسی اور قوم کو نہیں دیکھا اور خاص طور پر جنگ الیس میں تو اس قوم نے سخت جانی کی انتہا کر دی وہ اپنے جنگی کارناموں سے اپنے ماتحت مجاہدین کو آگاہ کر رہے تھے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے مقام حیرہ کو لشکر اسلام کے لئے مرکزی چھاؤنی قرار دے دیا اور حضرت قعقاعؓ کو اس چھاؤنی کا سربراہ مقرر کیا اور خود وہاں سے پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ نے چھاؤنی کی حدود کو چاروں طرف وسعت دینے کے لئے کاروائی شروع کر دی۔ ایک قریبی اہم مقام حصید کو نشانہ بنایا۔ دشمن فوج سے زور آزمائی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا' مقابلے میں دشمن فوج کا جرنیل مارا گیا۔ جس سے مدمقابل لشکر کے حوصلے پست ہو گئے اور حصید پر لشکر اسلام کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

اس کامیابی و کامرانی کا سہرا یقیناً حضرت قعقاع بن عمروؓ کے سر باندھا جائے گا۔

خلیفتہ المسلمین سیدنا صدیق اکبرؓ نے جب لشکر اسلام کے خلاف رومیوں کے مکرو فریب کی داستان سنی تو بڑے جوش و جذبے سے یہ ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم میں خالد بن ولیدؓ کے ذریعے رومیوں کے اذہان میں ابھرنے والے شیطانی وسوسوں کا خوب اچھی طرح علاج کروں گا"

اس فرمان کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرف ایک قاصد یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رومیوں کو لوہے کے چنے چبوانے کے لئے ان کی طرف پیش قدمی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دربار خلافت سے حکم پاکر عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے رومی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا جس میں حضرت قعقاع بن عمروؓ کو ایک معتمد علیہ ساتھی کی حیثیت سے شامل کیا۔

آدھے لشکر کو حضرت مثنیٰ بن حارثہ کی قیادت میں وہیں رہنے دیا اور نصف لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے لشکر اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ میمنہ (دائیں جانب) کے قائد حضرت عمرو بن عاصؓ کو مقرر کیا اور بائیں جانب قائد حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو نامزد کیا اور قلب (درمیانی حصے) کا قائد امین امت حضرت ابو عبیدۃ بن جراحؓ کو مقرر کیا اور پھر درمیانی حصے کی معاونت کے لئے حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ اور حضرت قعقاع نے اپنی تلوار کے ایسے جوہر دکھلائے کہ جنگی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ رومی لشکر کے خلاف شاندار کامیابی کے بعد حضرت قعقاعؓ نے برجستہ اشعار کہے جو عربی ادب کا شاہکار تصور کئے جاتے ہیں۔

یہ معرکہ جنگ یرموک کے نام سے مشہور ہوا۔ اس جنگ میں لشکر اسلام کو شاندار فتح نصیب ہوئی' دوران جنگ سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات کی خبر اور فاروق

اعظمؓ کی مسند خلافت پر جلوہ آرائی کی اطلاع، عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی اور امین امت حضرت ابو عبیدۃ بن جراحؓ کی بحیثیت سپہ سالار تقرری کے محیر العقول واقعات پیش آئے۔

رومیوں نے بھاگ کر دمشق میں پناہ لی اور شہر کے دروازے بند کر لئے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دمشق کی طرف پیش رفت کی اس لشکر میں قعقاعؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ لشکر اسلام نے دمشق شہر کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ مسلسل چار ماہ جاری رہا۔ شہر کی دیوار بہت اونچی تھی۔ جسے عبور کرنا مجاہدین کے بس میں نہ تھا سیڑھی نما مضبوط رسہ تیار کیا گیا اور اس کے کناروں پر لوہے کی کنڈیاں بنائیں گئیں تاکہ جب رسے کو دیوار پر پھینکا جائے تو وہ کنڈیاں دیوار میں پیوست ہو جائیں اس طرح دیوار کے ساتھ رسہ پیوست ہو جانے کے بعد باری باری دونوں عظیم جرنیل دیوار کو پھلانگنے میں کامیاب ہو گئے اندرونی جانب اترتے ہی شہر کے مرکزی دروازے کی طرف لپکے اور سامنے آنے والوں کو پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھے اور چشم زدن میں قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مجاہدین نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دمشق میں داخل ہوئے اندرون شہر اکا دکا جھڑپیں ہوئیں لیکن آخر کار مجاہدین شہر پر قابض ہو گئے۔ اس شہر پر مسلمانوں کے مکمل قبضہ کرنے میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت قعقاعؓ کا بنیادی کردار ہے۔ ان دونوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے جس انداز میں شہر کی دیوار پھلانگنے کی ترکیب اپنائی یہ واقعہ جنگی تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ ہے۔

○

لشکر اسلام کے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جنگ قادسیہ شروع ہونے سے پہلے مشہور و معروف خطباء اور شعراء سے کہا کہ لشکر اسلام میں شامل مجاہدین کے جذبوں میں تازگی پیدا کرنے کے لئے اپنی خطابت اور شعر گوئی کے جوہر

دکھلاؤ' ان مشہور و معروف خطباء و شعراء میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ' حضرت عاصم بن عمرو التمیمیؓ' حضرت حذیفہ بن یمانؓ' حضرت طلحہؓ اور حضرت قیس بن ثابتؓ جیسے نامی گرامی خطیب اور شاعر تھے۔ جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مجاہدین میں جذبہ جہاد اس انداز میں ابھارا کہ ان کے قلب و نظر میں جہاد کے علاوہ ہر چیز محو ہو گئی۔

یہ ولولہ انگیز خطابات سن کر مجاہدین کا دل جذبہ جہاد سے سرشار ہو گیا میدان جہاد میں اترنے کے لئے ہر کوئی ایسے تیار تھا جیسے کسی خوشی کی تقریب میں شمولیت اختیار کرنی ہو۔ ہر کوئی اپنی زبان سے جوش و ولولے کا اظہار کر رہا تھا۔ اتنے میں عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی آواز فضا میں گونجی تو سب خاموش ہو گئے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ارشاد فرمایا تمام مجاہدین سورۃ جہاد یعنی سورہ انفال اور توبہ کی تلاوت کریں اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہیں یہاں پہلے نماز ظہر ہو گی' اس کے بعد میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کروں گا تو تم سب نے تیار ہو جانا ہو گا اور جب دوسرا نعرہ بلند کروں تو تیاری مکمل ہو اور جب تیسرا نعرہ لگاؤں تو سب مل کر نعرہ تکبیر لگائیں اور ساتھ ہی گھوڑ سوار پیادہ فوج کے آگے آجائیں اور جب چوتھا نعرہ بلند کروں تو **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ** کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔

عظیم جرنیل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے شہر کی دیوار پر براجمان ہوتے ہوئے چوتھا نعرہ بلند کیا تو لشکر اسلام نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دشمن پر حملہ کر دیا' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بوجہ علالت بذات خود تو اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے لیکن فصیل پر بیٹھے مسلسل جنگی احکامات جاری کرتے رہے۔ جنگ قادسیہ کا پہلا دن لشکر اسلام کے لئے بڑا کٹھن تھا۔ مقابلے میں دیوہیکل ہاتھی بھی تھے جو چاروں طرف تباہی مچا رہے تھے یہ المناک منظر دیکھ کر سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بڑے کبیدہ خاطر ہو کر دیکھ رہے تھے انہوں نے دکھ بھرے انداز میں پکار کر کہا اے بنو تمیم تم تو بڑے ہی تجربہ کار ہو منہ زور گھوڑوں اور اونٹوں کو سنبھالنا

تمہارے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ کیا یہ ہاتھی تمہارے قابو نہیں آسکتے کوئی تدبیر سوچو ورنہ یہ لشکر اسلام کے لئے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ اپنے قائد کی یہ باتیں سن کر کہ بنو تمیم میں جوش ولولہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے بہترین تیر اندازوں کو کہا کہ تاک کر ہاتھیوں کی آنکھوں میں تیر کا نشانہ مارو' ایسے ہی کیا گیا جس سے ہاتھی بدک کر اپنے ہی لشکر کو روندنے لگے۔ بعض مجاہدین نے اسی صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ کر ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹنا شروع کر دیں جس سے ہاتھیوں میں اور زیادہ بھگدڑ مچ گئی۔ اس دن لڑائی رات گئے تک جاری رہی اور تقریباً پانچ صد مسلمان جام شہادت نوش کر گئے

جنگ قادسیہ کے پہلے دن کی لڑائی کو تاریخ میں یوم القادسیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس روز عظیم جرنیل حضرت قعقاعؓ شریک جہاد نہ تھے کیونکہ وہ شام میں اس بات کے منتظر تھے کہ دربار خلافت کی جانب سے کب بلاوا آتا ہے۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے سپہ سالار اعظم امین امت حضرت ابو عبیدۃ بن جراحؓ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ بلا تاخیر سعد ابی وقاصؓ کی طرف تازہ دم لشکر روانہ کریں۔

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ نے حضرت قعقاع بن عمروؓ کی قیادت میں ایک تازہ دم لشکر روانہ کیا۔ اس مدبر' معاملہ فہم' زیرک اور نڈر جرنیل نے اپنے لشکر کو دس دس کی ٹولی میں تقسیم کیا اور انہیں کہا کہ وقفے وقفے سے میدان کارزار میں اترنا تاکہ دشمن پر یہ رعب طاری ہو کہ یہ لشکر نہیں بلکہ ایک سیل رواں ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا' اس سے مقابلہ کرنا تو ہمارے بس میں نہ ہو گا اس تدبیر سے مدمقابل دشمن کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ یہ تدبیر نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ لشکر اسلام چھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ پانچ ہزار بنو ربیعہ قبیلے کے افراد تھے اور ایک ہزار یمنی تھے۔ حضرت ابو عبیدۃ بن جراحؓ نے ہاشم بن عتبہ کو اس لشکر کا امیر نامزد کیا اور حضرت قعقاعؓ کو مقدمہ الجیش کا سربراہ مقرر کیا حضرت

قعقاع نے میدان میں پہنچتے ہی کمال جرات و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ببانگ دہل اعلان کیا کہ کون ہے جو آج میرے مقابلے میں آئے گا۔ ادھر سے آواز آئی میں تیرا مقابلہ کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو؟ تمہارا کیا نام ہے' کہنے لگا مجھے بہمن جاذویہ کہتے ہیں میرے رعب و دبدبہ سے ایک جہاں واقف ہے میرے طمطراق کو دیکھو میرے طنطنے کا مشاہدہ کرو میں آج تمہارے لئے بلائے ناگہانی اور آفت کا پر کالہ بن کر میدان میں اترا ہوں۔ میری کاٹ دار تلوار کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ تم میرا مقابلہ کرو گے آہاہا۔۔۔۔۔ جاؤ میاں کسی اور کو مقابلے کے لئے بھیجو تم تو میری ایک ضرب بھی نہ برداشت سکو گے۔ یہ جنگ مردوں کا کھیل ہے۔ تم ابھی نوجوان ہو زندگی کی بہاریں لوٹو کسی تجربہ کار کو آگے بھیجو۔

حضرت قعقاعؓ نے یہ حقارت آمیز گفتگو سنتے ہی ایسا زوردار حملہ کیا کہ چشم زدن میں اس ڈینگیں مارنے والے سورمے کے پرخچے اڑا دیئے۔ بلاشبہ بہمن دشمن افواج کا سپہ سالار تھا کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد حضرت قعقاعؓ نے پورے جوش و ولولے سے پکارا اب کون میرے مقابلے میں آئے گا۔ ایرانی افواج کے دو شہسوار آگے بڑھے ایک کا نام بیرزان تھا اور دوسرے کا بندوان ایک کے مقابلے میں دو کو دیکھ کر لشکر اسلام سے حاوث بن ظبیانؒ نے بندوان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ دونوں بھی ایرانی فوج کے تجربہ کار جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ مجاہدین نے دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے ایک انوکھا طریقہ اپنایا اپنے اونٹوں پر کالے رنگ کے برقعے ڈالے ہوئے ان پر سوار ہو کر میدان میں اترے تو ایرانی لشکر کے خونخوار دیو ہیکل ہاتھی یہ بلائے ناگہانی دیکھتے ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے کیونکہ انہوں نے اس جیسا بلا نما جانور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس طرح دوسرے دن مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اس دن کو تاریخ میں یوم اغواث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عظیم جرنیل حضرت قعقاع بن عمروؓ نے تیز دھار تلوار سے دشمن کے تیس جری بہادر موت کے گھاٹ اتارے جنگی تاریخ میں

ان کا یہ کارنامہ سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور دس ہزار ایرانی موت کے گھاٹ اتر کر ملک عدم کے راہی بنے۔

دوسرے دن کا سورج غروب ہو گیا' رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی اور چہار سو گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا' لڑائی تھم گئی' دونوں فوجیں آرام کے لئے اپنی اپنی پناہ گاہ میں چلی گئیں مجاہدین نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوئے لیکن حضرت قعقاعؓ تیسرے دن کی منصوبہ بندی کے لئے اپنے ذہن رسا کو استعمال کرتے ہوئے سوچ و بچار کرنے لگے۔ سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے میدان پر نظر دوڑاتے ہوئے ارشاد فرمایا اے فرزندان توحید اے کشتگان خنجر تسلیم و رضا' اپنے شہید ساتھیوں کو غسل دینا چاہتے ہو تو غسل دے دو اور اگر انہیں زخموں سے رستے ہوئے خون میں لت پت دفنانا چاہتے ہو تو تمہیں اس کا بھی اختیار ہے۔ کیونکہ سرور عالم، محسن اعظم، خلق مجسم' شاہ امم' سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"کہ شہید کو میدان محشر میں اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے جسم سے رستے ہوئے خون سے کستوری کی خوشبو آتی ہو گی۔" شہداء کو پورے اعزاز و اکرام سے دفنایا گیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔

تیسرے دن کا سورج طلوع ہوا دونوں فوجیں مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئیں' آج پھر پہلے کی طرح دیو ہیکل ہاتھی ایرانی فوج کی معاونت کے لئے میدان میں دکھائی دے رہے تھے' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے میدان جنگ کی صورت حال دیکھتے ہوئے ان ایرانی فوجیوں کو مشورے کے لئے طلب کیا جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے' ان سے پوچھا ان ہاتھیوں کو پسپا کرنے کا موثر طریقہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاتھیوں کی آنکھوں اور سونڈوں کو نشانہ بنایا جائے تو یہ اپنے ہی لشکر کو روندتے ہوئے اور چیختے چنگھاڑتے ہوئے میدان سے بھاگ جائیں گے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت قعقاعؓ اور ان کے بھائی حضرت عاصمؓ کو اس راز سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ آج اس داؤ کو آزمانا ہو گا' تو ان دونوں بھائیوں نے

سفید رنگ کے ہاتھی کی آنکھوں کا نشانہ لیا اور ساتھ ہی حضرت قعقاعؓ نے شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار کا وار کیا اور وہ کٹ کر دور جا گری وہ ہاتھی چیختا چنگھاڑتا اپنے سوار کو گراتا ہوا ایسا سرپٹ دوڑا کہ کئی ایرانی فوجی اس کی زد میں آکر کچلے گئے۔ اسی طرح مجاہدین میں سے ایک اور ساتھی نے ایک دوسرے ہاتھی کو گھیرے میں لے کر اس کی آنکھ اور سونڈ پر حملہ کیا وہ بھی اندھا ہو گیا اور سونڈ کٹ کر دور جا گری اور دلدوز چیخ و چنگھاڑ کرتے ہوئے اس نے میدان میں بھگدڑ مچا دی۔ سارا دن لڑائی جاری رہی رات کی تاریکی پھیلنے لگی گرد و غبار سے فضا اٹ چکی تھی کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون کس کے مقابلے میں آرہا ہے۔ کس کی تلوار کس کا گلا کاٹ رہی ہے۔ رات بھر لڑائی جاری رہی صبح کا وقت قریب آنے لگا حضرت قعقاعؓ بڑی تیزی سے میدان میں چکر کاٹ رہے تھے۔ جو آگے آتا اسے گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فصیل کے اوپر قلعے کی بالائی منزل پر بیٹھے ان کے لئے دعاگو تھے۔

جرات و شجاعت کے پیکر حضرت ہلال بن علقمہ لڑتے لڑتے ایرانی فوج کے جرنیل رستم کے مورچے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے رستم نے جب یہ خطرناک صورت حال دیکھی تو وہاں سے دم دبا کر بھاگنے لگا' آگے نہر تھی' اپنی زندگی بچانے کے لئے اس میں چھلانگ لگا دی۔ ہلال بن علقمہ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے نہر میں کود گئے۔ پانی کے بہاؤ میں ہی ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوئے لیکن ہلال کا پلہ بھاری تھا رستم بھیگی بلی بنا ہوا تھا آخر کار حضرت ہلال نے اس پر ایک کاری ضرب لگائی جس سے وہ پانی میں ہی ڈھیر ہو گیا اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے پانی سے باہر لے آئے اور اپنی تیز دھار تلوار سے اس کی گردن تن سے جدا کر دی اور با آواز بلند یہ اعلان کیا "رب کعبہ کی قسم میں نے ایرانی فوج کے جرنیل رستم کو قتل کر دیا ہے۔ وہ دیکھو اللہ کے دشمن کی لاش نشان عبرت بنی ہوئی ہے۔" ایرانی فوج اپنے جرنیل کا عبرتناک انجام دیکھ کر حوصلہ ہار گئی اور میدان قادسیہ میں ہتھیار ڈالنے پر

مجبور ہو گئی اس دن کو تاریخ میں "یوم عماس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کو جب جنگ قادسیہ میں لشکر اسلام کی فتح کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے دریافت کیا کہ اس جنگ میں سب سے زیادہ نمایاں کردار کس مجاہد کا ہے تو انہوں نے فرمایا

جنگ قادسیہ میں سب سے اہم کردار قعقاع بن عمرو التمیمیؓ کا ہے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس نے اپنے زور بازو کو استعمال کرتے ہوئے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر ایک ہی دن میں تیس حملے کئے اور ہر حملے میں ایرانی فوج کا ایک جرنیل موت کے گھاٹ اتارا بلاشبہ اس کا یہ کارنامہ جنگی تاریخ میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

○

عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مدائن پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا لیکن راستے میں دریا حائل تھا اسے عبور کر کے ہی مدائن میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ ایرانی فوج نے دریا کے تمام پل اس اندیشے کے پیش نظر مسمار کر دیئے تھے کہ کہیں لشکر اسلام ان پلوں کے ذریعے آسانی سے مدائن میں داخل نہ ہو جائے بڑی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا، کہ اللہ کا نام لے کر گھوڑوں کو دریا کے پانی میں اتار دیا جائے جبکہ دوسرے کنارے پر ایرانی فوج موجود تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک کا سربراہ مشہور و معروف جرنیل عاصم بن عمرو التمیمیؓ کو مقرر کیا اور دوسرے حصے کی سربراہی ان کے حقیقی بھائی قعقاعؓ بن عمرو التمیمیؓ کے حصے میں آئی۔ حکم یہ تھا کہ پہلے ایک لشکر دریا عبور کرنے کے لئے پانی میں کود جائے تھوڑے وقفے کے بعد دوسرا لشکر پانی میں اتر جائے تاکہ دوسرے کنارے پر دشمن کی جانب سے اگر پہلے لشکر کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو اس کی معاونت کے لئے دوسرا لشکر تازہ دم موجود ہو۔ صحابہ کرامؓ

اپنے گھوڑوں پر سوار دریا میں یوں اترے جیسے کسی میدان میں کوئی فوج اترتی ہے اور یوں ہنستے مسکراتے آگے بڑھنے لگے۔ جیسے کسی میدانی علاقے میں خراماں خراماں سیر و سیاحت کرتے آگے بڑھ رہے ہوں یہ منظر دیکھ کر ایرانی فوج کا پتہ پانی ہونے لگا دریا کے کنارے کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سر پر پاؤں رکھ کر یہ کہتے ہوئے بھاگنے لگے۔ یہ تو ہمیں ہڑپ کرنے کے لئے دیو آرہے ہیں۔ یہ تو کوئی جنات کا ٹولہ ہماری طرف بڑھے چلا آرہا ہے۔

لشکر اسلام سلامتی سے دوسرے کنارے پہنچا' حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی قیادت میں مدائن شہر میں داخل ہوا' اہالیان مدائن اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ پورے شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا' ہر طرف ہو کا عالم تھا' یہ منظر ہر دیدہ و دل رکھنے والے کے لئے واقعی عبرتناک تھا' مکان خالی تھے مکیں اپنی جانیں بچانے کے لئے وہاں سے بھاگ چکے تھے۔ لشکر اسلام کا اس مرکزی شہر پر پرامن طریقے سے قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد لشکر اسلام اپنی منزل کی طرف مسلسل رواں دواں رہا۔ سرزمین عرب کے مشہور و معروف بہادر کسی لشکر میں عام سپاہی کی طرح اور کسی میں قائد کی حیثیت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔ بے شمار فتوحات کے باوجود نہ مال و دولت جمع کیا اور نہ ہی کسی علاقے کی سربراہی کا مطالبہ' ہمیشہ ذہن میں ایک ہی تصور غالب رہا۔

"اسلام کی سربلندی یا اس راستے میں شہادت کا خلعت زریں"

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور مال غنیمت پورا پورا عطا کرے گا اور اللہ کی رضا کے لئے ہر کام سرانجام دو"

حضرت قعقاعؓ نے اپنے قائد کا ولولہ انگیز خطاب سن کر زور دار حملہ کیا اور خندق کے دروازے سے نیچے آکر باآواز بلند یہ کہا

"مسلمانو! تمہارا سپہ سالار خندق میں اتر چکا ہے تم بھی تیزی سے نیچے اتر آؤ اب اسے عبور کر کے شہر میں داخل ہونا ازبس ضروری ہے اس کے بغیر کوئی کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی اب کوئی پیچھے نہ رہے۔"

یہ پیغام سن کر تمام مجاہدین خندق میں کود گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسے عبور کر کے شہر میں محصور ایرانیوں سے جا ٹکرائے۔ مجاہدین کے زور دار حملے کے سامنے ایرانی نہ ٹک سکے وہ پسپا ہوئے پورے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے قصر شیریں' حلوان غرضیکہ ایران کے تمام شہر اور بستیاں لشکر اسلام کے زیر نگیں ہو گئیں اور حضرت قعقاعؓ نے حلوان شہر میں رہائش اختیار کر لی۔ حلوان اب ایک آباد شہر ہے۔

یہاں کی انجیر اور سیب کا مٹھاس اور لذت میں جواب نہیں' یہاں کی انجیر کو دنیا بھر میں سراہا جاتا ہے اس کی مٹھاس' لذت اور عمدگی کی بنا پر اسے ملکہ انجیر کا نام دیا گیا ہے چونکہ یہ شہر پہاڑی کے دامن میں ہے اس لئے عمدہ پانی کے چشمے بہار آفریں منظر پیش کرتے ہیں۔ لشکر اسلام نے جلولاء کے بعد اس شہر کو فتح کیا ایرانی بادشاہ یزدگرد لشکر اسلام کی آمد کا سن کر حلوان سے بھاگا اور اصفہان میں جا کر پناہ لی اور ہر مقام سے بھاگنا اس کا مقدر ٹھہرا۔

○

نہاوند ایک بہت بڑا اور قدیم شہر ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اس شہر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس شہر کی بنیاد حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں رکھی گئی تھی نہاوند مقامی زبان میں دوگنا خیرو

جلولاء ایک مرکزی شہر کا نام ہے جو خراسان کو جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے اور یہ مدائن سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں سے ایران کے متعدد شہروں کو جانے کے لئے متعدد سڑکیں نکلتی ہیں۔ اس کے پہلو میں ایک بہت بڑا دریا بھی بہتا ہے جس میں چھوٹے بڑے بحری جہاز بھی چلتے ہیں' مدائن سے ایرانی بھاگ کر یہاں آکر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جلولاء شہر کو مرکز بنا کر عربوں کے خلاف منصوبہ بندی کی جائے' کیونکہ اگر ان کے خلاف کوئی اجتماعی کارروائی نہ کی گئی تو ایرانی قوم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ روئے زمین پر ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہے گی۔ ایرانی قوم کا سربراہ یزدگرد دارالحکومت مدائن سے بھاگ کر حلوان میں پناہ گزیں ہو گیا تھا اور وہاں سے ایرانی جرنیل مہران رازی کی قیادت میں ایک لشکر جرار کو جلولاء بھیجا تاکہ یہاں سے عرب مجاہدوں کو منہ توڑ جواب دیا جائے۔ اس ایرانی لشکر نے جلولاء پہنچ کر شہر کے ارد گرد بہت بڑی خندق کھودلی تاکہ یہ شہر کے لئے مضبوط حصار کا کام دے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے راہنمائی کے لئے درخواست کی تو آپ نے یہ پیغام دے کر قاصد کو روانہ کیا کہ فوری طور پر ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر روانہ کریں اور مقدمہ الجیش پر قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ کو متعین کریں اور اس کی معاونت کے لئے میمنہ اور میسر متعین کریں۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے جلولاء شہر کا محاصرہ کر لیا ایرانی شہر میں قلعہ بند ہو گئے سپہ سالار ہاشم نے مجاہدین کو جذبہ جہاد سے سرشار کرنے کے لئے پورے جوش و خروش سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی رضا کی خاطر عمدہ اسلوب میں آزمائش کا وقت گزارو اللہ تمہیں ثواب

برکت کو کہتے ہیں۔ یہ شہر ۱۹ اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ ہجری کو فتح ہوا اس معرکے میں سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن مزنیؓ تھے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے اس مہم پر لشکر روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر نعمان بن مقرن جام شہادت نوش کر جائے تو حذیفہ بن یمان امیر لشکر ہو گا وہ شہید ہو جائے گا تو جریر بن عبداللہ لشکر کی قیادت کے فرائض سرانجام دے گا وہ شہید ہو جائے تو مغیرہ بن شعبہؓ لشکر کی قیادت سنبھالے گا اور اس کے بعد اشعث بن قیس یہ فریضہ سرانجام دے گا۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ نے اس معرکے میں قیادت سنبھالی اور ایرانیوں نے ان کے آگے امان طلب کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے۔

ایرانی چونکہ نہاوند شہر میں قلعہ بند ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے خندقیں کھود رکھی تھیں۔ لشکر اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور ایرانی باہر آنے کا نام نہ لے رہے تھے آخر کار سپہ سالار حضرت نعمانؓ نے تجربہ کار جرنیلوں کو مشورے کے لئے جمع کیا ان میں عمرو بن مثنیؓ' عمرو بن معدی کرب' طلیحہ بن خویلد جیسے بہادر شامل تھے۔

سب نے مل کر یہ مشورہ دیا کہ چند مجاہدین کو ایک تجربہ کار شہسوار کی قیادت میں شہر کے اندر بھیجا جائے اور جب ایرانی ان پر حملہ کریں تو وہ واپس دوڑ لگا دیں اس لئے ان کا حوصلہ بلند ہو گا اور وہ تعاقب کرتے ہوئے پیچھے دوڑیں گے اور جب وہ دوڑتے ہوئے شہر سے باہر آجائیں تو ان پر زوردار حملہ کر دیا جائے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جانے والوں کا قائد حضرت قعقاع بن عمرو التمیمیؓ کو بنایا گیا' یہ چند مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے جوانمردی اور بہادری کے جوہر دکھلاتے ہوئے برق رفتاری کے ساتھ نہاوند شہر میں داخل ہوئے ایرانی فوج نے اس ناگہانی آفت کو دیکھا تو گھبرا گئے اور پھر اپنا دل مضبوط کرتے ہوئے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب وہ مقابلے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت قعقاعؓ اور ان کے ساتھیوں نے منصوبہ بندی کے مطابق اپنے منہ زور گھوڑوں کو ایڑی لگائی اور چکر کاٹتے ہوئے سرپٹ پیچھے دوڑے

یہ منظر دیکھ کر ایرانیوں کے حوصلے بلند ہوئے اور ایرانی فوج باہر میدان میں آ گئی تو لشکر اسلام نے اجتماعی طور پر زوردار حملہ کیا گھمسان کا رن پڑا دیکھتے ہی دیکھتے میدان جہاد دونوں طرف کے مقتولین کے خون سے لالہ زار بن گیا۔

لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن المزنیؓ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ میدان کارزار میں خطرناک صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایرانی فوج کا سپہ سالار فیروزان دم دبا کر میدان سے بھاگا اور جان بچانے کے لئے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا لیکن حضرت قعقاع بن عمروؓ نے جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا پیچھا کیا اور پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

○

لشکر اسلام کا عظیم شہسوار' میدان جنگ میں ایک ہزار افراد پر بھاری جوانمرد و بہادر جوان' اللہ جل جلالہ' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد کی محبت سے سرشار قابل رشک مجاہد جنگ قادسیہ میں دشمن فوج کے تیس جرنیلوں کو تہہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل کرنے والا تجربہ کار جنگجو' ہر میدان میں ایرانی فوج کے چھکے چھڑانے والا نڈر سپاہی جس نے زندگی بھر نہ مال اکٹھا کیا اور نہ کسی علاقے کی سربراہی حاصل کرنے کا لالچ ہی دل میں لایا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دیتا رہا اور ان دونوں جنگوں میں اپنی تلوار کو مسلسل نیام میں رکھنے والا درد مند مجاہد اپنی قابل رشک زندگی کے آخری ایام کوفہ شہر میں بسر کرتا ہوا اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

وہ اپنے اللہ پہ راضی اور اللہ اس پر راضی

حضرت
شرحبیل
بن حسنہ
رضی اللہ عنہ

خالد بن ولیدؓ اور شرجیل بن حسنہؓ کی باہمی رفاقت نے اسلام کی سربلندی کے لئے بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ (مورخین)

معرکہ یمامہ میں انتہائی شوق' ولولے اور قابل رشک جذبے کے ساتھ شریک ہونے والا جوان رعنا۔ سرور عالم' محسن اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے کندن بننے والا ایک عظیم سپاہی۔

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں میدان کارزار میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والا ایک بہادر' نڈر اور تجربہ کار مجاہد۔

اردن کے دروازے پر فاتحانہ دستک دینے والا ایک عظیم جرنیل۔

کاتب وحی کا اعزاز حاصل کرنے والا ایک قابل اعتماد صحابی۔

دعوت و ارشاد کے میدان میں اثر انگیز اسلوب اپنانے والا خوش اخلاق و خوش اطوار مبلغ۔

اردن میں عدل و انصاف کی بنیاد پر فرائض منصبی ادا کرنے والا ایک پسندیدہ و ہردلعزیز گورنر۔

جسے پوری زندگی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد حاصل رہا' جس نے ہر محاذ پر جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسلام کی سربلندی کے لئے ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا۔

جو تاریخ اسلام میں شرحبیل بن حسنہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

○

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مطاع بن عمرو بن کندۃ کے فرزند ارجمند تھے۔ انکی والدہ ماجدہ کا نام حسنہ تھا' ابھی یہ ماں کی گود میں ہی تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا شعور حاصل ہونے سے پہلے ہی یتیم ہوگئے' بیوگی کی عدت گزر جانے کے بعد انکی والدہ نے سفیان بن معمر انصاری سے شادی کرلی اس طرح یہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہوئے اور پھر یہی نام زبان زد خاص و عام ہوگیا۔

انکی والدہ ماجدہ بنو عدول قبیلے سے تھیں یہ قبیلہ بحرین میں آباد تھا اور بنو زھرۃ کا حلیف تھا' اس قابل احترام خاتون کو اپنے بیٹے شرحبیل کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

رحمت عالم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت کا زرین تاج پہنایا گیا اس وقت شرحبیل بن حسنہ اپنے سوتیلے باپ حضرت سفیان بن معمر بن حبیب انصاریؓ کی کفالت میں پرورش پا رہے تھے۔ والدہ کی جانب سے انکے دو بھائی جابر بن سفیان اور جنادہ بن سفیان بھی گھر کے آنگن میں یکے بعد دیگرے رونق افروز ہوئے۔

آمنہ کے لال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو شرحبیل بن حسنہ کے والد اور والدہ نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اس طرح انہیں بچپن ہی سے اسلامی ماحول میسر آیا۔ اس نازک ترین دور میں نو آموز مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے' ظلم و ستم کی چکی میں پیسا گیا۔ انکے برہنہ بدنوں پر بے دردی سے کوڑے برسائے گئے۔ تپتی ہوئی سنگریلی ریت پر برہنہ بدن انہیں گھسیٹا گیا' دھکتے ہوئے آگ کے شعلوں پر پیٹھ کے بل لٹا کے چھاتی پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ اذیت دینے کے لئے جو بھی سب سے زیادہ خطرناک حربہ

ہو سکتا تھا وہ پوری بے دردی و سنگ دلی کے ساتھ آزمایا گیا۔

بلاشبہ یہ اسلامی دعوت کے حوالے سے تاریخ کا وہ ہولناک' دہشت ناک اور المناک ترین دور ہے کہ اس تاریک دور کی لہو رنگ تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وہ کون سا ظلم ہے جو نہتے مسلمانوں پر روا نہیں رکھا گیا؟ وہ کون سی اذیت ہے جو انکے پاکیزہ جسموں پر آزمائی نہیں گئی؟

وہ کون سی سزا ہے جس سے انکے جسم لذت آشنا نہیں ہوئے؟

تپتی ہوئی ریت پر گھسٹتے ہوئے اور شعلہ زن انگاروں پر لیٹے ہوئے اللہ ہو کا نعرہ مستانہ لگانا انہیں کا کمال تھا جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے تھے اور جن کے دل نور ایمان سے منور ہو چکے تھے جب کفار کی جانب سے ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو ان کشتگان خنجر تسلیم و رضا کو بارگاہ رسالت کی جانب سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا کیونکہ وہاں کا سربراہ حکومت نجاشی عدل گستری و مہمان نوازی میں اچھی شہرت رکھتا تھا تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ ستم رسیدہ اہل ایمان کا جو قافلہ حبشہ کی جانب ہجرت کے لئے روانہ ہوا اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ حبشہ میں انہیں رہائشی سہولت مہیا کی گئی امن و سکون سے دن رات بسر ہونے لگے۔ ایک روز انہیں خبر ملی کہ مکہ میں اب امن قائم ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم ختم ہو چکا ہے یہ خوشگوار خبر سن کر مہاجرین کے دلوں میں موجود اپنے وطن کی محبت نے واپس جانے پر مجبور کیا جب یہ خوشی کے جذبات سے لبریز کشاں کشاں مکہ پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی' کیونکہ قریش مسلمانوں کو پہلے سے کہیں زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ بنانے لگے۔ مسلمان تنگ آکر دوبارہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس دفعہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ اسی (۸۰) مرد حبشہ کی طرف روانہ ہوئے اسی قافلے میں شرحبیل بن حسنہ بھی اپنے خاندان کے ہمراہ شامل تھے۔

یہ حبشہ میں اس وقت تک قیام پذیر رہے' جب تک شاہ امم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار نہیں کر گئے۔ جب یہ خبر حبشہ پہنچی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو خیرباد کہہ کر مستقل طور پر مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوگئے ہیں تو مہاجر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ دھیرے دھیرے وہاں سے سوئے مدینہ جانے لگے۔

شرحبیل بن حسنہ بھی اپنے والدین کے ہمراہ مدینے پہنچے اور قبیلہ بنو زریق کے ہاں قیام کیا' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تربیت حاصل ہوئی اور کاتب وحی کا قابل رشک اعزاز حاصل کیا۔

○

۹ ہجری کو سرور عالم' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے تبوک کی طرف روانہ ہوئے اس مہم سے فارغ ہوکر آپ نے تقریباً چار سو شہسواروں کا قائد بنا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو کندۃ کے سربراہ اکیدر بن عبدالمالک کو زیر دام لانے کے لئے دومتہ الجندل روانہ کیا۔ سردار اکیدر نصرانیت کا پیرو کار تھا حضرت خالد بن ولید عرض گزار ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے تھوڑے سے افراد کے ساتھ اتنے بڑے جری دشمن پر کس طرح قابو پاسکوں گا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم اسے گائے کا شکار کرنے میں مگن پاؤ گے اس حالت میں تم اسے آگے بڑھ کر گرفتار کر لینا"

بارگاہ رسالت سے حکم پاکر حضرت خالد بن ولید اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے' چاندنی رات تھی' چاند اپنے پورے جوبن پہ تھا' اس سہانے اور دلفریب موسم میں سردار اکیدر اپنی رفیقہ حیات رباب کے ساتھ قلعے کی سطح پر بیٹھا شغل

ے نوشی سے لطف اندوز ہو رہا تھا تھوڑی دیر بعد ایک خوبصورت صحت مند اور دلکش نیل گائے دوڑتی ہوئی آئی اور قلعے کے دروازے سے ٹکریں مارنے لگی۔ ملکہ نے دلربا انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے پنکھڑی نما ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا: جان من وہ دیکھو تمہارا مرغوب شکار خود چل کر تمہارے پاس آگیا ہے' میری جان جاؤ اسے شکار کر لاؤ تاکہ شراب و شباب کے اس دلفریب موسم میں کباب کی آمیزش بھی ہو جائے ملکہ عالیہ کا حکم پاکر سردار نے اپنا گھوڑا تیار کرنے کو کہا حقیقی بھائی حسان اور دو غلام ہمراہ لئے۔ وہ بھی اپنے اپنے منہ زور گھوڑوں پر سوار تھے۔ بڑے طمطراق سے قلعے کے باہر آئے۔ انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ انکی حرکات و سکنات پر کوئی نگاہ جمائے کھڑا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے جان نثار ساتھیوں کے ہمراہ یہ منظر غضب آلود نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ سردار بے خوف و خطر بغیر حفاظتی اقدامات کے قلعے سے باہر نکل آیا ہے۔ جونہی وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے قلعے سے باہر آئے ان پر اچانک حملہ کردیا گیا۔ سردار اکیدر کا بھائی حسان مقابلے میں مارا گیا سردار کو گرفتار کر کے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کردیا گیا۔ آپ نے سالانہ جزیہ ادا کرنے کی شرط پر اسے معاف کردیا اور وہ واپس اپنی ریاست میں پہنچ کر تخت نشین ہوا اس کی ریاست اور دیگر ساحلی علاقہ میں آباد قبائل سے جزیہ وصول کرنے کے لئے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر مقرر کیا یہ قبائل سرزمین شام سے متصل بحر قلزم کے ساحلی علاقہ جات میں آباد تھے۔

"ایلتہ" کا مہاراجہ یحنہ بن روبتہ بذات خود چند دیگر قبائل کے سردار کا وفد لے کر مدینہ منورہ دربار رسالت میں پہنچ گیا' تاکہ جزیہ ادا کرنے کی بنیاد پر امان حاصل کر لی جائے۔ دراصل یہ قبائل مسلمانوں کے غلبے کی وجہ سے خوف زدہ ہوگئے تھے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تحریری ضمانت نامہ عطا کیا اور اس میں یہ بھی درج تھا کہ جزیہ وصول کرنے کے لئے شرحبیل بن حسنہ رضی

اللہ عنہ دربار رسالت کی سفارت کے فرائض سرانجام دیں گے اس طرح انہیں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سفیر بننے کا اعزاز حاصل ہوا

○

سرور عالم' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے' تو چاروں طرف سے فتنوں نے سر اٹھایا اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ارتداد کا تھا نو آموز مسلمان دھڑا دھڑ حالت کفر میں پلٹنے لگے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دو ماہ سرزمین شام میں مسلسل جہادی کارنامے سرانجام دے کر واپس لوٹے ہی تھے کہ انہیں مسند خلافت پر بٹھا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب ابرۃ مقام پر پہنچے وہاں بنو عبس بنو ذبیان اور بنو عبدہ مناۃ بن کنانہ مرتد ہو گئے تھے۔ آپ نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور زوردار مقابلے کے بعد انہیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس شکست سے مرتد قبائل نے کوئی عبرت حاصل نہ کی بلکہ ان میں سے بیشتر افراد نے طلیحہ بن خویلد اسدی اور مسیلمہ کذاب سے راہ ورسم قائم کر لیے تھے ان دونوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا' ان کی جانب سے مکرو فریب کا بچھایا ہوا جال بہت جلد لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا اس خطرناک فتنے پر قابو پانے کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا صدیقی دور کا دوسرا بڑا فتنہ انکار زکوۃ کا تھا منکرین زکوۃ کے خلاف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان کر دیا اور اس خطرناک بحرانی دور کا بڑی جرات' شجاعت اور ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

"جو شخص عہد رسالت میں ایک رسی بھی اللہ کی راہ میں زکوۃ کی مد میں دیتا

تھا میں اسے ضرور وصول کروں گا اگر اس نے دینے سے انکار کر دیا تو میں بزور بازو وصول کر کے بیت المال میں جمع کراؤں گا"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان تمام فتنوں کی بیخ کنی کے لئے گیارہ لشکر ترتیب دئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان تمام لشکروں کا سالار اعلیٰ نامزد کیا مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا اور انہیں کمک بہم پہنچانے کے لئے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا حضرت عکرمہؓ نے یمامہ پہنچتے ہی جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب پر حملہ کر دیا وہ چالیس ہزار جنگجو افراد پر مشتمل لشکر لے کر میدان میں اترا ہوا تھا حضرت عکرمہؓ کو اس مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ انہوں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ کا انتظار کئے بغیر اکیلے ہی یہ خطرناک مہم سر کرنے کی کوشش کی اس لئے انہیں بھاری نقصان اٹھانا پڑا جب اس صورت حال کا علم خلیفتہ المسلمین کو ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور عکرمہؓ کو سرزنش کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ آپ واپس مدینہ میں نہ آئیں بلکہ حذیفہ اور عرفجہ کے پاس پہنچ جائیں وہ اس وقت اہل عمان اور اہل مہرہ کے خلاف نبرد آزما ہیں۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام دے کر ایک قاصد کو دوڑایا کہ آپ جہاں ہیں وہیں رک جائیں اور خالد بن ولیدؓ کی آمد کا انتظار کریں حضرت شرحبیل دربار خلافت کا حکم سن کر وہیں رک گئے انکی قیادت میں لشکر تازہ دم تھا کچھ عرصہ بعد حضرت خالدؓ وہاں پہنچے انہیں اپنے ساتھ لیا اور مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لئے یمامہ کی طرف روانہ ہوئے وہ بھی پوری طرح مسلح ہو کر اپنے لشکر کی قیادت کرتا ہوا میدان میں خیمہ زن تھا۔ پہلی مرتبہ کامیابی حاصل کرنے کی وجہ سے ان کے حوصلے بھی بلند تھے لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے جرات' شجاعت' تجربہ کاری اور بے جگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے پرخچے اڑا دیئے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھی بھاگ کر باغیچہ

میں پناہ گزیں ہوئے یہاں بھی مجاہدین نے دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کیا' ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں جس کی وجہ سے اس باغیچے کا نام **"حدیقتہ الموت"** یعنی موت کا باغیچہ مشہور ہوگیا۔ مسیلمہ کذاب بھیگی بلی بنا سہما ہوا باغ کی ایک دیوار کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ وحشی بن حرب نے اپنی کاٹ دار تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس ناہنجار کا کام تمام کردیا۔ جب وہ ڈھیر ہوگیا تو قریبی محل سے ایک عورت کے دلدوز نوحے کی آواز آئی۔

ہائے لوگو میرے چاند رخ سردار کو ایک کالے کلوٹے حبشی نے قتل کردیا!

ہائے اب میرا کیا بنے گا؟

ہائے اب تو دن بھی میرے لئے اندھیری رات کا روپ دھار گئے ہیں!

یہ وہی وحشی بن حرب ہے جس نے اسلام قبول کرنے سے پہلے غزوہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا' یہ جب اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوا تو ہر وقت حضرت حمزہ کے واقعہ کو یاد کرکے آنسو بہایا کرتا تھا رحمت عالم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے کمال محبت و شفقت سے ارشاد فرمایا:

"گبھرا نہیں اسلام قبول کرنے سے انسان کے پہلے تمام گناہ از خود مٹ جایا کرتے ہیں"

لیکن اس نے اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ میں کسی جری دشمن کو تہ تیغ کروں گا۔ تو آج اپنے دلی ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا اور اسلام کے خطرناک دشمن مسیلمہ بن کذاب کو قتل کرکے اطمینان کا سانس لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی باہمی رفاقت نے اسلام کی سربلندی کے لئے بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

○

حضرت خالد بن ولیدؓ' حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت لشکر اسلام نے سرزمین عراق میں ایرانی فوج کو ناکوں چنے چبوائے' بحرین اور قضاعہ میں مرتدین پر کاری ضرب لگائی' یمامہ میں دجل و فریب کے پیکر مسیلمہ کذاب کو تہہ تیغ کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ رومی فوج نے جزیرہ نمائے عرب کے سرحدی علاقے کے مشہور مقام یرموک میں نقل و حرکت شروع کردی ہے اور وہ لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کا عزم کئے ہوئے ہے اور اس نے جزیرہ عرب کے شمالی علاقہ جات میں بسنے والے بعض قبائل سے بھی راہ و رسم قائم کرلئے ہیں۔ اس خطرناک نئی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مختلف محاذوں پر برسرپیکار جرنیلوں کو ہدایات جاری کرتے ہوئے حکم نامے تحریر کئے

○ خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ آپ وادی تیماء میں فروکش ہوں اور یہ وادی چھوڑ کر کسی بھی جانب نہ جانا آپ کا اس وادی میں رہنا از بس ضروری ہے نیز گردو نواح میں موجود عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کی ہر ممکن کوشش کرنا' دیکھنا کسی بھی قبیلے پر پہلے حملہ نہ کرنا' اگر حملہ کرنے میں کوئی قبیلہ پہل کرے تو اس کا منہ توڑ جواب دینا' ہر حال میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد طلب کرتے رہنا مسلمان کا کام پیش قدمی کرنا ہے نہ کہ پسپائی اختیار کرنا یاد رکھیں آپ کو آگے بڑھنا ہے پیچھے ہٹنے کا خیال دل سے نکال دیں۔

○ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا اے ابو عبداللہ اگرچہ آپ کو بعض قبائل سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے متعین کیا گیا ہے۔ لیکن میں آپ کے ذمے ایک ایسا فریضہ سونپنا چاہتا ہوں جو آپ کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہوگا۔
انہوں نے دربار خلافت سے آیا ہوا حکم نامہ پڑھ کر جواب دیا:

"میں اسلام کا ایک تیر ہوں اور آپ تیر انداز ہیں آپ کو مکمل اختیار حاصل ہے جس طرف چاہیں اس تیر کو چلائیں"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین کا گورنر مقرر کر دیا اور انہیں فوری طور پر فلسطین پہنچ کر اپنے منصب کو سنبھالنے کا حکم دیا۔

○ حضرت ولید بن عقبہؓ کو اردن کا گورنر نامزد کیا یہ ان دونوں قضاعہ میں زکوۃ وصول کرنے پر مامور تھے ولید بن عقبہؓ نے خالد بن سعیدؓ سے مل کر رومی جرنیل ہامان کو للکارا لیکن وہ بڑا ہی شاطر تھا' اس نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور لشکر اسلام کے بہت سے افراد کو قتل کر دیا۔

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس نازک ترین صورت حال کا علم ہوا تو ولید بن عقبہؓ اور خالد بن سعیدؓ کو اپنے پاس مدینے بلایا۔ اگرچہ آپ کو بہت دلی صدمہ تھا لیکن ان کے سامنے اظہار نہ کیا کہ کہیں انکے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور یہ دلبرداشتہ ہو کر ہمت نہ ہار بیٹھیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوچ ہی رہے تھے کہ یرموک کی طرف جانے والے لشکر کی قیادت کا فریضہ کسے سونپا جائے اتنے میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ عراق سے دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے مدینے پہنچے آپ نے انہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا:

"جس کی مجھے تلاش تھی وہ خود چل کر میرے پاس پہنچ گیا ہے"

انہیں تین ہزار مجاہدین کا قائد بنا کر یرموک کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ یاد رہے یرموک کی طرف پیش قدمی کرنے والے یہ ایک لشکر کے امیر تھے اس کے علاوہ تین لشکر اور روانہ کیے گئے تاکہ یہ چاروں لشکر مل کر یرموک کو اپنے گھیرے میں لے لیں۔

پہلے لشکر کی قیادت حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے سپرد ہوئی۔

دوسرے لشکر کی قیادت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔

تیسرے لشکر کا قائد حضرت یزید بن ابی سفیان کو بنایا اور چوتھے لشکر کی قیادت کا فریضہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا۔

جب رومی فوج کو لشکر اسلام کی پیش قدمی کی اطلاع موصول ہوئی تو اس نے اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف پیغام بھیجا اور اسے نئی صورت حال سے آگاہ کیا وہ جائزہ لینے کے لئے از خود حمص پہنچا اور اس نے خطرناک صورت حال کو بھانپتے ہوئے رومی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔

اس نے بھی لشکر اسلام کا خم ٹھونک کر مقابلہ کرنے کے لئے چار لشکر ترتیب دیئے

عمرو بن عاصؓ کی زیر قیادت لشکر کے مقابلے میں اپنے جرنیل بھائی "تیودوریک" کو نوے ہزار فوجیوں کا سالار بنا کر میدان میں اترنے کا حکم دیا۔

یزید بن ابی سفیانؓ کے مقابلے میں رومی فوج کے مشہور جرنیل جرجتہ کو میدان جنگ میں اتارا' شرحبیل بن حسنہؓ کے مقابلے میں رومی جرنیل درقص کو تیار کیا اور تجربہ کار رومی جرنیل "قیقار بن نسطوس" کو ساٹھ ہزار فوج کا سالار بنا کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے میدان میں پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔

اس جم غفیر کے مقابلے میں لشکر اسلام کی افرادی قوت صرف بیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ چھ ہزار مجاہدین تھے جو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت دربار خلافت سے ملنے والے حکم کے منتظر تھے۔

رومی فوج کی تعداد دیکھ کر اسلامی لشکر کے جرنیلوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اب ہمیں ایک قیادت کے تحت یہ جنگ لڑنا ہوگی' کیونکہ جب بھی ایسا نازک ترین موقع آیا تو مکمل اتحاد و یکسوئی کی بدولت ہی مٹھی بھر مجاہدین نے کثیر تعداد پر غلبہ حاصل کیا نئی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ اپنی جگہ کسی دوسرے جرنیل کو مقرر کر کے پہلی فرصت میں یرموک پہنچیں وہ اس وقت ایرانی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے وہ حکم پاتے ہی حضرت مثنیٰ بن

حارثہؓ کو لشکر کی قیادت سونپ کر دشوار گزار راستوں کو تیزی سے عبور کرتے ہوئے یرموک پہنچ گئے' پورا لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں از سرنو منظم ہوا۔ اس لشکر میں ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ سالار لشکر نے سو تجربہ کار اور نڈر مجاہدین کو اسلام کا فدائی قرار دیا ان فدائیوں میں **حضرت شرحبیل** بن حسنہؓ کا نام بھی تھا ان میں ہر جوانمرد شہسوار اس قابل تھا کہ اکیلا پورے لشکر کا منہ موڑ دے۔

حضرت **شرحبیل** بن حسنہ لشکر کی دائیں جانب کے کمانڈر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پیچھے گھوڑ سوار دستے کی قیادت پر مامور تھے' لشکر کے وسط میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ متعین تھے اور ان کے دائیں بائیں حفاظتی اقدامات حضرت عکرمہؓ اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ متعین تھے۔ سب سے پہلے ان دونوں جری بہادروں کو سالار اعلیٰ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا انہوں نے حکم ملتے ہی رومی فوج پر حملہ کردیا' گھمسان کا رن پڑا' تلواروں کی جھنکار' گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور فوجیوں کی چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی لشکر کے درمیان حضرت **شرحبیل** بن حسنہ رضی اللہ عنہ دائیں بائیں پینترا بدلتے ہوئے مشرکین کو تہہ تیغ کر رہے تھے لشکر اسلام کو اس میدان میں فتح و نصرت نصیب ہوئی اس جنگ میں حضرت **شرحبیل** بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جرات' بہادری' شجاعت' تجربہ کاری اور بے جگری کا ایسے انداز میں اظہار کیا کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے انکے جنگی کارنامے تاریخ اسلام میں سنہری باب کے اضافے کا باعث بنے۔

جنگ یرموک میں جہاں مسلمانوں کو فتح و نصرت کی مسرت و شادمانی میسر آئی وہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات کی غمناک خبر بھی موصول ہوئی۔ جس سے تمام مجاہدین بہت افسردہ ہوئے۔ دوسری خبر یہ ملی کی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوگئے ہیں اور انہوں نے

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو انکے عہدے سے معزول کردیا انکی جگہ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کردیا ہے۔

○

جنگ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی جس سے مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہوئے نئے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے آگے بڑھے انہیں پتہ چلا کہ شکست خوردہ رومی فوج بدلہ لینے کے لئے مقام فحل میں جمع ہو رہی ہے۔ یہ مقام اردن کی سرحد سے متصل سرزمین شام کا ایک اہم ترین مورچہ تھا۔ عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اب ہم کیا کریں، کیسی پالیسی اختیار کریں۔ آپ نے ہدایات جاری کرتے ہوئے تحریر کیا آپ خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوں کیونکہ اس تاریخی شہر کو سرزمین شام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ رومیوں کا دارالحکومت ہے فحل اگر پہلے فتح ہو جائے تو بھی بہتر رہے گا اور اگر دمشق کو پہلے فتح کرلیا جائے تو یہ بھی مسلمانوں کے لئے نیک شگون ہوگا دربار خلافت سے حکم نامہ ملنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے قابل اعتماد تجربہ کار اور دلاور و بہادر مجاہدین کو فحل پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

جب مجاہدین نے وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح تازہ دم لشکر لے کر وہاں پہنچے مقدمتہ الجیش کی سربراہی کے فرائض حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد تھے۔

فحل کے باشندوں کو جب اس خطرے کا علم ہوا تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے اردن کی شمالی جانب بیسان شہر کی طرف بھاگ نکلے اور فحل شہر کو بچانے کے لئے

زیادہ مقدار میں پانی چھوڑ دیا تاکہ ارد گرد کا علاقہ دلدل کی صورت اختیار کر جائے اور اسلامی لشکر آسانی سے پیش قدمی نہ کر سکے لیکن مجاہدین نے صرف ایک دن اور رات میں ہی شہر پر قبضہ کر لیا۔ فحل کی جانب پیش قدمی اور اسے اپنے قبضے میں لینے کے لئے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی جرات' شجاعت اور تدبر کا مظاہرہ کیا' انکے حکیمانہ طرز عمل نے مجاہدین کے لئے راستہ ہموار کر دیا جس سے کٹھن منزل آسان ہو گئی فحل پر مکمل قبضہ ہو جانے کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر کو اس انداز میں ترتیب دیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے درمیان متعین کیا خود لشکر کی دائیں جانب سنبھالی اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو بائیں جانب متعین کیا گھڑ سواروں کی قیادت عیاض بن غنم کے سپرد کی اور پیادہ فوج کا سالار حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو نامزد کیا۔

لشکر اسلام پورے جاہ و جلال اور شان و شوکت سے ۱۴ھ ماہ محرم میں دمشق پہنچا اہل دمشق خطرہ بھانپ کر قلعہ بند ہو گئے مشہور مورخ ابن کثیر البدایہ و النہایہ میں رقمطراز ہیں کہ دمشق کے مشرقی دروازے پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ڈیرے جما لئے۔ "باب توما" پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے پڑاؤ کیا۔

"باب فرادیس" پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ نے نزول اجلال کیا

"باب جابیہ" کے سامنے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے چوکڑی جمائی

اور "باب صغیر" پر یزید بن ابی سفیان براجمان ہوئے دمشق کا محاصرہ مسلسل دس ماہ تک جاری رہا۔ بالآخر حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ قلعے کی دیوار پھلانگ کر شہر کے اندر جانے میں کامیاب ہو گئے دروازہ کھولا تو حضرت خالد بن ولیدؓ پانچ ہزار مجاہدین کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہو گئے دمشق پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد اس پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا اس کے بعد امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے لشکر جرار کی قیادت

کرتے ہوئے بیسان شہر پر چڑھائی کی یہ شہر اردن میں شامی سرحد کے قریب واقع ہے یہ زرخیزی' میٹھے نمکین پانی کے چشمے اور اعلیٰ' عمدہ اور لذیذ کھجور کی پیداوار کے لحاظ سے مشہور و معروف تھا بیسان کے باشندے اپنی جان بچانے کے لئے قلعہ بند ہوگئے۔ چند دن محاصرے کی حالت میں رہ کر لڑائی کے لئے میدان میں نکل آئے کیونکہ انہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ اگر ہم یونہی قلعہ بند رہے تو ہمارا بچنا محال ہے۔ لہٰذا انہوں نے کھلے میدان میں لڑائی کو ترجیح دی۔ لیکن لشکر اسلام کے مقابلے میں ان کے قدم جم نہ سکے۔ مجبوراً صلح کی اپیل کی لشکر اسلام کے جرنیل حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی اپیل کو منظور کرتے ہوئے صلح نامہ تحریر کرکے انہیں ضمانت مہیا کردی۔

بیسان پر قبضہ مکمل کرنے کے بعد "طبریہ" کی طرف روانہ ہوئے اس شہر پر بھی صلح کی بنیاد پر آسانی سے قبضہ ہوگیا

○

اسلامی ریاست کے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں جب یہ خبر پہنچی کہ رومیوں نے دمشق کو دوبارہ اپنے قبضے میں لینے کے لئے نئی منصوبہ بندی اختیار کرتے ہوئے رومی فوج کے مشہور و معروف جرنیل ارطبون کی قیادت میں رملتہ اور اجنادین کے قریب بڑی بھاری تعداد میں لشکر کو جمع کر رکھا ہے تو امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاصؓ کو یہ کہتے ہوئے روانہ کیا کہ ہم نے بھی ایک رومی ارطبون کے مقابلے میں ایک عرب ارطبون کو لا کھڑا کیا ہے اب دیکھتے ہیں کہ ارطبون سے آپ کی مراد کون ہے؟

آپ نے فرمایا عمرو بن عاصؓ اس میں کسی بھی بڑے سے بڑے جرنیل کا مقابلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت پائی جاتی ہے اور اسی طرح اس کا معاون شرحبیل بن

حسنہؓ بھی کسی سے کم نہیں!

اجنادین کے قریب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے' جنگ کا بگل بج گیا آپس میں تلواریں ٹکرائیں' مجاہدین دشمن کو تہہ تیغ کرتے ہوئے دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگے آخر کار رومی جرنیل پسپائی اختیار کرتا ہوا بھاگا اور اپنی فوج سمیت دمشق میں داخل ہوا لیکن لشکر اسلام تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا اور وہ ڈرتا ہوا مصر کی طرف فرار ہوگیا اس طرح دمشق پر مسلمانوں کا بلا شرکت غیرے مکمل قبضہ ہوگیا۔

○

۱۸ ہجری کو سرزمین شام میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور ادھر سرزمین حجاز میں قحط سالی نے ڈیرے ڈال لئے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے پورا حجاز اقتصادی بحران کا شکار ہوگیا' اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ طاعون کی وبا اللہ کا عذاب ہے یہ بات سن کر حضرت شرحبیل فرمانے لگے ایسا نہ کہو کیونکہ اللہ کے بعض بندے اس بیماری کا شکار ہوکر آخرت کو سدھارے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اکلوتے بیٹے کو جب طاعون کی یہ بیماری لاحق ہوئی تو بہت گھبرائے۔ بیٹے نے ابا جان کی حالت دیکھتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۞ (البقرہ۔ ۱۴۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ (الصافات۔ ۱۰۲)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر نامزد کیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن کا گورنر مقرر کیا یہ منصب ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دیا گیا۔

۱۸ ہجری کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ یاد رہے کہ کبار صحابہ کرام میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابو مالک اشعری اور حضرت یزید بن ابی سفیان اسی خطرناک بیماری کا شکار ہو کر راہی ملک عدم ہوئے تھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان تمام قدسی نفوس ہستیوں پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے اور

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔

حضرت
سلمہ
بن قیس
رضی اللہ عنہ
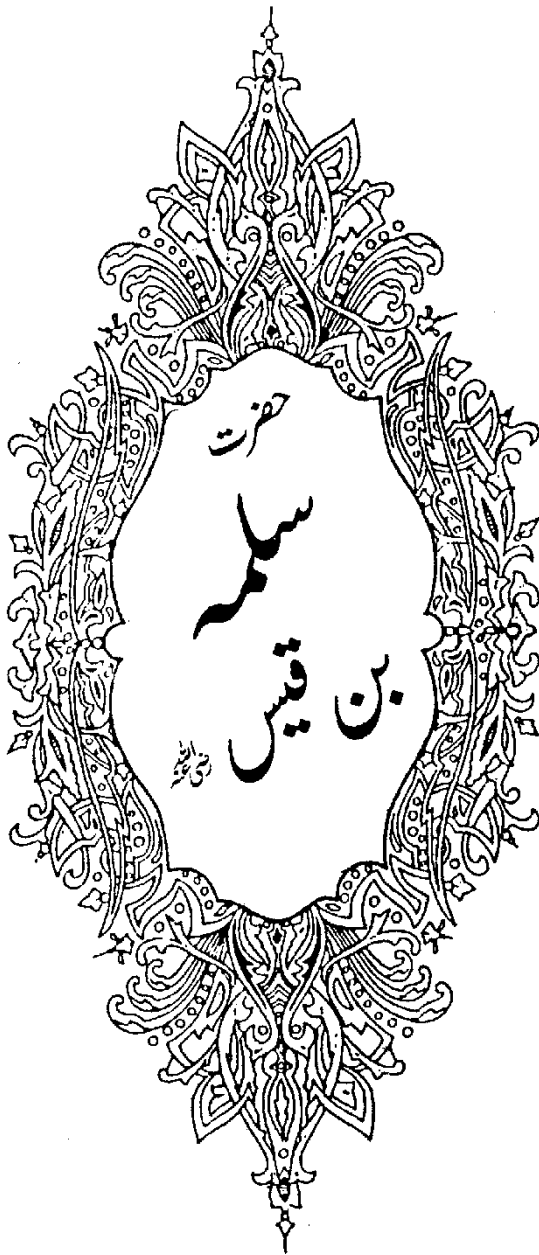
"سلمہ! میں نے تجھے ایران کے مغربی صوبے اہواز کو فتح کرنے والے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے" (فرمان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

ایران کا صوبہ اہواز ایک دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہے یہ بصرہ اور ایران کی درمیانی سرحد پر واقع ہے۔

عہد خلافت راشدہ میں یہاں ایک جنگجو اور بہادر قوم کرد آباد تھے۔ بصرہ ایک نیا شہر آباد ہوا تھا جسے اسلامی لشکر کے لئے چھاؤنی کی حیثیت حاصل تھی۔ دفاعی اعتبار سے یہ انتہائی حساس اور اہم ترین علاقہ تھا۔ ایرانی فوج کے تابڑتوڑ حملوں سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ ایران کے مغربی صوبے اہواز پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو جائے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک رات مدینے کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اس مسئلے پر غور و فکر بھی کر رہے تھے' کہ اس اہم ترین محاذ پر جانے والے لشکر کا سالار اعلیٰ کس کو مقرر کیا جائے۔ تجربہ کار دلاور اور بہادر مجاہدین کے نام یکے بعد دیگرے زبان پہ آرہے تھے جب سلمہ بن قیس اشجعی کا نام آیا تو رک گئے فرمانے لگے "واہ واہ یہی تو میرا مطلوب ہے' یہی وہ جرنیل ہے جس کی مجھے تلاش تھی' اہواز پر حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد یہی مناسب رہے گا' اس میں قائدانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔"

صبح ہوئی تو اسے اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا:

"سلمہ! میں نے تجھے ایران کے مغربی صوبے اہواز پر حملہ آور ہونے والے

لشکر کا سالار اعلیٰ مقرر کیا ہے' مجھے امید ہے کہ تم اس منصب کا حق ادا کرو گے۔"

اللہ کا نام لے کر لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اس مہم پر روانہ ہو جاؤ یاد رکھنا جب تم دشمن کے علاقے میں پہنچ جاؤ تو پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا' اگر وہ اسلام قبول کرلیں اور تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان سے صرف زکوٰۃ وصول کرنا' لیکن مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ شریک جہاد ہوں تو انہیں مال غنیمت میں برابر کا حصہ ملے گا۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں لیکن لشکر اسلام کے مقابلے سے دستبردار ہو جائیں اور امن کی اپیل کردیں تو ان سے ٹیکس وصول کرنا اور اس کے بدلے انہیں مکمل تحفظ فراہم کرنا۔ انہیں کوئی ایسی تکلیف نہ دینا جسے وہ برداشت نہ کرسکیں۔ ہاں اگر وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکاری ہوں تو ان کے خلاف جنگ کرنا جاؤ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

ہاں سنو! اگر ایرانی فوج لڑائی کے دوران قلعہ بند ہو جائے کھلے میدان میں نکلنے سے گریز کرے اور تمہیں یہ پیغام بھیجے کہ ہم ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہیں تو فوری طور پر ان کا یہ مطالبہ منظور نہ کرنا ممکن ہے کہ انکے اس مطالبے میں کوئی مکرو فریب پوشیدہ ہو جس سے لشکر اسلام کو کسی ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے' ہاں اگر وہ قلعے سے باہر نکل کر تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں تو پھر ان پر تلوار نہ چلانا' اگر وہ لڑائی کے لئے آمادہ ہوں تو پھر تم بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ جب تم لڑائی میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر حد سے تجاوز نہ کرنا' نہ ہی کسی سے بے وفائی کرنا' نہ دشمن کے کسی بچے' عورت یا بوڑھے کو قتل کرنا اور نہ ہی کسی کا ناک کان کاٹنا' اور نہ ہی ان کی لہلہاتی سرسبز و شاداب فصل کو برباد کرنا اور نہ ہی کوئی درخت کاٹنا۔"

○

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت آموز گفتگو سن کر انکے جملہ احکامات کی تعمیل کا عہد کیا اور لشکر اسلام کو لے کر سرزمین اہواز کی جانب

روانہ ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لشکر کو مخلصانہ دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ الوداع کیا۔

اسلامی لشکر جذبہ جہاد سے سرشار اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوا۔

لشکر اسلام کو دشوار گزار راستے میں انتہائی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی پہاڑ پر چڑھائی اور کبھی نشیبی علاقے میں گلے سڑے پانی کی سڑاند کا سامنا اور کہیں زہریلے اژدھوں اور بچھوؤں کی بہتات' ان تمام مصائب کو جھیلتے ہوئے لشکر اسلام کشاں کشاں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سپہ سالار حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جرات مندانہ قیادت' مومنانہ بصیرت اور مخلصانہ و حکیمانہ قیادت میں لشکر اسلام شاداں و فرحاں اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ سالار اعلیٰ کے حکیمانہ مشوروں سے دلوں میں حوصلے اور حوصلوں میں جاں پیدا ہوتی رہی مجاہدین کی زبانوں پر قرآنی آیات کا ورد مسلسل جاری رہتا رات کو جہاں بھی قیام کیا جاتا قرآنی آیات کا ورد جاری و ساری رہتا رات کو جہاں بھی قیام کیا جاتا قرآنی آیات کی نغماتی دل پذیر آواز سے فضا معمور ہو جاتی' رات کے بیشتر حصے میں مجاہدین قرآن مجید کی ضیاء پاشیوں سے اپنے سینوں کو منور کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور اس بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اس کے معنوی جواہرات سے اپنے دامن کو بھرتے رہتے' قرآن حکیم سے لذت آشنائی کٹھن منزل کو آسان کرنے کا باعث بنتی۔

مجاہدین کی دلی تمنا یہی ہوتی کہ یہ عطر بیز فضائیں انہیں سدا میسر رہیں اور اسی ماحول میں زندگی تمام ہو جائے۔

○

لشکر اسلام کے جرنیل حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ایران کے مغربی صوبے اہواز کے باسیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے

سے صاف انکار کردیا اس طرح لشکر اسلام کے لئے لڑائی کے سوا کوئی راستہ باقی نہ رہا لہٰذا مجاہدین اللہ کا نام لے کر میدان جنگ میں اتر آئے' دیکھتے ہی دیکھتے میدان کارزار گرم ہوا' گھمسان کا رن پڑا' لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھے' تلواروں کی چھنچھناہٹ سے میدان جنگ گونج اٹھا دونوں طرف سے مقابلہ برابر کا تھا۔ مجاہدین جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار میدان میں اپنی طاقت کے جوہر دکھلا رہے تھے آخر کار لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اہواز پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔

○

جب لڑائی ختم ہو گئی' مال غنیمت اکٹھا کیا گیا' سالار لشکر حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ اسے مجاہدین میں تقسیم کرنے لگے تو ان کی نظر ایک عمدہ' اعلیٰ اور قیمتی ہار پر پڑی انکے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ ہار امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ پیش کیا جائے' آپ نے تمام مجاہدین سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا دیکھو اگر یہ ہار میں تمہارے درمیان تقسیم کردوں تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور تقسیم کی صورت میں اس چمکدار اور دیدہ زیب ہار کی اہمیت بھی ختم ہو جائے گی اور اگر تم خوشی دلی سے مجھے اجازت دو تو میں یہ ہار امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں سب نے بیک زبان کہا ''ہاں ضرور بھیج دیجئے'' آپ کی یہ تجویز نہایت مناسب ہے' آپ نے ہار ایک خوبصورت ڈبے میں بند کیا اور اپنے قریبی رشتہ دار کو بلا کر کہا ''تم مدینہ روانہ ہو جاؤ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے امیر المومنین کو فتح کی نوید سنانا پھر اس کے بعد یہ ہار ان کی خدمت میں پیش کرنا اور اپنا خادم بھی ساتھ لیتے جانا تاکہ وہ راستے میں تمہارا معاون ہو۔ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر اس کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ ہر ایک کے لئے سبق آموز ہے۔

سالار اعلیٰ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار اپنے خادم

خاص کے ساتھ امیر المومنین سے ملاقات اور انہیں فتح و نصرت کی خوشگوار خبر کی اطلاع دینے کے دلاویز جذبات سے سرشار دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اب آپ انہی کی زبانی یہ سارا ماجرا سنئے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ سے ملاقات کی' کھانے کا وقت تھا۔ بہت سے احباب کھانا کھا رہے تھے امیر المومنین اپنی چھڑی سے ٹیک لگائے اپنے خادم خاص یرفاء کو حکم دے رہے تھے کہ فلاں کے سامنے کھانا رکھو! گوشت اور شوربا مزید ڈالو! فلاں کے سامنے مزید روٹی رکھو!

جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا بیٹھو میں وہیں بیٹھ گیا میرے سامنے کھانا رکھا گیا میں نے بھی اس پر لطف دعوت میں شرکت کی سعادت حاصل کی' جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے خادم سے کہا:

دستر خوان اٹھا لو پھر آپ چل دیئے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے کمال شفقت و محبت کا انداز اپناتے ہوئے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ایک چٹائی پر بیٹھ گئے کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے ایک تکیے کے ساتھ خود ٹیک لگا لی اور ایک مجھے عنایت کیا آپ کے پیچھے پردہ لٹکا ہوا تھا' آپ نے پردے کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے ارشاد فرمایا اے ام کلثوم! مجھے کھانا دیجئے۔

میرے دل میں آیا کہ امیر المومنین نے اپنے لیے کوئی خاص کھانا تیار کروایا ہو گا۔

بیوی نے تیل میں تلی ہوئی ایک روٹی جس پر سالن کی جگہ نمک رکھا ہوا تھا پردے کی اوٹ سے آپ کو پکڑا دی۔ پھر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کے طور پر چند لقمے لئے۔ آپ نے کھانا تناول کیا آپ کے کھانے کا انداز ایسا دلربا تھا کہ میں نے کبھی کسی کو اس عمدہ انداز میں کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

پھر آپ نے بیوی کو آواز دیتے ہوئے فرمایا مجھے پانی دو۔ تو اس نے پردے کی اوٹ سے ستو کا بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا آپ نے پہلے مجھے پینے کا حکم دیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تھوڑے سے ستو نوش کئے تو میں حیران رہ گیا کیونکہ جو ستو میں نے اپنے لئے تیار کروائے تھے وہ اس سے کہیں زیادہ لذیذ تھے' کھانا بھی بالکل سادہ اور ستو بھی کوئی زیادہ مزیدار نہ تھے۔

پھر آپ نے پیالہ پکڑا ستو نوش کئے اور یہ دعا پڑھی **الحمد للہ الذی اطعمنا واشبعنا وسقانا فاروانا**

شکر اس اللہ کے جس نے ہمیں کھلایا اور سیر کیا پلایا اور سیراب کیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

امیر المومنین! میں ایک خط لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو؟

میں نے عرض کیا سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جانب سے۔

آپ نے فرمایا! سلمہ بن قیس کے نمائندے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں ایران کے مغربی صوبے اہواز میں ایرانیوں سے نبرد آزما ہونے والے لشکر اسلام کا کیا بنا؟

میں نے عرض کیا امیر المومنین! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا ہے۔ میں نے اس جنگ میں پیش آنے والے واقعات تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کئے' آپ نے تفصیلی واقعات سن کر ارشاد فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس میدان میں کامیابی عطا کی۔

پھر آپ نے پوچھا کیا تمہارا بصرہ سے گزر ہوا؟

میں نے عرض کیا! ہاں اے امیر المومنین!

آپ نے پوچھا مسلمانوں کا کیا حال ہے؟

میں نے بتایا الحمد للہ خیریت سے ہیں۔

آپ نے دریافت کیا! بازار میں چیزوں کے نرخ کیسے ہیں؟

میں نے بتایا! ضرورت کی تمام چیزیں بہت سستی ہیں!

آپ نے پوچھا! گوشت کا کیا بھاؤ ہے؟

کیونکہ گوشت عربوں کی مرغوب غذا ہے جب تک گوشت نہ ملے' تو انہیں تسلی نہیں ہوتی۔

میں نے عرض کیا! گوشت وافر مقدار میں کم قیمت پر دستیاب ہے۔

پھر آپ نے اس خوبصورت ڈبے کی طرف دیکھا جو میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

آپ نے پوچھا یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا! اس میں ایک قیمتی ہار ہے' جو لشکر اسلام کے سالار اعلیٰ سلمہ بن قیس نے آپ کے لئے بطور تحفہ بھیجا ہے۔ یہ ہار انہیں مال غنیمت میں ملا تھا یہ کہتے ہوئے میں نے ہار کا ڈبہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ نے ڈبہ کھولا اور آپ کی نظر اس قیمتی' عمدہ اور دیدہ زیب ہار کے زرد' اور سبز رنگ کے چمکتے ہوئے نگینوں پر پڑی تو غصے سے آگ بگولا ہو گئے اور ڈبہ زمین پر زور سے پٹخ دیا' موتی زمین پر بکھر گئے' پھر فاروق اعظم نے مجھے حکم دیا کہ انہیں اکٹھا کرو اور اپنے خادم خاص یرفاء کو حکم دیا کہ جب یہ موتی اکٹھے کرنے لگے تو پورے زور سے اسکی پیٹھ پر کوڑے مارو' میں موتی اکٹھے کرنے لگا اور آپ کا خادم مجھ پہ کوڑے برسانے لگا' پھر آپ نے فرمایا کمبخت کھڑے ہو جاؤ!

میں یہ حکم پا کر سیدھا کھڑا ہو گیا' میرے بدن میں کپکپی طاری تھی۔

پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسی وقت واپس اہواز چلے جاؤ اور وہاں پہنچتے ہی ہار لشکر اسلام میں تقسیم کر دینا۔

میں نے عرض کیا! امیر المومنین! میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

پھر آپ نے میری طرف غضبناک انداز میں دیکھا اور فرمایا!

اللہ کی قسم اگر یہ ہار لشکر میں تقسیم نہ کیا گیا' تو میں تیری اور سپہ سالار کی ہڈی

پسلی ایک کر دوں گا۔

میں نے وہاں سے اپنی سواری کو سرپٹ دوڑایا' اور دشوار گزار راستوں سے گزرتا ہوا حضرت سلمہ بن قیسؓ کے پاس پہنچا اور انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا اے سلمہؓ! اگر تم میری اور اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو ابھی اسی وقت یہ ہار مجاہدین میں تقسیم کر دو۔

انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟

تو میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والا تمام واقعہ انہیں سنا دیا۔

حضرت سلمہ بن قیسؓ نے وہیں اسی مجلس میں وہ ہار مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

حضرت
عتبہ
بن غزوان
رضی اللہ عنہ
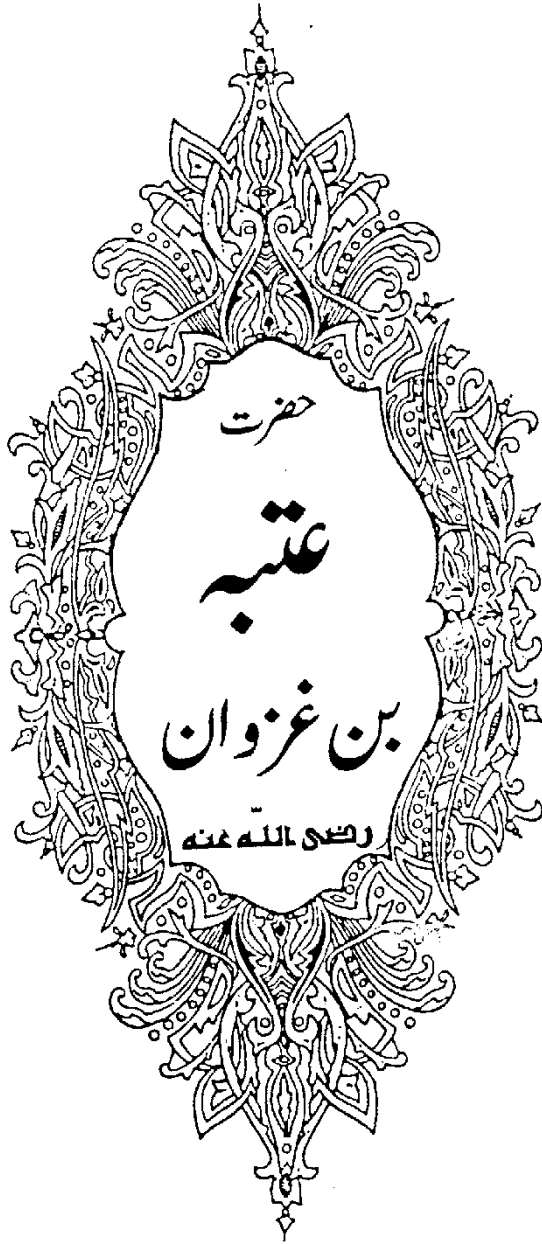
میں اس حالت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، کہ دنیا میں مجھے اعلیٰ
مقام حاصل ہو اور آخرت میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔
(فرمان عتبہ بن غزوان)

دراز قد' دلکش خدوخال' نورانی چہرہ' گداز دل' مضبوط اور گٹھا ہوا سڈول جسم' نیزہ باز' شمشیرزن اور ماہر شہسوار' پاکیزہ اخلاق' زاہد' عابد اور شب زندہ دار' میدان ہائے جنگ میں دشمنان اسلام پر کاری ضرب لگانے والا جرات مند' بہادر اور دلاور جواں۔

۱۴ ہجری کو سیدنا فاروق اعظمؓ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دریائے دجلہ کے کنارے نیا خوبصورت اور دیدہ زیب شہر بصرہ آباد کرنے والا ایک مدبر راہنما' بدر' احد' خندق' خیبر اور طائف کی جنگوں میں اپنی کاٹ دار تلوار کے جوہر دکھلانے والا ایک نڈر مجاہد' صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شمولیت کا اعزاز حاصل کرنے والا قسمت کا دھنی' ۸ ہجری کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دس ہزار سرفروشوں کے شانہ بشانہ فاتحانہ صورت میں عاجزانہ انداز اپناتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والا ملت اسلامیہ کا ایک عظیم سپوت' غزوہ تبوک میں "جیش العسرۃ" کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے والا ایک جفاکش سپاہی' اپنی جرات' بہادری اور دلاوری کے گہرے نقوش ثبت کرنے والا ایک عظیم جرنیل جسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عراق کے جنوبی علاقے کو فتح کرنے کے لئے بڑی ہی سوچ و بچار کے بعد منتخب کیا اور ایک مختصر سے اسلامی لشکر کا قائد بنا کر عراق

اور ایران کے سرحدی مقام ابلہ کی طرف روانگی کا حکم دیا اور یہ نصیحت کی

"اے عتبہ! اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے عرب کی اس سرحد تک اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے پہنچ جاؤ جہاں سے عجم کی سرحد شروع ہوتی ہے دیکھنا ہر حال میں اللہ کا ڈر اور تقویٰ پیش نظر رہے' تمہارا ایک مکار' فریبی اور چالاک دشمن سے پالا پڑنے والا ہے۔ انتہائی دانشمندی' جرات اور بیدار مغزی سے اس کا مقابلہ کرنا ہوگا' جاؤ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو مازن کے قابل فخر ہونہار اور ہر دلعزیز فرزند تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا خاندان قبیلہ بنو نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا' جب یہ تیس برس کے ہوئے تو مکہ کی فضاؤں میں یہ خبر گردش کرنے لگی کہ آمنہ کے لعل' عبدالمطلب کے پوتے اور عبداللہ کے فرزند ارجمند نے نبوت کا دعویٰ کردیا ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے۔ وہی خالق و مالک اور وہی رازق و مشکل کشا ہے موت و حیات اسی کے قبضے میں ہے اس کے پیغام کے منظر عام پر آتے ہی مکہ میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا سرداران قریش نے نو آموز مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کردی' رحمت عالم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار ساتھیوں کی بے بسی دیکھتے ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا ہجرت کو اختیار کرنے والے ستم رسیدہ دوسرے قافلے میں حضرت عتبہ بن غزوان بھی شامل تھے' کچھ عرصہ وہاں پر امن و سکون سے زندگی کے دن گزارنے کے بعد واپس مکہ آگئے چونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنے وطن کی یاد انہیں بے قرار کئے ہوئے تھی سرور عالم' خلق مجسم' نیر تاباں' روشن و رخشاں' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر جب سوئے مدینہ روانہ ہوئے تو آپ کی جدائی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو

بے چین کر دیا اب موقع کی تلاش میں رہنے لگے کہ کیسے جلد از جلد محبوب کبریا کی رفاقت و زیارت کا شرف حاصل کیا جائے۔

شوال ۱ ہجری میں عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں چند قریشی نوجوان مدینے میں نو آباد مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے مسلح ہو کر نکلے جب سفر کرتے ہوئے رابغ مقام پر پہنچے تو وہاں حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی قیادت میں کشتگان خنجر تسلیم و رضا کا اسی (۸۰) افراد پر مشتمل ایک قافلہ گشت میں تھا' مکہ سے آنے والے قافلے کے ساتھ عتبہ بن غزوان اور مقداد بن اسود بھی ہو لئے' سالار قافلہ عکرمہ نے سمجھا کہ شاید یہ خاندانی غیرت کو دل میں سمائے ہمارے ساتھ جا رہے ہیں' یہ ہمارا ہاتھ بٹائیں گے لیکن جب حق و باطل کا ٹکراؤ ہوا' مکے سے آنے والے سورمے پسپا ہو کر واپس پلٹے تو یہ دونوں سلیم الفطرت نوجوان موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے قدسی نفوس مجاہدین کے ساتھ جا ملے اور اس طرح انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور دو ہجرتوں کا اعزاز حاصل کرنے کی سعادت انکے نصیب میں آئی۔

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ان تمام جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک ہوئے تھے ان کی بہادری' جوانمردی اور جرات و شجاعت کا تذکرہ زبان زد عام تھا' لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سر انجام دینے میں حکیمانہ بصیرت اور ماہرانہ منصوبہ بندی کرنے میں ید طولٰے رکھتے تھے ایک روز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد ستانے کے لئے بستر پر لیٹے تاکہ تازہ دم ہو کر رات کو گشت کے لئے نکلیں' لیکن انہیں ایرانی سرحد پر لڑی جانے والی جنگ کی نازک ترین صورت حال کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی' انہیں جنگی قاصد کے ذریعے یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ لشکر اسلام

جونہی اس قابل ہوتا ہے کہ ایک زور دار حملے سے ایرانی فوج کو پسپا کردے تو کسی جانب سے اسے کمک پہنچ جاتی ہے اور وہ دوبارہ اپنی قوت کو مجتمع کر کے لشکر اسلام کے سامنے ڈٹ جاتی ہے۔

امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بھی بتایا گیا کہ ابلہ شہر سے ایرانی فوج کو کمک بہم پہنچائی جاتی ہے آپ نے یہ پختہ عزم کرلیا' کہ ابلہ کو فتح کرنے کے لئے لشکر روانہ کروں گا تاکہ ایرانی فوج کو کمک موصول ہونے کا راستہ منقطع کردیا جائے۔ لیکن آپ کے پاس افرادی قوت کی بہت کمی تھی اس لئے کہ نوجوان اور بوڑھے جہاد کے لئے اپنے گھروں سے روانہ ہوچکے تھے اور ان کے چلے جانے کے بعد مدینہ طیبہ میں چند افراد باقی رہ گئے ہیں اس موقع پر آپ نے اپنا معروف حربہ استعمال کیا وہ یہ کہ افرادی کمی کو تجربہ کار سپہ سالار کے ذریعے پورا کیا جائے' مدینہ منورہ میں موجود تمام افراد کی فہرست سامنے رکھ کر ان کی جنگی مہارت کا بغور جائزہ لینے لگے بڑی طویل سوچ و بچار کے بعد یک دم یہ کہتے ہوئے نعرہ زن ہوئے میں نے اسے پالیا ...... ہاں میں نے اسے پالیا ...... پھر بستر پر دراز ہوتے ہوئے فرمانے لگے' یہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے بدر' احد' خندق اور دیگر غزوات میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا اس کی تلوار اور تیر کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا.......

مزید اسے حبشہ اور مدینہ کی جانب سے ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا ہے۔

اور وہ ان خوش نصیب مسلمانوں میں سے ہے جنہیں اسلام قبول کرنے میں سبقت کا شرف حاصل ہوا۔

جب صبح ہوئی تو امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: عتبہ بن غزوان کو میرے پاس بلاؤ اور اس کی قیادت میں تین سو انیس مجاہدین کا لشکر ابلہ کی جانب روانہ کردیا اور یہ وعدہ بھی کیا کہ میں تمہاری مدد کے لئے وافر مقدار میں اور مجاہدین کو بھیجوں گا جب یہ لشکر کوچ کرنے کے لئے تیار ہوا تو سیدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عتبہؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

"عتبہ! میں تجھے سرزمین ابلہ کی جانب روانہ کر رہا ہوں یہ دشمن کا ایک بڑا مضبوط قلعہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ تیری مدد کرے گا۔

جب تم اپنی منزل پر پہنچ کر پڑاؤ کرو تو سب سے پہلے وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ قبول کرلیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ وصول کرنے کا مطالبہ کرنا اگر وہ جزیہ دینے سے انکاری ہوں تو ان سے جنگ کرنا اے عتبہ اپنے منصب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا' تکبر' نخوت اور اکڑفوں کرنے سے دامن بچائے رکھنا' یہ عادت انسان کی عاقبت برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں تمہیں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا تم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزیمت عطا کی' کمزوری کے بعد قوت عنایت کی تم اس وقت لشکر کے امیر اور ہردلعزیز جرنیل ہو تم جو بات کہو گے اسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا تم جو بھی حکم دو گے اسے بخوشی تسلیم کیا جائے گا' دیکھنا کہیں اس نعمت کو غلط استعمال نہ کر بیٹھنا ورنہ آخرت کے دن پچھتانا پڑے گا۔

اللہ مجھے اور تجھے اپنی پناہ میں رکھے' آمین۔"

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اپنا یہ لشکر لے کر روانہ ہوئے اس لشکر میں انکی بیوی کے علاوہ دیگر پانچ مجاہدین کی بیگمات بھی شامل تھیں یہ لشکر دشوار گزار راستوں میں سے گزرتا ہوا ابلہ شہر کے قریب ایک سرسبز مقام پر خیمہ زن ہوا لشکر کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی جب بھوک نے زور پکڑا تو حضرت عتبہؓ نے

چند ساتھیوں سے کہا: کھانے کے لئے کچھ تلاش کر کے لائیں وہ خوراک تلاش کرنے کے لئے نکلے تاکہ بھوک کا مداوا ہو سکے انکے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔

ان میں سے ایک ساتھی نے بیان کیا:

ہم کھانے کے لئے کوئی چیز تلاش کر رہے تھے ہم چلتے چلتے درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوئے وہاں دو مٹکے پڑے ہوئے تھے' ایک میں کھجوریں تھیں اور دوسرا مٹکا زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے دانوں سے بھرا ہوا تھا ہم نے دونوں مٹکے اٹھا لئے اور امیر لشکر کے پاس لے آئے ہم میں سے ایک ساتھی نے مٹکے میں موجود دانوں پر نگاہ ڈالی اور کہا: ہمیں احتیاط کرنی چاہئے ممکن ہے یہ کوئی زہر ہو جسے دشمن نے ہمیں ہلاک کرنے کے لئے یہاں رکھا ہو ہم کھجوروں سے بھرے ہوئے مٹکے کی طرف لپکے اور انہیں کھانا شروع کر دیا' اتنے میں گھوڑا رسی کو توڑتا ہوا سیدھا اسی مٹکے کی طرف آیا جس میں زرد رنگ کے دانے تھے' گھوڑے نے مٹکے میں منہ ڈالا اور بڑی رغبت سے کھانا شروع کر دیا۔

بخدا ہم نے ارادہ کیا کہ گھوڑے کو ذبح کر لیں ورنہ زہر سے اس کی موت واقع ہو جائیگی ہمارے ایک ساتھی نے کہا رہنے دیجئے میں رات بھر پہرہ دوں گا اگر یہ مرنے لگا تو فوراً اسے ذبح کر دوں گا جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ گھوڑے کو کچھ بھی نہیں ہوا۔

مجاہدین کی بیگمات میں سے ایک نے کہا:

میں نے اپنے والد محترم سے سنا ہے کہ زہر کو اگر آگ پر رکھ کر جلا دیا جائے تو اس سے زہریلا پن ختم ہو جاتا ہے' پھر اس خاتون نے مٹکے سے کچھ دانے لئے ہنڈیا میں ڈالے اور نیچے آگ جلا دی' تھوڑی دیر بعد کہنے لگی یہ دیکھو دانوں کے اوپر سے چھلکا اتر رہا ہے اور اندر سے سفید رنگ کے دانے برآمد ہو رہے ہیں' ہم نے ذائقہ چکھنے کے لئے دانے ایک پیالے میں ڈال کر امیر لشکر کی خدمت میں پیش کئے انہوں

نے فرمایا:

اللہ کا نام لے کر کھاؤ' ہم نے کھائے تو بڑا مزا آیا

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ ان دانوں کو چاول کہتے ہیں اور یہ ایرانیوں کی مرغوب غذا ہے

○

ابلہ جسے فتح کرنے کے لئے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ چڑھائی کی تھی دجلہ کے کنارے پر واقع ایک محفوظ شہر تھا' ایرانی فوج نے یہاں اسلحہ محفوظ کرنے کے لئے بڑے بڑے سٹور بنا رکھے تھے اور قلعہ کے برجوں پر اپنے دشمنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے رصد گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں یہ تمام تر انتظامات حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی جنگی کاروائی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

امیر لشکر عتبہ رضی اللہ عنہ نے نیزوں کے ساتھ جھنڈے آویزاں کر کے لشکر میں شامل خواتین کے ہاتھوں میں تھما دیئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے چلیں اور ان سے یہ بھی ارشاد فرمایا' جب ہم شہر کے قریب پہنچ جائیں تو ہمارے پیچھے اس قدر غبار اڑائیں جس سے فضا گرد آلود ہو جائے' کسی کو کچھ دکھائی نہ دے جب لشکر اسلام ابلہ شہر کے قریب پہنچا اور ایرانی فوج نے یہ منظر بچشم خود دیکھا تو وہ انگشت بدنداں رہ گئی کہ اتنا بڑا لشکر پورے جاہ و جلال سے ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے ہم تو اس کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے گھبراہٹ کے عالم میں ان کشتیوں پر بیٹھ کر بھاگ نکلے جو دریائے دجلہ کے کنارے ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے تیار لنگر انداز تھیں' حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بغیر کسی مزاحمت کے فاتحانہ انداز میں ابلہ شہر میں داخل ہوئے پھر اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں اردگرد کے شہروں اور بستیوں کو بھی بڑی آسانی سے فتح کر لیا' یہاں

سے اتنا مال غنیمت ہاتھ لگا جسے شمار کرنا دشوار تھا۔

کامیابی کے بعد ایک مجاہد مدینہ منورہ واپس لوٹا تو لوگوں نے اس سے پوچھا' ابلہ میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟

تو اس نے کہا: بھئی کیا پوچھتے ہو بڑے مزے میں ہیں۔ ہر طرح کی آسائش و آرام انہیں میسر ہے اور لوگ ابلہ شہر میں رہائش اختیار کرنے کے بہت مشتاق دیکھائی دیتے ہیں۔

○

اس موقع پر حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ لشکر اسلام کا ان مفتوحہ شہروں میں زیادہ دیر قیام کرنا انہیں آرام طلب بنا دے گا اور یہ مجاہد یہاں کے باشندوں کی عادات اپنا لیں گے اور انکے جنگی عزائم ماند پڑ جائیں گے تو انہوں نے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا اور ان سے ایک نیا شہر آباد کرنے کی اجازت طلب کی اور مجوزہ جگہ کی نشاندہی بھی کردی امیر المومنین نے یہ شہر آباد کرنے کی انہیں اجازت دے دی' اور اس نئے شہر کا نام بصرہ تجویز کیا گیا' حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس نئے شہر کا نقشہ بنایا سب سے پہلے اس میں ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی اس مسجد کو اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی تمام تر مساعی کا مرکز بنایا مسجد ہی میں جہاد کے لئے قافلے ترتیب دے کر روانہ کئے جاتے' اس شہر میں مجاہدین نے اپنے گھر تعمیر کئے' لیکن امیر لشکر نے اپنے لئے کوئی گھر تعمیر نہیں کیا' بصرہ شہر آباد ہو جانے کے بعد امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو اس شہر کا گورنر مقرر کیا۔

○

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ جہاں ایک کامیاب جرنیل تھے وہاں ایک

منکسر المزاج سادگی پسند ایک مصلح کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے' حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بصرہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے دلوں میں دنیا کی رغبت پیدا ہو چکی ہے جس سے انسان کا دل غافل ہو جاتا ہے۔

انہوں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ جو لوگ کچھ عرصہ پہلے چاول سے نا آشنا تھے وہ اب ایرانیوں کی طرح لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں انہیں جب ایسی دنیا سے اپنے دین کا خطرہ لاحق ہوا اور دنیا سے اپنی آخرت خراب ہونے کا اندیشہ پیدا ہو تو لوگوں کو کوفہ کی مسجد میں جمع کیا اور یہ خطاب فرمایا

لوگو! یہ دنیا ختم ہونے والی ہے تم یہاں سے ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جس پر کوئی زوال نہیں ہو گا' تم وہاں نیک اعمال لے کر جاؤ۔

لوگو! مجھے اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہے ہم اس وقت درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا کرتے تھے جس سے بعض اوقات ہمارے منہ زخمی ہو جاتے تھے ہماری غربت کا یہ عالم تھا کہ تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا بھی بڑی مشکل سے میسر آتا تھا ایک روز مجھے ایک چادر میسر آئی جسے میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا نصف میں نے زیب تن کی اور دوسری نصف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تہبند باندھنے کے لئے دی۔ اب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی علاقے کا گورنر ہے میں اس حالت سے اللہ کے حضور پناہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور اللہ کے دربار میں ذلیل شمار کیا جاؤں۔

پھر حاضرین میں سے ایک کو اپنا نائب مقرر کیا اور انہیں الوداع کہہ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے جب امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا لیکن آپ نے ان کا استعفیٰ قبول نہیں کیا اور انہیں بصرہ واپس جا کر اپنا منصب سنبھالنے کا حکم دیا اور فرمایا مجھے خلافت کے اہم ترین منصب پر بٹھا کر اپنا دامن چھڑانا چاہتے ہو میں تمہیں راہ فرار اختیار کرنے نہیں دوں گا۔ تمہیں میرا ہاتھ بٹانا ہو گا۔ انہوں نے بادل نخواستہ حضرت عمر بن

حطاب رضی اللہ عنہ کا حکم مانا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سوئے بصرہ چل دیئے اور یہ دعا کی:

الٰہی مجھے واپس نہ لوٹانا........

الٰہی مجھے واپس نہ لوٹانا........

اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کی مدینے سے ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اونٹنی لڑکھڑائی اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سر کے بل گرتے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

یہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان پہ راضی

حضرت
عاصم
بن ثابت
رضی اللہ عنہ

جو کوئی جنگ لڑے اسے چاہئے کہ عاصم بن ثابت کا طریقہ اپنائے۔ (فرمان نبوی ﷺ)

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

جو کوئی جنگ لڑے اسے چاہئے کہ
عاصم بن ثابت کا طریقہ اپنائے۔
(فرمان نبویؐ)

خیر الوریٰ، شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، نور الھدیٰ، پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش سب کے سب احد پہاڑ کی طرف نکلے۔ بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی، امیر بھی تھے اور غریب بھی۔ غزوہ بدر میں بری طرح شکست کھا جانے کی بنا پر ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف غیض و غضب سے بھرے ہوئے تھے، اپنے پیاروں کا بدلہ لینے کے لئے ان کا خون جوش مار رہا تھا مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی انہوں نے اپنے ہمراہ قریش کی نامور خواتین بھی لے لیں تاکہ وہ مردوں کو جنگ کیلئے ابھاریں اور جوانوں کے دلوں میں آبائی غیرت کے دیپ جلائیں اور انہیں پل بھر کے لئے بھی پیچھے ہٹنے نہ دیں ان عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ، اور عمرو بن عاص کی بیوی ریطہ اور طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد اپنے تینوں بیٹوں مسافع، جلاس اور کلاب کے ہمراہ لشکر کے ہمراہ ہولیں، اور ان کے علاوہ بہت سی عورتیں شامل لشکر تھیں۔ جب جنگ احد میں دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو ہند بنت عتبہ اور دیگر عورتیں اٹھیں اور شہسواروں کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں، ان کے ہاتھوں میں ڈھولکیاں تھیں انہوں نے ڈھولک کی تھاپ پر یہ گانا شروع کردیا

ان تقبلوا نعانق	و نفرش النمارق
او تدبروا نفارق	فراق غیر وامق

"اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم گلے ملیں گی، اور تمہارے لئے تکئے لگائیں گی اگر تم پیٹھ

پھیر کر بھاگ نکلے تو ہم تمہیں دھتکار دیں گی۔"

جذبات سے لبریز ترانہ شہسواروں کے سینوں میں قبائلی غیرت کی آگ بھڑکاتا اور ان کے شوہروں کے سینوں میں جادو کا سا اثر کرتا .... پھر جنگ سرد پڑ گئی مسلمانوں پر قریش کو غلبہ حاصل ہوگیا تو عورتیں فتح کے نشہ میں سرشار میدان کارزار میں رقص کناں ہوئیں اور شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنے لگیں' انہوں نے جوش انتقام میں لاشوں کے پیٹ چاک کر دیئے' آنکھیں نکال دیں' کان اور ناک کاٹ دیئے' ان میں سے ایک عورت کا غصہ اس سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے میدان بدر میں قتل ہو جانے والے' اپنے باپ' بھائی اور چاچا کا انتقام لینے کے خیال سے لاشوں کے ناک' کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے ایک کو ہار کے طور پر گلے میں ڈالا' اور دوسرے کا پازیب بنایا اور خوشی سے میدان میں تھرکنے لگی۔ جیسے کوئی رقاصہ پاؤں میں گھنگرو ڈالے مست اداؤں سے ناچ رہی ہو۔

○

لیکن سلافہ بنت سعد کی اپنی قریشی سہیلیوں سے الگ تھلگ شان ہی نرالی تھی وہ بڑی بے چینی کے ساتھ اپنے خاوند اور تین بیٹوں کا شدت سے انتظار کر رہی تھی کہ اگر وہ نظر آجائیں تو میں بھی فتح و کامیابی کی خوشی میں دوسری عورتوں کے ساتھ شریک ہوسکوں' اس کا دیر تک انتظار کرنا رائیگاں گیا تو وہ جنگ کے میدان میں لاشوں کے چہروں کو ٹٹولتی ہوئی دور تک چلی گئی' اچانک وہ کیا دیکھتی ہے کہ اس کا خاوند خون میں لت پت موت کے منہ میں جا چکا ہے تو وہ غضبناک شیرنی کی طرح بپھر گئی اور انتہائی پھرتی کے ساتھ اپنے بیٹوں مسافع' کلاب اور جلاس کو میدان کے کونے کونے میں تلاش کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ان کی لاشیں احد پہاڑ کی چٹانوں پر بکھری پڑی ہیں۔ سافع اور کلاب تو موت کے گھاٹ اتر چکے تھے' جبکہ تیسرا بیٹا جلاس ابھی

آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔

سلافہ غم و اندوہ میں مبتلا اپنے بیٹے کے پاس بیٹھ گئی' اس کا سر اپنی گود میں لے لیا' چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنا شروع کیا' اور اس کی زندگی بچانے کیلئے سر توڑ کوشش کرنے لگی' اس ہولناک منظر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہوگئے۔ غم و اندوہ کی وجہ سے ایک بھی آنسو اس کی آنکھوں سے نہ نکلا' آہ و بکاہ کے عالم میں اپنے بیٹے سے پوچھا! میرے لخت جگر تجھے کس نے یہ گہرے زخم لگائے؟ اس نے جواب دینا چاہا لیکن اکھڑتا ہوا سانس جواب دینے میں رکاوٹ بن گیا۔ اس نے بار بار پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ ظلم کس نے کیا؟ اس نے بڑی مشکل سے اکھڑتے ہوئے سانس کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے' میرے باپ اور بھائیوں کو عاصم بن ثابت نے مارا۔ ہائے میری جان گئی یہ سن کر سلافہ بنت سعد دیوانہ وار دھاڑیں مار مار کر رونے لگی' اور لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگی' میری آتش غضب اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوگی جب تک قریش عاصم بن ثابت سے بدلہ نہیں لیں گے اور شراب نوشی کیلئے اس کے سر کی کھوپڑی مجھے نہیں دیں گے۔

پھر اس نے یہ اعلان کردیا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لے آئے یا اس کا سر لے آئے تو میں اسے منہ مانگی دولت دوں گی' اس کا یہ اعلان قریش میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا' ہر نوجوان کے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش یہ انعام میرے حصے میں آئے اور میں عاصم بن ثابتؓ کو تہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل کرسکوں اور منہ مانگا انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکوں۔

غزوہ احد کے بعد مسلمان مدینہ کی طرف واپس لوٹے اور معرکہ آرائی کے متعلق آپس میں باتیں کرنے لگے' شہداء کے لئے رحمت کی دعا اور غازیوں کی ہمت و جرات کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کرنے لگے۔ دوران گفتگو حضرت عاصم بن ثابتؓ کے کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے تعجب کا اظہار کیا کہ عاصمؓ نے ایک ہی گھر کے چار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا:

بھلا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ غزوہ بدر سے پہلے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے لڑو گے؟ تو عاصم بن ثابت کھڑے ہوئے' کمان اپنے ہاتھ میں پکڑی اور کہا جب دشمن سو ہاتھ کے فاصلے پر ہوگا تو لڑائی تیر اندازی سے ہوگی.......

جب دشمن زیادہ آگے آجائے گا تو لڑائی نیزے کے ساتھ ہوگی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ جائیں گے اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو پھر لڑائی تلوار سے دست بدست ہوگی۔

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

واقعی جنگ اسی طرح لڑنی چاہیئے ...... جو دشمن سے جنگ لڑنا چاہتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ عاصم بن ثابتؓ کی طرح جنگ لڑے۔

غزوہ احد کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہ کرامؓ کو ایک خاص مشن پر روانہ کیا اور ان کا امیر عاصم بن ثابتؓ کو مقرر کیا۔

یہ منتخب صحابہ کرامؓ نبی اکرمؐ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے مشن پر روانہ ہوئے مکہ مکرمہ سے ابھی تھوڑی دور کے فاصلے پر تھے کہ ہزیل کی ایک جماعت کو ان کے بارے میں علم ہوگیا تو وہ سرپٹ ان کی طرف دوڑے اور انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں نکال لیں اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے

آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے بخدا ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے' اگر تم ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا یہ تجویز سن کر صحابہؓ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے

گویا کہ وہ مشورہ کر رہے ہوں کہ اب کیا کریں' حضرت عاصمؓ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا

"میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔"

پھر انہیں سلافہ بنت سعد کی نذر یاد آئی اپنی تلوار سونتی اور یہ دعا کی

"الٰہی ! میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں' از راہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرمانا' اور میرے جسم کا گوشت اور ہڈیاں تیرے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگیں"

یہ دعا کی اور بنو ہذیل پر حملہ کردیا اور ان کے دو ساتھی بھی حملہ آور ہوئے' وہ بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے شہید ہو کر گر گئے' باقی تین ساتھیوں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے' تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے بد عہدی کی اور ہتھیار ڈالنے والوں کو تہہ تیغ کردیا۔

○

پہلے پہل تو قبیلہ بنو ہذیل کو یہ پتا نہیں لگا تھا کہ شہید ہونے والوں میں عاصم بن ثابتؓ بھی ہیں۔ جب انہیں پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے' خاطر خواہ انعام ملنے کے تصور سے وہ خوشی سے جھومنے لگے۔

چونکہ سلافہ بنت سعد نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر وہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کے سر کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو اس میں شراب نوشی کرے گی اور ساتھ ہی اس نے یہ اعلان بھی کیا ہوا تھا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لائے یا مردہ حالت میں بہر دو صورت وہ اس کو منہ مانگی رقم دے گی۔

○

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند گھنٹے بعد قریش کو ان

کی لاش کا علم ہوا بنو ہذیل مکہ کے قریب مقیم تھے۔

زعمائے قریش نے ان کے پاس اپنی طرف سے ایک قاصد بھیجا اور ان سے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سر کا مطالبہ کیا' تاکہ سلافہ بنت سعد کا غصہ ٹھنڈا کرسکیں اور وہ اپنے بیٹوں کے قاتل کے سر کی کھوپڑی میں شراب پی کر اپنے غم کو ہلکا کرسکے۔

قریش نے اپنے قاصد کو وافر مقدار میں مال بھی دیا تھا تاکہ وہ بنو ہذیل کو قیمتی تحائف اور نقد مال دے کر حضرت عاصم بن ثابتؓ کا سر لینے میں کامیاب ہوسکے۔

بنو ہذیل کے چند افراد حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے کیلئے ان کے جسد اطہر کے قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سر اور جسم کے ہر حصے کو بے شمار شہد کی مکھیوں اور بھڑوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

جونہی وہ ان کے جسم کے قریب ہوئے تو مکھیوں اور بھڑوں نے ان پر حملہ کردیا جس سے انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے بہت کوشش کرنے کے بعد جب وہ مایوس ہوگئے اور جسم تک پہنچنے کی صورت نظر نہ آئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے

''چھوڑو' رات آنے دو۔ جب رات کا اندھیرا چھا جائے گا تو بھڑیں جسم سے الگ ہوجائیں گی۔ تب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔''

یہ تجویز سن کر سبھی تھوڑی دور بیٹھ کر انتظار کرنے لگے' تاکہ رات کی تاریکی چھا جائے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں۔

ابھی دن ختم نہیں ہوا تھا اور رات شروع نہیں ہوئی تھی کہ گھنے سیاہ بادل آسمان پر نمودار ہوئے' بادل کڑکا اور فضا میں لرزا طاری ہوگیا۔ ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ عمر رسیدہ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس جیسی بارش کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جلد ہی راستے اور گلیاں ندی نالوں کا منظر پیش کرنے لگے' نشیبی علاقے پانی سے بھر گئے' سیلاب کی مانند چاروں طرف پانی ہی پانی دکھائی دینے لگا۔ رات بھر جو

موسلا دھار بارش ہوتی رہی' یہ لوگ واپس گھروں کو چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو بنو ہذیل حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لینے کے لئے گھروں سے نکلے میدان کا رخ کیا آپ کی لاش کا وہاں نام و نشان نہ تھا سیلاب اسے بہا کر کہیں دور نامعلوم جگہ پر لے گیا۔ بہت تلاش کیا لیکن کہیں سراغ نہ ملا دراصل اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کی دعا قبول کرلی اور ان کے جسم اطہر کی حفاظت کی اور ان کے باعزت سر کو اس ذلت آمیز سلوک سے بچالیا کہ ان کی کھوپڑی میں شراب جیسی قبیح اور حرام چیز ڈال کر پی جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مشرکوں کو مومن پر غالب نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی اسی طرح حفاظت کیا کرتا ہے۔ کافر دشمن مخلص مومن کے خلاف کوئی تدبیر کرتا ہے لیکن اللہ کی تدبیر اس پر غالب آجاتی ہے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

حضرت
زید
بن حارثہ
رضی اللہ عنہ

بخدا! زید بن حارثہؓ منصب امارت کے لائق تھا اور مجھے تمام لوگوں
سے زیادہ پیارا تھا۔ (فرمان نبوی ﷺ)

سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنی قوم سے ملاقات کیلئے اپنے بیٹے زید بن حارثہؓ کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ وہ اپنی برادری کے ایک گھر میں ابھی فروکش ہوئی ہی تھی کہ بنو قیس کے ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کردی' ان کا تمام مال اپنے قبضے میں لے لیا' مویشی ہانک کر لے گئے اور بچوں کو قید کرلیا' ان قیدیوں میں زید بن حارثہؓ بھی تھے' اس وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی' وہ انہیں فروخت کیلئے عکاظ منڈی میں لے گئے ایک دولت مند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم میں اسے خرید لیا' اس کے علاوہ اس نے اور بھی غلام خریدے اور ان سب کو اپنے ہمراہ مکہ مکرمہ لے آیا' جب اس سردار کی آمد کا حضرت خدیجہ بنت خویلد کو پتہ چلا تو وہ اسے خوش آمدید کہنے کیلئے اس کے گھر تشریف لے گئیں' کیونکہ رشتے میں یہ اسکی پھوپھی تھیں۔ حکیم بن حزام نے کہا۔

> "پھوپھی جان میں عکاظ منڈی سے کافی تعداد میں غلام خرید کر لایا ہوں' ان میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو' اسے میں آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرکے خوشی محسوس کروں گا۔"

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے تمام غلاموں کو دیکھا اور ان میں سے زید بن حارثہؓ کا انتخاب کیا کیونکہ ذہانت اور شرافت اس کے چہرے سے ٹپکتی تھی۔

تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ شمس الضحیٰ' بدر الدجی' خیر الوریٰ' پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں

اس موقع پر آپ کی خدمت اقدس میں حضرت خدیجہؓ نے تحفہ پیش کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں زید بن حارثہؓ سے بہتر کوئی چیز نظر نہ آئی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں زیدؓ کو بطور تحفہ پیش کر دیا۔

اس طرح یہ خوش نصیب غلام آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع اخلاق سے فیض یاب ہونے لگا۔

اس کی غمزدہ ماں کو پل بھر کیلئے چین نہ آ رہا تھا' وہ اس کی گمشدگی کے غم میں رو رو کر بے حال ہو چکی تھی' کبھی آنسو خشک نہ ہوتے' اپنے لاڈلے بیٹے کی محبت کا شعلہ جوالہ دل پر مسلسل دھکتا رہتا۔ غم و اندوہ کے ایسے مہیب بادل چھائے کہ چھٹنے کا نام نہ لیتے۔ ہر وقت اس سوچ میں غلطاں و پریشان رہتی' کیا میرا لخت جگر زندہ ہے کہ اس کی آمد کا انتظار کروں یا فوت ہو چکا ہے کہ نا امید ہو جاؤں۔

باپ نے اپنے لخت جگر کی تلاش میں ملک کا کونہ کونہ چھان مارا اور کہنے لگا میرے نور چشم کو زمین نگل گئی یا آسمان اچک کر لے گیا؟

بعض اوقات غم و اندوہ میں مبتلا ایسے دلدوز انداز میں شعر کہنے لگتا کہ سننے والوں کا جگر چھلنی ہو جائے' بطور مثال چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

- میں اپنے لخت جگر کی گمشدگی پر آنسو بہاتا ہوں' مجھے علم نہیں کہ اس پر کیا گزری' کیا وہ زندہ ہے کہ اسکی آمد کا انتظار کروں؟ یا موت کے بے رحم پنجے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا؟
- بخدا! میں نہیں جانتا میرے بیٹے تجھے کیا ہوا؟ میں تو ہر راہی سے پوچھتا ہوں تجھے نرم زمین نے اپنے دامن میں چھپا لیا یا بلند و بالا پہاڑ نے؟
- آفتاب اپنے طلوع کے وقت بیٹے کی یاد دلاتا ہے اور غروب کے وقت پھر اس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔
- میں روئے زمین پر تیری تلاش میں اونٹ پر سوار سرگرداں پھر

رہا ہوں اور میں اسی سرگردانی سے نہیں اکتاؤں گی۔

○ بیٹے زندگی بھر تیری تلاش جاری رکھوں گا' یہاں تک کہ مجھے موت آجائے' بالآخر ہر شخص کو فنا ہونا ہے اگرچہ امیدیں اسے دھوکے میں مبتلا رکھیں۔

ایک سال حج کے موقع پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے چند افراد مکہ مکرمہ میں آئے وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' کہ اچانک ان کی نظر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر پڑی' انہوں نے اسے پہچان لیا اور زید رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں پہچان لیا۔ آپس میں ایک دوسرے کے حالات معلوم کیے' جب وہ حج سے فارغ ہوئے اور اپنے وطن واپس لوٹے تو ان کے باپ حارثہ کو اطلاع دی کہ تیرا بیٹا زندہ سلامت ہے اور وہ اس وقت مکہ میں ہے ہم نے بچشم خود اسے دیکھا ہے' اس سے باتیں کیں اور اس کے حالات معلوم کئے ہیں۔

○

خوشی کی یہ خبر سن کر حارثہ نے فوراً اپنی سواری تیار کی' کچھ نقدی بھی اپنے ساتھ لے لی' تاکہ بطور فدیہ ادا کر سکے اور اپنے بھائی کعب کو ہم سفر بنایا' دونوں تیز رفتاری کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے' وہاں پہنچتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی' آپ بیت اللہ کے ہمسایہ ہیں' مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں' بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں' بے کسوں کی فریاد سنتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت اقدس میں اپنے بیٹے کیلئے حاضر ہوئے ہیں' ہم نور چشم کو حاصل کرنے کی غرض سے بہت سا مال بھی لائے ہیں۔ خدارا ہم پر کرم کیجئے آپ اس کی جو قیمت لینا چاہیں' ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا:

کون ہے تمہارا جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو؟

عرض کی آپ کا غلام زید بن حارثہؓ۔
آپ نے فرمایا
کیا میں تمہیں ایک ایسی تجویز دوں جو فدیہ سے کہیں بہتر ہو؟
دونوں نے تعجب سے پوچھا وہ کیا؟
آپ نے فرمایا:
میں اسے تمہارے سامنے لاتا ہوں' اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو اسے اختیار ہے' بڑی خوشی سے لے جائیں' میں اس کے بدلے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ لیکن اگر اس نے میرے پاس رہنے کو ترجیح دی' تو پھر میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔
یہ تجویز سن کر دونوں خوشی سے بولے: آپ نے خدا لگتی کہی ہے۔ آپ نے عدل و انصاف کا حق ادا کردیا ہے' ہمیں آپ کی تجویز منظور ہے۔
رسول اللہؐ نے حضرت زیدؓ کو بلایا اور دریافت کیا:
یہ دونوں کون ہیں؟
عرض کی یہ میرا باپ حارثہ بن شرحبیل ہے' اور یہ میرا چچا کعب ہے آپؐ نے فرمایا
میری طرف سے تمہیں اختیار ہے ان کے ساتھ چلے جاؤ یا میرے پاس رہو
حضرت زید بن حارثہؓ نے یہ فرمان سنتے ہی بغیر کسی تردد کے عرض کی
حضور میں تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔
باپ نے بیٹے کے منہ سے یہ کلمات سنے تو کہا
زید! بڑے افسوس کی بات ہے' کیا تو اپنے ماں باپ پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے۔
زید نے کہا!
ابا جان! میں نے یہاں حضورؐ کے جن اوصاف حمیدہ کا مشاہدہ کیا ہے اور جس طرح آپ مشفقانہ انداز میں میرے ساتھ پیش آتے ہیں' میں ان سے بہت زیادہ

متاثر ہوا ہوں لہٰذا میں انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

○

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کا یہ انداز دیکھا اور اسکی طرف سے والہانہ محبت کے مظاہرے کا مشاہدہ کیا تو آپ بہت خوش ہوئے' جلدی سے اٹھے' اس کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے بیت اللہ تشریف لے گئے' سرداران قریش کے سامنے با آواز بلند ارشاد فرمایا

"اے خاندان قریش! گواہ رہنا' یہ میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں"

یہ اعلان سن کر حضرت زیدؓ کے چچا اور باپ حیران ہوئے اور خوش بھی' بہرحال یہ خوش آئند اعلان سن کر شاداں و فرحاں اپنے گھر روانہ ہوئے اس دن سے زید بن حارثہؓ زید بن محمدؐ کے نام سے پکارے جانے لگے' آنحضرتؐ کے اعلان نبوت کے بعد حضرت زیدؓ کو زید بن محمدؐ کے نام سے پکارا جاتا رہا' یہاں تک کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔ **ادعوھم لا باءھم** اس حکم خداوندی کے نزول کے بعد آپ کو زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

 ○

حضرت زید بن حارثہؓ نے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دی تھی' اس وقت انہیں یہ علم نہ تھا کہ انہوں نے کون سی غنیمت حاصل کی ہے۔ وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آنحضرتؐ بلند مرتبہ پر فائز ہونے والے ہیں۔ یا آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جائے گا اور آپ کو پوری دنیا کی راہنمائی کیلئے رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔ انہیں یہ کبھی خیال تک نہ تھا کہ ایک دن ایسا آنے

والا ہے جس میں آسمانی حکومت روئے زمین پر قائم ہوگی' اور خطہ ارض کو عدل و انصاف اور امن و سکون کا گہوارہ بنا دے گی اور انہیں اس عظیم سلطنت کے عالیشان محل کی پہلی اینٹ بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے' وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل و شرف والا ہے۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دینے کے واقعہ کو ابھی چند ہی سال گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو توحید خالص اور دین حق کا پیغام دینے کیلئے رسالت کے عظیم منصب پر فائز کردیا' زید بن حارثہؓ وہ خوش نصیب انسان ہیں جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی شرف انسانی ہوسکتا ہے جس کے حصول کیلئے بڑھ چڑھ کر کوشش کی جائے۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو رازدان رسولؐ اور سپہ سالار لشکر اسلام بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور مدینہ منورہ میں حضورؐ کی نیابت کا عظیم شرف بھی ان کے حصے میں آیا' جبکہ آپؐ ایک غزوہ میں شرکت کیلئے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔

○

جس طرح حضرت زید بن حارثہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت کا مظاہرہ کیا اسی طرح آپ بھی ان سے شفقت بھرے انداز سے پیش آئے اور انہیں اپنے خاندان کا ایک فرد بنالیا' جب کسی مشن کیلئے حضرت زیدؓ روانہ ہوتے تو آپ ان کیلئے دعا کرتے' جب اس مشن سے واپس لوٹتے تو آپ دلی مسرت کا اظہار کرتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زیدؓ کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے' زید بن حارثہؓ ایک سفر سے واپس مدینہ منورہ آئے'

رسول اکرمؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی' آپ جلدی سے دروازہ کھولنے کیلئے اٹھے' دروازہ کھولا تو سامنے زید بن حارثہؓ کو کھڑے پایا' آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی انہیں گلے لگایا' ماتھا چوما' بخدا! میں نے پوری زندگی اس طرح کسی صحابی کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔" اسی لئے حضرت زید بن حارثہؓ مسلمانوں میں حبیب رسول خدا کے نام سے معروف تھے اور صحابہؓ نے حضرت زیدؓ کے بیٹے کو فرزند حبیب خدا کا نام دے رکھا تھا۔

○

۸ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک جاں نثار اور اولاد کی طرح پیارے صحابی کی جدائی میں مبتلا کر دے۔

ہوا یہ کہ آنحضرتؐ نے حارث بن عمیرؓ کو ایک خط دے کر شاہ بصریٰ کی طرف روانہ کیا' تاکہ اسے اسلام کی طرف دعوت دی جائے' جب حضرت حارثؓ یہ خط لے کر اردن کی مشرقی جانب مقام "موتہ" پہنچے تو وہاں امیر غسانہ شرحبیل بن عمرو آپ کے سامنے آیا' اور انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ اندوہناک خبر سن کر حضورؐ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا' تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر جنگ موتہ کیلئے روانہ کیا اور اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر کیا' ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ کو لشکر کی قیادت سونپ دی جائے اور اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہؓ کو قائد لشکر بنا دیا جائے اور اگر اسے بھی شہید کر دیا جائے تو پھر مجاہدین اسلام اپنے میں سے جسے بہتر سمجھیں اپنا قائد بنا لیں۔

○

لشکر اسلام اللہ کا نام لے کر روانہ ہوا' اردن کی مشرقی جانب "معان" کے

مقام پر پہنچا تو شاہ روم ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے میں اترا اور اس کے ساتھ مشرکین عرب میں سے ایک لاکھ افراد شامل ہو گئے اور یہ لشکر خم ٹھونک کر مسلمانوں کے مقابل آکھڑا ہوا۔

○

مسلمان "معان" کے مقام پر دو راتیں آپس میں مسلسل مشورے اور جنگی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کرتے رہے' ایک مجاہد نے رائے دی کہ ہمیں دشمن کی تعداد کے متعلق رسول اکرمؐ کو بذریعہ خط اطلاع دینی چاہئے اور آپؐ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔

دوسرے نے کہا:

خدا کی قسم نہ تو ہم تعداد کے بل بوتے پر لڑتے ہیں اور نہ ہی قوت کی بنیاد پر۔

ہم تو صرف اس دین متین کی حفاظت کیلئے بر سرپیکار ہیں۔

میرے ساتھیو! جو مقصد لے کر میدان جہاد کی طرف روانہ ہوئے ہو ہمیشہ اسے پیش نظر رکھو' اللہ تعالیٰ نے دو انعامات میں سے ایک کی تمہیں ضمانت دی ہے۔

یا فتح نصیب ہوگی .... یا پھر جام شہادت نوش کرو گے۔

○

مقام "موتہ" پر دونوں فوجیں بالمقابل آئیں' لشکر اسلام صرف تین ہزار افراد پر مشتمل تھا' لیکن دشمن کی فوج دو لاکھ افراد پر مشتمل تھی اس جنگ میں مسلمان ایسی بے جگری سے لڑے کہ رومی فوج کے چھکے چھڑا دیئے' دشمنوں کے دلوں پر لشکر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ جھنڈے کی حفاظت کیلئے سپہ سالار

حضرت زید بن حارثہؓ نے ایسی جوانمردی کے ساتھ جنگ لڑی کہ جنگی کارناموں کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی' بالآخر دشمن کے نیزوں نے آپ کے جسم کو چھلنی کردیا اور آپ شہید ہوگئے' ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے تھام لیا' اور اسکی حفاظت کیلئے بڑی جانفشانی سے دشمن کے مقابلے میں نبرد آزما رہے' یہاں تک جام شہادت نوش کیا' ان کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور ایسی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا کر دیکھنے والے ششدر رہ گئے۔ لیکن بالآخر لڑتے لڑتے اللہ کو پیارے ہوگئے' ان کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار منتخب کیا گیا' ابھی آپ نئے نئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے لیکن آپ نے اپنے تجربات کی بناء پر ایسی جنگی تدبیر اختیار کی کہ لشکر اسلام کو ہزیمت سے بچالیا۔

○

جب جنگ ''موتہ'' کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور لشکر اسلام کے تین سپہ سالاروں کی شہادت کا علم ہوا تو آپ اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی آپؐ کو اسطرح حالت غم میں نہیں دیکھا گیا اور آپ خبر سنتے ہی فوری طور پر تعزیت کیلئے ان کے اہل خانہ کے پاس گئے۔

جب آپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو ان کی چھوٹی بیٹی آپؐ سے چمٹ کر زار و قطار رونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہوگئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی رو رہے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک حبیب کا اپنے حبیب کے غم میں رونا ہے۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی
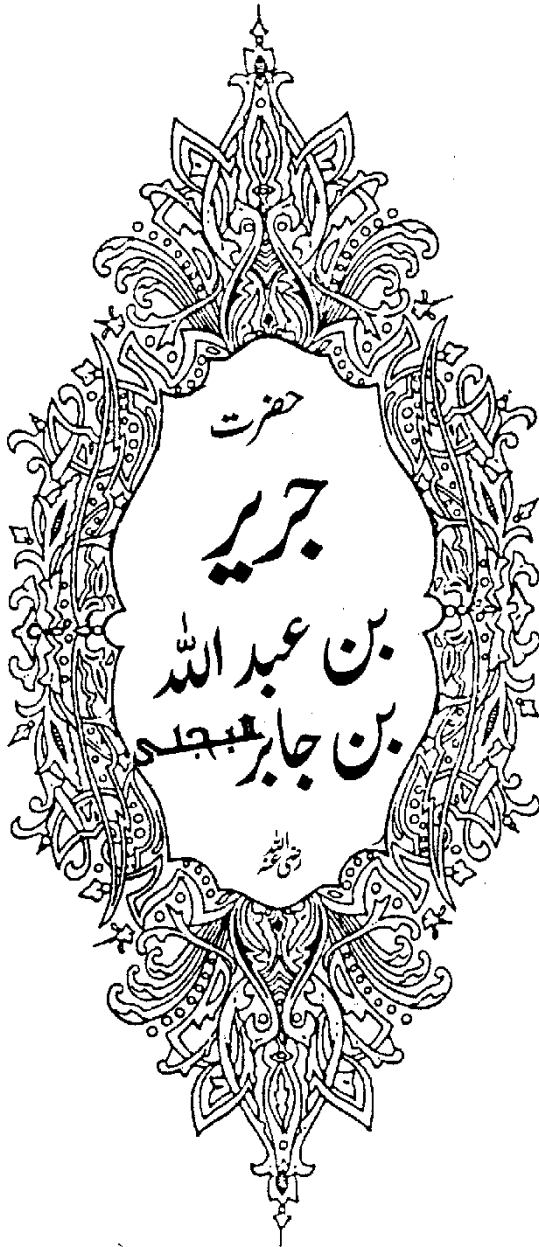
حضرت
جریر
بن عبد اللہ
بن جابر البجلی
رضی اللہ عنہ

الٰہی! جریر بن عبداللہ کو گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھنے کی صلاحیت عطا کر اور اسے ہدایت یافتہ راہنما بنا۔ (دعائے رسول ﷺ)

یمن کے شاہی خاندان کا نامور و سجیلا جوان' قبیلہ **بجیلہ** کا ہردلعزیز سردار' دراز قد' حسین و جمیل چہرہ' دلکش خدوخال' خوش لباس و خوش اخلاق' خوش اطوار و خوش گفتار' شیریں کلام و فصیح البیان' اتنی بے شمار خوبیوں کو دیکھتے ہوئے امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے یوسف ثانی کا لقب دیا۔

خیرالوریٰ' شمس الضحیٰ' بدرالدجیٰ' نورالھدیٰ پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے دلکش انداز میں اس کا تذکرہ کیا کہ ہرسننے والا رشک بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے کے لئے مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔

مسند امام احمد میں ان کے مشرف باسلام ہونے کا قصہ انکی اپنی زبانی یوں بیان کیا گیا ہے

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۱۰ ہجری رمضان المبارک بروز جمعہ اسلام کی نعمت سے اپنی جھولی بھرنے مدینہ منورہ پہنچے تو میرے ساتھ میرے قبیلے کے خوش لباس و خوش اطوار بہت سے لوگ تھے۔ ہم مدینے میں داخل ہوئے' مسجد نبوی کے قریب اپنی سواریاں درختوں کے ساتھ باندھ دیں' اس وقت مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ ہو رہا تھا' خیرالوریٰ' شمس الضحیٰ' بدرالدجیٰ' نورالھدیٰ پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرما رہے

تھے ہم باادب انداز میں پچھلی صفوں میں بیٹھ گئے' حاضرین ہمیں ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگے' ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ابھی ابھی خطاب کے دوران شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی دلاویز انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میرے جاں نثار ساتھیو! ابھی تھوڑی دیر بعد یمن کا شہزادہ آپ کے پاس آئے گا اس کے چہرے پر شاہانہ رعب و دبدبہ کی دلکش علامت نمایاں طور پر چمکتی ہوئی دکھائی دے گی"

اپنے متعلق سرور عالم کی زبان مبارک سے بیان کردہ تاثرات سن کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

بلاشبہ سید المرسلین' شفیع المذنبین' خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میرے لئے بڑے ہی اعزاز و اکرام کا باعث تھے میرا دل مسرت و شادمانی کے نغمے الاپنے لگا' میرا چہرہ فرحت و انبساط سے گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا' میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے اندر خوشگوار اطمینان کی لہر محسوس کی نماز جمعہ سے فارغ ہوکر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہم حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری سج دھج دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور میرے لئے اپنی چادر بچھاتے ہوئے اس پر بیٹھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا

"جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی بھی قابل احترام شخص آئے تو تم اس کے ساتھ عزت و اکرام سے پیش آیا کرو"

جب میں اور میرے ساتھی اطمینان سے بیٹھ گئے تو آپ نے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا

کیسے آنا ہوا؟

ہم نے اپنی جھکی ہوئی نگاہوں سے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لئے آپ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔
زہے نصیب اگر یہ نعمت ہمیں میسر آجائے تو ہمارے بھاگ جاگ اٹھیں ہماری قسمت کو چار چاند لگ جائیں۔"
ہماری یہ التجا سن کر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتا اٹھا۔
آپ نے بڑی محبت سے ارشاد فرمایا:
"آؤ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرلو اور دل و جان سے یہ اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بھی اقرار کرو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا سچا رسول ہوں' اس کے علاوہ فرض نمازوں کی ادائیگی' باقاعدہ کرنا ہوگی۔ زکوۃ کی ادائیگی لازما" کرنا ہوگی رمضان کے روزے رکھنا ہونگے اور بشرط استطاعت بیت اللہ کا حج کرنا ہوگا۔
ہر مسلمان سے خیر خواہی اور ہمدردی سے پیش آنا ہوگا یاد رکھو جو کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔
جو بھی تمہارا امیر یا سربراہ مقرر کردیا جائے' اس کے ساتھ تعاون کرنا' اس کی اطاعت کو لازم پکڑنا خواہ وہ کسی کمزور قوم کا فرد ہی کیوں نہ ہو"
حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یمنی وفد کے سربراہ تھے انہوں نے اپنے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم صدق دل سے ان تمام باتوں کا اقرار کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور آپ کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے اسلام کی نعمت عظمیٰ حاصل کرنے کی سعادت اپنے دامن میں سمیٹ لی۔ اس طرح پورا وفد حلقہ بگوش اسلام ہو کر انسانیت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوگیا۔

○

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

نے جو پہلا بڑا کارنامہ سرانجام دیا وہ **ذوالخلصہ** نامی **بت کدہ** کو زمین بوس کرنے کا تھا۔ یہ یمنی باشندوں کے نزدیک بڑا مقدس مقام تھا لوگ یہاں اپنی مرادیں پوری کرانے کے لئے حاضری دیا کرتے تھے' بلکہ یہ جگہ یمنی کعبہ کے نام سے مشہور و معروف تھی' لوگ دور دراز سے اس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے اس میں نصب کئے گئے بتوں کی پوجا ان کے مذہبی فرائض میں شامل تھی۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے جریر کیا تم یمن کے سب سے بڑے **بت کدہ** کو گرا کر مجھے خوش نہیں کرو گے؟

آپ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے آپ کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں اور عنقریب آپ اس سلسلے میں خوشی کی خبر سنیں گے' لیکن میری ایک التجا ہے میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا یہ ایک ایسی کمزوری ہے کہ مجھے اکثر سواری کے دوران خفت اٹھانا پڑتی ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری یہ کمزوری دور کر دے۔

آپ نے ان کے حق میں یہ دعا کی:

"الٰہی جریر بن عبداللہ کو گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھنے کی صلاحیت عطا کر اور اسے ہدایت یافتہ راہنما بنا"

سرور عالم' نیر اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دعائیہ کلمات نے حضرت جریر رضی اللہ کی قسمت جگا دی۔ اس کے بعد زندگی بھر گھوڑے پر جم کر سواری کی اور ایک تجربہ کار شہسوار کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوئے۔

دربار رسالت سے دعاؤں اور نیک تمناؤں کا سہارا لے کر ایک سو پچاس افراد

پر مشتمل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے' یمن کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچتے ہی یمن کے بت کدہ پر حملہ آور ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنانے کے لئے ابوارطاۃ کو مدینہ منورہ روانہ کیا انہوں نے وہاں پہنچ کر جب بت کدہ یمن کے زمین بوس ہونے کی خبر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو مسرت سے آپ کا چہرہ کھل اٹھا اور آپ نے پورے لشکر کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔

ابھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ یمن ہی میں تھے کہ ہادی برحق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ المناک خبر سن کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا' کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ دل آپ کے فراق سے اداس ہو گیا' ابھی تو جی چاہتا تھا کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا جائے' لیکن یہ دل کی حسرت آنسوؤں میں بہنے لگی۔

مدینہ منورہ تشریف لائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ مطالبہ کیا کہ مجھے قبیلہ بجیلہ کا قائد تسلیم کرتے ہوئے میدان جہاد میں نمایاں خدمات سرانجام دینے کا موقع دیا جائے چونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعدد فتنوں کی سرکوبی میں مصروف تھے اس لئے ان کے مطالبے کو کوئی خاص اہمیت نہ دی جاسکی۔ یہ خاموش ہو کر واپس یمن کی طرف پلٹ گئے اور یہ صدیقی دور خاموشی سے وہیں گزار دیا۔ عہد صدیقی میں بپا ہونے والے جملہ معرکوں میں سے کسی میں بھی قابل ذکر معرکے میں کوئی حصہ نہ لے سکے یہ پورا ہنگامہ خیز دور مکمل سکوت کی کیفیت میں گزرا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عراق میں لڑی جانے والی

مشہور و معروف جنگ حیرة میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے عراق میں نبرد آزما مجاہدین کی امداد کے لئے عرب قبائل کو جمع کیا اور ہر قبیلے کے سردار کو اس قبیلے کا جرنیل نامزد کر کے عراق کی طرف روانگی کا حکم دیا' اس طرح قبیلہ **بجیلہ** کا سردار جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیتا ہوا عراق پہنچا راستے میں اسلامی لشکر کے عظیم جرنیل حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ اس وقت ایرانی فوج کے خلاف برسرپیکار تھے مقام حیرة میں لشکر اسلام اور ایرانی فوج کا مقابلہ ہوا اس معرکے میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ میمنہ یعنی دائیں ونگ کے ذمہ دار مقرر ہوئے لشکر اسلام نے ہر طرف سے ایرانی فوج پر حملہ کر دیا۔ ایرانی فوج نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا دشمن فوج کی جانب سے بعض خطرناک جنگی چالوں کی وجہ سے لشکر اسلام کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مجاہدین منتشر ہو کر مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے۔ جس سے کمزوری کے آثار نمایاں طور پر دیکھائی دینے لگے۔ تو حضرت مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام میں از سر نو جرات پیدا کرنے کے لئے دشمن کو للکارا انکی گرجدار آواز پر تمام مجاہدین چوکس ہو گئے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قبیلے کو دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا' ان دونوں جرنیلوں کی تلقین سے تمام مجاہدین ہتھیلی پر جان رکھ کر آگے بڑھے اور ایرانی فوج پر زور دار حملہ کیا جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا ایرانی فوج کا مشہور جرنیل مہران مارا گیا جس سے ایرانی فوج ہمت ہار بیٹھی اور اس نے چشم زدن میں میدان خالی کر دیا اس طرح لشکر اسلام کو اس معرکے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی لشکر اسلام کے عظیم جرنیل قبیلہ **بجیلہ** کے سردار حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ نے اس معرکے میں ایسا جنگی کردار ادا کیا جس سے دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور مجاہدین ان کی جرات' شجاعت اور شمشیر زنی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

جنگ قادسیہ میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسلامی لشکر کے عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے گرد و نواح کے تمام سرداروں' وڈیروں اور جاگیرداروں کو اپنے زیر اثر کرلیا اسلامی لشکر کو منظم کیا اور ایران کے دارالحکومت مدائن کی طرف پیش قدمی کی' راستے میں دریائے دجلہ حائل تھا' ایرانی فوج نے خطرناک صورت حال کو بھانپتے ہوئے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا تاکہ اسلامی لشکر مدائن میں آسانی کے ساتھ داخل نہ ہوسکے' عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں اتار دیا آپ کی قیادت میں دوسرے مجاہدین نے بھی اپنے گھوڑے دریائے دجلہ کے گہرے پانی میں اتار دیئے تمام مجاہدین آپس میں گفتگو کرتے ہوئے' اس طرح آگے بڑھ رہے تھے جیسے خشک میدان میں چلے جا رہے ہوں ایرانی یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے انکے وہم و گمان میں ہی نہیں تھا کہ پل کے ٹوٹ جانے کے بعد اسلامی لشکر یہ متبادل راستہ اختیار کرتے ہوئے گہرے پانی میں بھی اپنے گھوڑوں کو بے خطر دوڑا سکتا ہے اس ایمان افروز واقعہ کو شاعر مشرق علامہ اقبال نے ان الفاظ میں بیان کیا

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جب اسلامی لشکر کے شہسوار دریا عبور کرتے ہوئے کنارے کے قریب پہنچے تو ایرانی خوف زدہ ہو کر یہ کہتے ہوئے سرپٹ دوڑنے لگے۔

بھاگو دیو آگئے' بھاگو جن آگئے' اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے مدائن پر قبضہ ہوگیا۔ شاہ ایران یزدگرد اپنے خاندان سمیت وہاں سے بھاگ گیا اس مرکزی شہر سے مال و دولت کے بے شمار ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ لگے' اس کے بعد یکے بعد دیگرے جلولاء خوزستان' نہاوند' ہمدان' رے' طبرستان' آذربائیجان' آرمینیہ' فارس' کرمان'

سیستان اور دمشق کو فتح کیا گیا۔

شاہ ایران یزد گرد خوف زدہ ہو کر سر پر پاؤں رکھ کر یوں بھاگا کہ وہ تاریخ میں ایک مضحکہ خیز کردار بن کر رہ گیا۔

○

دمشق فتح کر لینے کے بعد اردن اور حمص پر اسلامی جھنڈا لہرانے لگا' ان تمام علاقوں کو فتح کرتا ہوا لشکر اسلام دریائے یرموک کے کنارے جا پہنچا ہر طرف سے مسلمانوں کے فوجی دستے ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق یہاں جمع ہو چکے تھے رومی افواج کو جب پتہ چلا تو وہ چوکس ہو گئیں اور مقابلے کے لئے خم ٹھونک کر دریائے یرموک کے کنارے خیمہ زن ہو گئیں یہ جگہ ان کی دانست کے مطابق جنگی نقطہ نظر کے لحاظ سے محفوظ ترین تھی کیونکہ اس کے ایک طرف پہاڑ اور دوسری جانب دریائے یرموک تھا عیسائی فوج کی کل تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی اسلامی لشکر نے بھی رومیوں کے سامنے مورچہ جمالیا رومی فوج گھیرے میں آچکی تھی ایک جانب دریا تھا پشت پر پہاڑ اور سامنے اسلامی فوج شکست کی صورت میں بھاگ نکلنے کا کوئی بھی راستہ باقی نہ رہا اور جن امور کے پیش نظر انہوں نے اس مقام کو منتخب کیا وہی انکے لئے مصیبت کا سبب بن گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یرموک پہنچتے ہی اسلامی لشکر کے چار عظیم جرنیلوں سے رابطہ قائم کیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ' حضرت عمرو بن عاصؓ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اور حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے کہا

ہمیں اپنے دوستوں کے ساتھ الگ الگ لڑنے کی بجائے ایک امیر کے ماتحت جنگ لڑنی چاہئے کیونکہ رومی بھرپور حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے ہماری ساری فوج بھی ایک ہی سردار کے زیر کمان آجائے سب نے اس تجویز کو سراہا' اور اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی

اللہ عنہ کو سپہ سالار اعلیٰ تسلیم کیا۔

تاریخ عالم کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کیا ۱۸ دستے لشکر کے درمیان میں رکھے ان کا قائد حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا دس دستے دائیں جانب حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دیئے اور دس یزید بن ابی سفیان کے ماتحت کر دیئے رومیوں نے بھی مسلمانوں کے مقابلے میں بڑے منظم طریق سے صف آرائی کی مگر مسلمان تیر اندازوں کے سامنے عیسائی سوار دستے نہ ٹھہر سکے اور میدان چھوڑ کر چل پڑے اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ چونکہ پشت پر پہاڑ تھا اور ایک جانب دریا اور دوسری جانب اسلامی لشکر اس لئے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا بہت سے رومی مارے گئے اور ایک لاکھ رومی فوجی دریا کی نذر ہو گئے۔

شام کی فتح میں معرکہ یرموک کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اس فیصلہ کن معرکہ کے بعد رومیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انکی فوج کسی مقام پر بھی جم نہ سکی شام کے حکمران ہرقل پر اس خوف ناک بربادی اور فیصلہ کن شکست نے اتنا گہرا اثر کیا کہ اس نے سرزمین شام کو یہ کہتے ہوئے کہ "اے ارض شام! تجھ پر سلام کہ تو دشمن کے لئے کیسی اچھی سرزمین ہے" ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور مستقل طور پر روم چلا گیا۔ چند ہی ماہ بعد پورا ملک شام مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

جنگ یرموک میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہمت و جرات کی داستان رقم کرتے ہوئے تاریخ اسلام میں اپنا نام سنہری حروف سے درج کرانے کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں اپنے قبیلے **بجیلہ** کی ایسے ماہرانہ انداز میں قیادت کی جس سے انکی قائدانہ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں۔ یہ شاہی خاندان کا ناز و نعم میں پلا ہوا سجیلا جوان میدان جہاد کا ایک منجھا ہوا جرنیل ثابت ہوا۔

جنگ یرموک کی کامیابی میں حضرت جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کے ماہرانہ جنگی مشوروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کی جنگی اور انتظامی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے دربار خلافت کی جانب سے انہیں اہم مناصب پر فائز کیا گیا۔

عہد عثمانی میں یہ ہمدان کے گورنر مقرر ہوئے اور متعدد جنگوں میں انہیں اہم ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ جلولاء کو فوجی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت حاصل تھی جب لشکر اسلام نے اسے فتح کرلیا' تو اس کی حفاظت اور انتظام و انصرام کے لئے حضرت جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا اور ان کی معاونت کے لئے چار ہزار مجاہدین انکی کمان میں دئے گئے اس کے پاس ہی دوسرا بڑا مرکزی مقام حلوان تھا' اسلامی لشکر کے جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تین ہزار مجاہدین حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ حلوان شہر کو اسلامی حکومت کا حصہ بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سات ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے حلوان کی طرف روانہ ہوئے دشمن پر لشکر اسلام کا ایسا رعب و دبدبہ طاری ہوا کہ وہ شہر خالی کرکے بھاگ گئے۔ بغیر کسی مزاحمت کے اس شہر پر لشکر اسلام کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری' حضرت نعمان بن مقرن اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی مشترکہ کوششوں سے ایران کے مرکزی اور مشہور مقامات اہواز اور تستر پر قبضہ کیا گیا۔

تستر جب مکمل طور پر مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا تو شاہ ایران یزد گرد نے مشہور جرنیل مردان شاہ کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا اور ایک بھاری لشکر اس کی کمان میں دیا گیا۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع پہنچی کہ ایرانی بڑی بھرپور تیاری کے ساتھ لشکر اسلام کے مقابلے میں جمع ہوچکے ہیں۔ آپ بڑے فکر مند ہوئے سوچ و بچار کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھا کر

لشکر اسلام کی قیادت کا فریضہ سر انجام دینے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے
لیکن حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بروقت مداخلت کی وجہ سے
آپ نے اپنا ارادہ ترک کرتے ہوئے تجربہ کار جرنیل حضرت نعمان بن مقرن رضی
اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار نامزد کرکے سوئے منزل روانہ کردیا یہ مقابلہ چونکہ
بہت سخت تھا اس لئے ان کی معاونت کے لئے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ
عنہ کو حکم دیا۔ ان دونوں جرنیلوں کی مشترکہ کوششوں سے اس معرکے میں اللہ
سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت جریر بن
عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمدان کے گورنر نامزد کئے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت جریر
بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مذاکرات کرنے
اور انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے آمادہ کرنے کی خاطر
دارالخلافۃ کا نمائندہ بناکر دمشق بھیجا گیا۔ لیکن یہ مذاکرات چنداں نتیجہ خیز ثابت نہ
ہوسکے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے کے بعد
سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے انکار کردیا تھا
جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے دمشق کی صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا
کہ وہ بیعت کرنے سے انکاری ہیں اور انکے پاس دفاعی انتظامات کا تذکرہ بھی کیا جس
پر بعض احباب نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا یہ صورت حال دیکھتے ہوئے حضرت جریر
رضی اللہ عنہ کبیدہ خاطر ہوکر اپنے اہل و عیال کو لے کر کوفہ روانہ ہوگئے کوفہ کے
قریب قرقیسیا مقام پر بقیہ زندگی نہایت خاموشی سے گزار دی' جنگ جمل اور جنگ
صفین سے کنارہ کش رہے۔

۵۴ ہجری کو اپنی اقامت گاہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور راضی خوشی جنت
الفردوس کو سدھار گئے۔ ان سے سو احادیث مروی ہیں جن میں سے آٹھ متفق علیہ

ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ باطنی اور ظاہری طور پر حسن و جمال کا پیکر تھے' جب بالوں میں سفیدی اتر آئی تو مہندی لگانے لگے جس سے انکے حسن و جمال میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

جو بھی انکی طرف دیکھتا وہ رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ جاتا۔

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی

حضرت
جعفر
رضی اللہ عنہ
بن ابی طالب

شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ کو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے اللہ تعالیٰ نے دو پر عطا کر دیئے۔ ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہیں پرواز کر کے چلے جاتے ہیں۔ (جبرئیل علیہ السلام)

سید المومنین، شفیع المذنبین، خاتم الانبیاء، خیر الوریٰ، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الھدیٰ پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا برادر حقیقی لیکن عمر میں ان سے دس سال بڑا، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کے کام آنے والا ہمدرد، فیاض اور سخاوت کا خوگر، عالی مقام مومن، حبشہ اور مدینہ کی جانب ہجرت کا اعزاز حاصل کرنے والا قسمت کا دھنی میدان جہاد میں اپنے دونوں بازو کٹوانے کے بدلے دو پروں کے سہارے فرشتوں کے ساتھ جنت میں محو پرواز ہونے والا عظیم المرتبت مجاہد

پرسوز اور دل آویز انداز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا خوش الحان قاری، فصاحت و بلاغت کے موتی پرونے والا کامیاب خطیب جس کی جرات، بے باکی اور حاضر جوابی کے سامنے عمرو بن عاص جیسا مشہور و معروف سیاستدان ورطہ حیرت میں پڑ گیا۔

جسے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرت و صورت میں اپنی مشابہت کا مژدہ جانفزا سنایا۔

جسے لسان رسالت میں ذوالجناح، طیار اور ابوالمساکین جیسے دلفریب القابات

سے نوازا گیا سرور عالم' نیر اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی پیشانی کو چوم کر اسے رفعت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

جس کی شہادت کی خبر سن کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو ٹپکے' دل غمگین ہوا' تو جبریل علیہ السلام نے حبیب کبریا علیہ السلام کو آکر اطلاع دی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کر دیئے ہیں جن سے وہ ملائیکہ کے ساتھ جنت میں جہاں چاہیں پرواز کر کے پہنچ جاتے ہیں۔

حبشہ کی جانب دوسری ہجرت اختیار کرنے والے ستم رسیدہ قافلے کا جسے دربار رسالت کی جانب سے سالار اعلیٰ نامزد کیا گیا۔

جس کی شہادت کی خبر سن کر عندلیب ریاض رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے برجستہ طور پر غم میں ڈوبے ہوئے اشعار کہہ کر خاندان نبوت کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا۔

وہ بطل جلیل جس نے رزمیہ اشعار پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کیا جسے ذوالجناح جعفر طیار کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

○

سرور عالم' نیر تاباں' روشن و درخشاں' خلق مجسم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا گیا تو آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور باشندگان مکہ کو اسلام کی دعوت انتہائی پرسوز انداز میں دی تو آپ کے اخلاق حمیدہ' صدق و امانت' متانت اور دیانت پہ فریفتہ احباب دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پہلے اکتیس افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت خدیجۃ

الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام کو اپنے دامن کی زینت بنایا۔ پھر یکے بعد دیگرے یہ خوش نصیب صحابہ کرام دائرہ اسلام میں داخل ہوکر عظمتوں کے مینار اور صداقتوں کے امین بنے۔

- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ
- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ
- حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب رضی اللہ عنہ
- حضرت قدامتہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
- حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہ
- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ
- حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ
- حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ
- حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت مسعود بن قاری رضی اللہ عنہ
- حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
- حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ
- حضرت اسماء بنت سلامتہ رضی اللہ عنہ
- حضرت خنیس بن حذافتہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ
- اور ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

انہیں بیک وقت تین امتیازات حاصل تھے۔

خاندان نبوت کا شرف

اسلام قبول کرنے میں سبقت کی عظمت

اور اللہ کی راہ میں شہادت کا بلند مرتبہ

عبداللہ بن جعفر، ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ابوالمساکین کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

یہ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور ان کا بھائی عقیل ان سے دس سال بڑا تھا اور طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ محو پرواز تھے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

"اے جعفرؓ تو سیرت و صورت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتا ہے تو میرے خاندان کا ایک فرد ہے"

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں بھوک زیادہ ستاتی تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر لے جاتے جو کچھ بھی گھر میں میسر ہوتا ہمارے سامنے رکھ دیتے۔

غرباء اور مساکین کو کھانا کھلانے اور انکی خدمت کرنے میں بہت زیادہ دلی مسرت محسوس کیا کرتے تھے۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حبشہ کی جانب ہجرت اختیار کرنے والا دوسرا قافلہ ۸۳ افراد پر مشتمل تھا اس ستم رسیدہ قافلے میں جعفر بن ابی طالبؓ' ابو موسیٰ اشعریؓ' عبداللہ بن عرفطہؓ اور عثمان بن مظعونؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔

قریش مکہ کو جب پتہ چلا کہ ہم حبشہ پہنچ کر امن و سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں تو وہ غصے سے تلملا اٹھے اور انہوں نے حبشہ کے حکمران نجاشی کو بدظن کرنے اور ہمیں وہاں سے نکلوانے کی سازش کرتے ہوئے سرزمین عرب کے مشہور و معروف سیاست دان عمرو بن عاص اور اس کی معاونت کے لئے عبداللہ بن ابی ربیعہ کو وافر مقدار میں قیمتی تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ نجاشی سے ملاقات کرنے سے پہلے اعیان حکومت اور مذہبی راہنماؤں کو تحائف دے کر اپنا ہم نوا بنانا انہوں نے حبشہ میں پہنچتے ہی پہلے یہی کام کیا' جب انہیں یقین ہوگیا کہ اب میدان بالکل صاف ہے شاہی دربار کی اہم شخصیات وقت

آنے پر ہماری بھرپور حمایت کریں گی۔

ایک روز یہ دونوں خراماں' خراماں' شاداں و فرحاں' خوشی سے جھومتے ہوئے اور وفور مسرت میں اپنے کندھے مٹکاتے ہوئے شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔

○

حبشہ کا حکمران نجاشی اس وقت پورے جاہ و جلال کے ساتھ تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا یہ دونوں شاہی آداب بجالاتے ہوئے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے بادشاہ نے خوش ہوکر شرف باریابی عطا کیا ایک کو نجاشی کے دائیں اور دوسرے کو بائیں بٹھا دیا گیا دونوں نے ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے جھک کر کہا۔

بادشاہ سلامت ہماری قوم نے یہ تحائف آپ کے لئے بھیجے ہیں انہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کریں۔ نجاشی نے سر کو جنبش دیتے ہوئے قبولیت کا شرف بخشا انہوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے کورنش بجالاتے ہوئے کہا۔

ہماری دوسری مودبانہ التماس یہ ہے کہ ہم چونکہ دل و جان سے زیادہ آپ کو عزیز جانتے ہیں آپ کی قدر و منزلت محبت اور عقیدت ہمارے رگ و پے میں رچ بس چکی ہے اس لئے آپ کے محبوب ملک کی خیر و بھلائی کو عزیز از جاں سمجھتے ہوئے آپ کے علم میں یہ بات لانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہماری قوم کے چند تخریب کار آپ کے پیارے اور پر امن ملک میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔

ہمارے مذہب سے روگردانی کرتے ہوئے اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ابھی ابھی یہاں پہنچے ہیں۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ان سے باز پرس کی جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دیتے ہوئے ملک سے نکل جانے کا حکم صادر فرمائیں۔

ہماری رائے میں انہیں یہاں سے نکالنا ملک و ملت کے لئے بہت بہتر ہوگا ورنہ یہ لوگ یہاں بھی وہی فتور' انارکی اور دنگا فساد بپا کریں گے جیسا انہوں نے ہمارے گھروں میں بپا کیا انکی تخریب کاری کی وجہ سے آج ہمارے ہاں عزیز و اقارب

آپس میں دست و گریباں ہیں امید ہے آپ ہماری مخلصانہ تجویز کو اہمیت دیتے ہوئے ان ناعاقبت اندیشوں کو یہاں سے نکل جانے کا حکم صادر فرمائیں گے نجاشی نے عمرو بن عاص کی سحر انگیز گفتگو سن کر اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا بہت خوب بروقت تمہارا آنا ہمارے لئے باعث مسرت ہے لیکن میں ان کا موقف سنے بغیر انہیں یہاں سے نکل جانے کا حکم نہیں دوں گا اور ساتھ ہی دربان کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو تلاش کرکے دربار میں پیش کیا جائے حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ شاہی پیامبر نے ہمارے ساتھ رابطہ قائم کیا اور شاہی حکم نامہ سے مطلع کیا ہم اس ناگہانی مصیبت سے پریشان ہوئے اور آپس میں سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب کیا کیا جائے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ہم نے بڑی سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دربار میں حاضر ہوکر نجاشی کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جائے اور تمام حقائق پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیئے جائیں اور ساتھ ہی اتفاق رائے سے یہ طے کرلیا کہ وفد کی ترجمانی کے فرائض حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سرانجام دیں گے۔

ہم دربار میں حاضر ہوئے نجاشی تخت پر جلوہ افروز تھا مذہبی و سیاسی راہنما اور اعیان حکومت دست بستہ دم بخود کھڑے تھے پورے دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا وفد کے سربراہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کو سلام کیا اور ہم سیدھے کھڑے رہے ہماری یہ ادائے قلندرانہ شاہی دربار کے آداب کے سراسر منافی تھی سب درباری انگشت بدنداں ہماری طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور حکم شاہی کے منتظر تھے کہ کب اور کیسے ہمیں اس گستاخی کی سزا کا حکم دیا جاتا ہے اتنے میں ایک آواز بلند ہوئی اس گرجدار آواز سے ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔

ہم سے دریافت کیا گیا کہ تم شاہی دربار کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز کیوں نہیں ہوئے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سینہ تان کر جراتمندانہ انداز اپناتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا:

جناب عالی ہم صرف ایک اللہ کو سجدہ کرتے ہیں ہم کسی بھی انسان کے آگے نہیں جھکتے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

پوچھا گیا یہ تمہیں کس نے تعلیم دی ہے؟

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم بتوں کے پجاری تھے مردار کھایا کرتے تھے' حلال و حرام کے درمیان ہمیں کوئی تمیز نہیں تھی ہم پڑوسی کا کوئی خیال نہیں رکھتے تھے' ہم بے دھڑک فحاشی کا ارتکاب کیا کرتے تھے رشتہ داری کے تقدس کو پامال کرنا ہماری گھٹی میں شامل تھا ہمارا ہر طاقتور کمزور کو کھا جانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہم یونہی جہالت کی اتھاہ تاریکیوں میں ڈگمگا رہے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے خاندان اور انکی صداقت' دیانت اور پاکدامنی کو ہم پہلے سے جانتے تھے اس نے ہمیں سمجھایا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور بتوں کی پوجا پاٹ سے کنارہ کشی اختیار کرلیں ہمیں سچ بولنے امانت کے ادا کرنے' صلہ رحمی اختیار کرنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا اور حرام کا ارتکاب کرنے' ناحق خون بہانے' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے' پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کردیا اور اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمیں نماز' زکوۃ اور روزے رکھنے کا حکم دیا ہم آپ کی صداقت و امانت پر یقین لاتے ہوئے اس کے گرویدہ ہوگئے ہم آپ پر ایمان لے آئے اور ہم نے صدق دل سے آپ کی پیروی کو اپنے لئے سعادت سمجھا ہم نے اللہ کی عبادت کرنا شروع کردی سرداران قریش کو ہمارا یہ انداز اچھا نہ لگا انہوں نے ہمیں اللہ کی عبادت سے باز رکھنے اور بتوں کی دوبارہ پوجا پاٹ اختیار کرنے کے لئے پورے جتن کئے جب ہم نے ان کی بات کو ٹھکراتے ہوئے توحید کو اپنے سینے میں سمائے رکھنے کے عزم راسخ کا اعلان کیا تو پوری قوم ہماری دشمن بن گئی اور انہوں نے ہمیں دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تاکہ ہم دوبارہ بتوں کے پجاری بن

جائیں۔ حرام کو حلال قرار دیں۔

ہم نے ان کی بات ماننے سے صاف انکار کردیا تو انہوں نے ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے شروع کردیئے ہم پر زیست کے تمام راستے تنگ کر دیئے ہم مجبور ہو کر اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس پہنچے ہم نے آپ کی عدل گستری' انصاف پسندی اور ہمدردی کا چرچا سنا ہے ہمیں امید ہے کہ آپ کے زیر انتظام اس ملک میں ہر طرح کا تحفظ میسر ہو گا اور ہم پر کوئی ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا

کیا اس نورانی پیغام کا کچھ حصہ تمہیں یاد ہے جس نے تمہاری زندگیوں کی کایا پلٹ دی؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔

نجاشی نے کہا ہمیں کچھ سنائیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت ایسے پرسوز انداز میں کی جس سے سننے والوں پر وجد طاری ہو گیا نجاشی کے دل پر ان قرآنی آیات کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ زار و قطار رونے لگا اسے دیکھ کر دربار میں موجود ہر فرد کی آنکھیں پرنم ہو گئیں حبشہ کے حکمران نجاشی کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی پادریوں کے سامنے انجیل مقدس کے کھلے ہوئے نسخے آنسوؤں سے بھیگ گئے دربار میں رونے والوں کی چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

نجاشی نے پادریوں' سیاسی راہنماؤں اور اعیان حکومت کو خطاب کرتے ہوئے کہا "یہ پیغام جو آج ہم نے سنا ہے اور وہ پیغام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا دونوں کا ماخذ اور اصل ایک ہی معلوم ہوتا ہے یہ دونوں روشنیاں ایک ہی نور کے منبع سے پھوٹتی دکھائی دیتی ہیں۔"

اس کے بعد عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا "تم یہاں سے جا سکتے ہو میں ان مہرو وفا اور صدق و صفا کے پیکر احباب کو

تمہارے سپرد ہرگز نہیں کر سکتا۔ مجھے تمہارے ان تحائف سے بھی کوئی دلچسپی نہیں' یہ واپس لے جاؤ۔" پھر اس نے کہا کہ "اگر یہ حکمرانی آڑے نہ آتی تو میں خود مدینہ منورہ پہنچ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے اٹھانے کی سعادت حاصل کرتا۔"

○

ابن ہشام امام شعبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے دن شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے یہ اسی روز حبشہ سے سیدھے خیبر پہنچے تھے' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو شفقت بھرے انداز میں دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کو چوما اور محبت بھرے انداز میں یہ ارشاد فرمایا'

"معلوم نہیں مجھے آج فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر کے آنے کی"

حبشہ کے حکمران نجاشی نے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ عمرو بن امیہ الخمری کے ہمراہ سولہ افراد کو دو کشتیوں میں سوار کیا جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی تھے۔

بخاری شریف میں ایک روایت منقول ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم یمن میں قیام پذیر تھے جب ہمیں پتہ چلا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت اختیار کر کے مدینہ منورہ پہنچ چکے ہیں ہم نے بھی آپ کی زیارت کا شوق دل میں سمائے ہوئے رخت سفر باندھا میرے ساتھ میری قوم کے پچاس افراد شریک سفر تھے جن میں میرے دو حقیقی بھائی ابوبردہ اور ابو رھم بھی تھے۔ ہم یمن سے ایک کشتی میں سوار ہوئے اس نے ہمیں حبشہ کے ساحل پر پہنچا دیا ہم وہاں اتر گئے' حبشہ میں ہماری ملاقات حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہم بھی فتح خیبر کے بعد شاہ امم سلطان مدینہ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ ہم سے

ملاقات کرتے ہوئے بعض احباب نے کہا

"اے کشتی والو ہمیں ہجرت کے حوالے سے تم پر سبقت حاصل ہے۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات اسماء بنت عمیس ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے ملنے ان کے گھر تشریف لے گئیں تو وہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اپنی بیٹی سے ملنے تشریف لائے انہوں نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ اسماء بنت عمیس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ وہی خاتون ہے جو سمندر کے راستے حبشہ سے آئی ہے؟

کیا یہ جعفر بن ابی طالب کی بیوی ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں ہاں میں وہی ہوں۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والو آگاہ رہنا ہمیں ہجرت کے حوالے سے تم پر سبقت حاصل ہے اور ہمیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرب حاصل رہا ہے اس لئے ہمیں تم پر فوقیت حاصل ہے تم تو حبشہ میں امن وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے ہو۔ یہ تلخ انداز دیکھ کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غصہ آگیا اور انہوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا:

اس میں کوئی شک نہیں تم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے جو تم میں سے بھوکا ہوتا آپ اسے کھانا کھلاتے' تمہیں علم کے زیور سے آراستہ کرتے' لیکن ہم بھی آپ سے کسی طرح پیچھے نہیں کیونکہ دور دراز علاقے میں رہائش اختیار کرنے کا حکم ہمیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے محض اللہ کی رضا کے حصول میں وہاں رہے۔ نہ ہمارا وہاں جانا اپنی مرضی سے تھا اور نہ ہی وہاں قیام کرنا اپنی مرضی سے تھا۔ کتنے دن رات ہم خوف و ہراس میں مبتلا رہے۔ آپ کو شاید اس کا احساس نہیں ہے اور آج آپ اپنی ہجرت کو فوقیت دے رہے ہیں اور ہماری ہجرت کو درخور اعتناء ہی نہیں

سمجھتے۔

اللہ کی قسم جب تک میں یہ باتیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نہ لے آؤں اس وقت تک کچھ کھاؤں پیوں گی نہیں۔ جب شاہ امم سلطان مدینہ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت اقدس میں یہ ساری باتیں پیش کرتے ہوئے عرض کی : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا واقعی ہماری ہجرت کو کوئی اہمیت حاصل نہیں؟

آپ کی بات پوری توجہ سے سن کر جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا :

"اے کشتی والو خوش رہو تمہیں دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور انہیں صرف ایک ہجرت کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔"

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

ابو موسیٰ اشعری اور انکے تمام ساتھی مجھ سے یہ حدیث سننے کے لئے وفور شوق سے میرے پاس آئے' کیونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اے کشتی والو تمہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا ہے اور انہیں صرف ایک ہجرت کا ان سب کے لئے بلاشبہ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جس سے انہیں اس قدر خوشی ہوئی جیسے ہفت اقلیم کی دولت ان کے ہاتھ لگ گئی ہو۔ یاد رہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کی دوسری بہن کا نام لبابتہ ام الفضل ہے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات تھی ان کا شمار تاریخ اسلام کی زیرک' حساس اور خوش قسمت خواتین میں ہوتا ہے۔

○

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

٦ ہجری ذی القعدہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لئے اپنے

صحابہ کرام کے ہمراہ سوئے مکہ روانہ ہوئے لیکن قریش نے مذہبی عداوت کی بنا پر آپ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا۔ حدیبیہ کے مقام پر باہمی مصالحتی دستاویز تیار کی گئی' یہ تاریخی دستاویز صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مصالحتی دستاویز کے آخر میں سرور عالم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد رسول اللہ لکھا تو قریش بپھر گئے۔ کہنے لگے اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو آج ہم تمہیں عمرہ ادا کرنے سے کیوں روکتے؟ آپ اپنے دستخط کی جگہ صرف محمد بن عبداللہ تحریر کریں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حوصلے سے ارشاد فرمایا "اس میں کیا حرج ہے میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول بھی ہوں۔" قریش اپنے موقف پر ڈٹے رہے' یہ صورت حال دیکھتے ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے علی رسول اللہ کا لفظ مٹا دو"

یارسول اللہ یہ کیسے ممکن ہے؟ میرے ہاتھ لفظ رسول اللہ کو مٹانے کی کس طرح جسارت کرسکتے ہیں؟ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وارفتگی' شیفتگی اور اپنائیت کا انداز دیکھتے ہوئے درگزر کیا اور خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ تحریر کردیا۔

اس معاہدے سے بظاہر قریش کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔ انہوں نے اس وقت ہر وہ شرط منوانے کی بھرپور کوشش کی جو ان کے مفاد میں تھی۔ بعض صحابہ کرامؓ نے اس معاہدے پر چنداں اضطراب کا اظہار بھی کیا لیکن اس کا انجام امت مسلمہ کے لئے بہتر ہوا۔

ان میں سے چند ایک شرائط یہ تھیں

- مکہ مکرمہ میں کوئی کھلا اسلحہ لے کر داخل نہیں ہوگا۔
  ہاں اگر تلوار نیام میں بند ہو تو کوئی حرج نہیں۔
- مکہ کے باسیوں میں سے اگر کوئی مدینہ چلا جائے تو اسے مکہ واپس لوٹایا جائے

گا۔

○ اگر کوئی مدینے کا باسی مکہ آجائے تو مکہ والے اسے واپس لوٹانے کے پابند نہیں ہوں گے۔

○ اس وقت مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس جانا ہوگا۔

آئندہ سال صرف تین دن تک کے لئے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے قیام کی اجازت ہوگی جب آئندہ سال رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو یہ منظر دیدنی تھا۔ یہاں آپ نے تین دن قیام کیا تو قریش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رابطہ قائم کر کے کہا کہ آپ اپنے قائد' راہنما سے کہیں کہ معاہدے کے مطابق تین دن پورے ہو چکے ہیں لہٰذا اب یہاں سے تشریف لے جائیں۔ جب آپ مکہ سے کوچ کرنے لگے تو حضرت حمزہؓ کی یتیم بیٹی نے دلا آویز آواز میں کہا چچا جان ازراہ کرم مجھے بھی اپنے ہمراہ لیتے جائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت علی بن ابی طالبؓ' حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے مابین اس بچی کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس بچی کی پرورش میں کروں گا کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی کفالت کا حق مجھے ملنا چاہئے کیونکہ اس کی خالہ میرے عقد میں ہے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی کفالت کی ذمہ داری مجھے سپرد کی جائے کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے"

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا اور یہ ارشاد فرمایا "خالہ چونکہ بمنزلہ ماں ہوتی ہے لہٰذا یہ بچی اس گھر میں پرورش پائے گی۔"

آپ نے تینوں جاں نثار صحابہؓ کی دلجوئی کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تم سیرت اور صورت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو"

اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تم ہمارے بھائی اور دوست ہو"

تینوں جلیل القدر صحابہؓ اپنے بارے میں یہ تاثرات سن کر بہت خوش ہوئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی بیٹی ہونے کا اس لئے دعویٰ کیا تھا کہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مواخات کا نظام قائم کرتے ہوئے انہیں اور حضرت حمزہ کو آپس میں دینی بھائی قرار دیا تھا۔

اس فرمان نبوی میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اشارہ کہ تم میرے ساتھ سیرت و صورت میں مشابہت رکھتے ہو بلاشبہ ان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے جس پر جتنا بھی وہ فخر کریں کم ہے۔

○

سیرت ابن ہشام میں یہ درج ہے کہ قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر دس افراد پر مشتمل ایک قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں بنو امیہ سے حضرت عثمان بن عفانؓ اور آپ کی بیوی رقیہ بنت رسول' بنو زہرۃ سے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' بنو مخزوم سے ابوسلمہ اور آپ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا' بنو جمع سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بنو عدی سے عامر بن ربیعہ اور آپ کی بیوی' بنو عامر سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور بنو حارث سے سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کشتگان خنجر تسلیم و رضا کے قافلے میں شامل تھے۔

لیکن حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ کی ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں شریک ہوئے۔ اس قافلے میں تقریباً تراسی (۸۳) افراد تھے اور امیر قافلہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ فتح خیبر تک یہ حبشہ میں مقیم رہے۔ حبشہ کا حکمران نجاشی ان سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ ان کی قیادت میں حبشہ جانے والے مسلمانوں کو شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا گیا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے تھے جن کا کسی بھی کامیاب قائد یا جرنیل میں ہونا ضروری ہے۔ بروقت فیصلہ کرنا' حاضر جوابی سے کام لینا' فصاحت و بلاغت کے دریا بہانا' دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر جرات مندانہ انداز میں گفتگو کرنا ایک کامیاب جرنیل کی علامت ہوتی ہے۔

ان خوبیوں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پوری طرح متصف تھے۔

○

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ذوالجناحین اور الطیار جیسے عظیم الشان اور قابل رشک القابات کیسے ملے؟

کیا اس لئے کہ وہ داد شجاعت دیتے ہوئے میدان کارزار میں شہید ہوئے؟

نہیں نہیں شہداء تو اور بھی بہت ہیں!

کیا اس لئے کہ وہ خالص' سچے اور پکے مومن تھے؟

یہ بات بھی نہیں کیونکہ مخلص مومن تو اور بھی بے شمار ہیں۔

ذوالجناحین کا لقب انہیں ان خدمات کے اعتراف میں دیا گیا جو غزوہ موتہ میں بحیثیت جرنیل ادا کیں۔ اپنے دونوں بازو کٹوا لئے لیکن لشکر اسلام کے جھنڈے کو آخر دم تک سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا:

رات میں نے خواب میں جعفرؓ کو دیکھا وہ فرشتوں کے جھرمٹ میں تھے اس

کے جسم کے ساتھ دائیں بائیں دو پر تھے اور وہ دونوں آگے سے قدرے خون آلود تھے ان پروں کے ذریعے فرشتوں کے ہمراہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں پرواز کر کے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح شہادت کے بعد انہیں ذوالجناحین کا لقب عطا ہوا۔ اور جنت میں محو پرواز ہونے کی بنا پر انہیں الطیار کہا گیا۔

○

جمادی الاولیٰ ۸ ہجری کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ شاہ روم ہرقل کے گورنر شرحبیل بن عمرو الغسانی نے دربار رسالت کے سفیر حارث بن عمیر کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ہے یہ خبر سن کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دلی رنج ہوا آپ نے تین ہزار مجاہدین کے لشکر کو تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس مقام پر پہنچنا ہو گا جہاں ہمارے سفیر کو قتل کیا گیا ہے وہاں یاد رکھنا اگر میدان کارزار میں زید بن حارثہ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہو گا اور اگر یہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر کے فرائض سرانجام دے گا اور اس کی شہادت کے بعد مجاہدین اپنی صوابدید کے ساتھ جس کو چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں۔ یہ لشکر شام کے سرحدی علاقے بلقاء میں پہنچا اور موتہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا۔ شاہ روم ہرقل ایک لاکھ افراد پر مشتمل رومی فوج لے کر میدان میں اترا ہوا تھا اور مزید ایک لاکھ افراد حلیف قبائل سے اس کی معاونت کے لئے جمع ہو گئے۔ اب مقابلہ صرف تین ہزار کا دو لاکھ کے جم غفیر کے ساتھ تھا۔ دشمن کی زیادہ تعداد دیکھ کر مجاہدین گھبرائے نہیں بلکہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں مزید اضافہ ہوا۔ اس میدان میں صحابہ کرام کا خم ٹھونک کر رومی افواج کے مقابلے میں ڈٹ جانا صرف قوت ایمانی کی بنیاد پر تھا۔ یہ وہ قدسی نفوس صحابہ کی جماعت تھی جن کے پیش نظر ہمیشہ جنت کی سحر انگیز فضائیں رہتی تھیں اور یہ دنیا سے اپنا ناطہ توڑ کر جنت کے اس

پر کیف ماحول میں داخل ہو جانا چاہتے تھے۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں' میدان کارزار گرم ہوا تلواروں کی جھنکار سے فضا گونج اٹھی لشکر اسلام کے جرنیل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر لشکر اسلام کا جھنڈا تھام لیا۔ رومی فوج کی طرف سے حملہ بہت شدید تھا۔ ایک نانجار فوجی نے ان کے دائیں ہاتھ پر تلوار کا زوردار وار کیا جس سے ہاتھ کٹ کر دور جا گرا انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا اس نے بائیں ہاتھ پر بھی کاری ضرب لگائی وہ بھی کٹ گیا۔ کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے جھنڈے کو گرنے نہیں دیا یہاں تک کہ ایک رومی نے آپ کے سر پر پورے زور سے تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا جسم دو حصوں میں کٹ کر گر گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور اسلامی لشکر کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے تھوڑی ہی دیر بعد جام شہادت نوش کر گئے۔ پھر اس کے بعد اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر منتخب کیا گیا آپ نے جرات و شجاعت کے جوہر دکھلاتے ہوئے اور دشمن کے پرخچے اڑاتے ہوئے نو تلواریں توڑیں اور لشکر میں یکدم بہت سی تبدیلیاں کیں۔ میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جانب متعین کیا اور بعض کو غبار اڑانے کے احکامات صادر کئے ان یک لخت تبدیلیوں سے رومی فوج نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی معاونت کے لئے کوئی تازہ دم فوج میدان میں پہنچ گئی ہے۔ وہ خوف زدہ ہو کر پسپا ہونے لگی اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مجاہدین کو بچا کر میدان سے واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس جنگ میں سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ دو لاکھ دشمن فوج کے چنگل سے مٹھی بھر مجاہدین کو بحفاظت نکال کر واپس لے آئے۔ جنگی تاریخ کے ماہرین اس کارنامے پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ تین ہزار

کا مقابلہ دو لاکھ سے اور پھر معمولی سے نقصان کے علاوہ سلامتی کے ساتھ واپسی واقعی بڑا حیرت انگیز کارنامہ ہے جس پر جتنی بھی داد دی جائے وہ کم ہے۔

○

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"ایک روز میں اپنے گھر کے آنگن میں اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر بیٹھی ہی تھی کہ سرور عالم' نیر تاباں' روشن و رخشاں' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ میرے بچوں کو اپنی گود میں لے کر بہت افسردہ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں' میں نے گھبراہٹ کے انداز میں پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر تو ہے کیا آپ کو کوئی غمناک خبر موصول ہوئی ہے؟

آپ نے فرمایا ہاں جعفر اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا ہے یہ خبر سن کر مجھ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور میں زار و قطار رونے لگی۔

آپ یہ خبر دے کر افسردگی کے عالم میں اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے اہل خانہ کو حکم دیا کہ آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو۔

میری دلجوئی کے لئے مدینے کی خواتین میرے گھر آئیں اور ایک نے مجھے تسلی دی۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حوصلہ افزائی کے لیے بتایا کہ جعفر کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں بہت بڑا مقام عطا کیا ہے۔ اسے دو بازوؤں کی جگہ دو پر عطا کر دیئے گئے جن کے ذریعے پرواز کر کے جنت میں جہاں جانا چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس معرکے

میں موجود تھا۔ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا اس میں نوے سے زیادہ زخم لگے ہوئے تھے اور کمال کی بات یہ تھی کہ سارے زخم سینے کی جانب تھے' پیٹھ پر کوئی زخم نہیں کھایا۔ سینے پر زخم کھانا واقعی بہادروں کی علامت ہوا کرتی ہے۔

○

جب یہ لشکر جنگ سے فارغ ہو کر واپس مدینے پہنچا تو اہل مدینہ میں سے بعض نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے مٹی اچھال کر آواز بلند کی لوگو! دیکھو یہ بھگوڑے آگئے دیکھو یہ راہ فرار اختیار کر کے واپس آئے ہیں۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

سنو یہ بھگوڑے نہیں نہ ہی راہ فرار اختیار کر کے آئے ہیں یہ تو ایک جنگی چال ہے جو تازہ دم ہو کر دوبارہ مقابلے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔

بلا شبہ یہ انکی دانشمندی کی علامت ہے۔

مٹھی بھر ساتھیوں کو دشمن کے نرغے سے نکال لانا بھی بہت بڑی جرات' بہادری اور دلیری کا ثبوت ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا پہلا جنگی کارنامہ تھا اور اس کے بعد انکی جرات' شجاعت کے جوہر کھلتے چلے گئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر عندلیب ریاض رسول' شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غم میں ڈوب کر برجستہ اشعار کہے جو مرثیہ شاعری میں بڑے اہم دکھائی دیتے ہیں۔ شہادت کے وقت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً اکتالیس سال تھی۔

شہادت کے وقت یہ رزمیہ اشعار آپ کی زبان پر تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

واہ واہ جنت اور اس کا قرب صاف ستھرا اور ٹھنڈا مشروب رومیوں کے لیے عذاب قریب آ چکا ہے۔ یہ کافر حسب و نسب میں دور از شرافت ہیں۔ مجھ پر فرض ہے کہ جب ان سے ملوں تو ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

○

حبشہ کا حکمران نجاشی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ نجاشی حبشہ کے ہر حکمران کا لقب ہے۔ حبشہ کا جو حکمران حضرت جعفرؓ کے ذریعے مسلمان ہوا اس کا نام اصحمتہ تھا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن ۶ ہجری کو حدیبیہ کے مقام سے قریب مکہ والوں سے صلح کا معاہدہ طے کر کے واپس مدینہ تشریف لائے تو عمرو بن امالضمری کو خط دے کر نجاشی کے پاس حبشہ بھیجا۔ نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط وفور عقیدت سے اپنی آنکھوں سے لگایا اور عقیدت کے ساتھ تخت سے نیچے اتر آیا۔ تواضع' انکساری اور عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے اسلام کو اپنے سینے سے لگایا۔

سن ۹ ہجری کو تبوک سے واپس آتے ہوئے دنیائے فانی سے کوچ کر گیا' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشی کے فوت ہونے کی خبر دی پھر آپ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

ابن حبان نے عمران بن حصین کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے' چلو اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے' صحابہ کرام نے پیچھے صفیں بنائیں۔ آپ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔

سیرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نجاشی کا اسلام قبول کرنا بڑا اہم تاریخی واقعہ ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا میدان کارزار میں اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ کر دیوانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرنا ان کے لئے بہت بڑے اعزاز کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا شکل وصورت اور سیرت و کردار میں ممتاز ہونا قابل رشک تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرنا انکی خدمات کے اعتراف کا بین ثبوت ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو غزوۂ موتہ میں رسالت کی جانب سے سپہ سالار مقرر کرنا انکی عسکری صلاحیتوں کا برملا اعتراف ہے۔

اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صائب طبیعت اور سلیم الفطرت ہونے کی علامت ہے۔

اپنی زندگی کی اکتالیس بہاریں دیکھیں اور پھر جام شہادت نوش کرتے ہوئے جنت الفردوس کو سدھار گئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت
حذیفہ
بن یمان
رضی اللہ عنہ
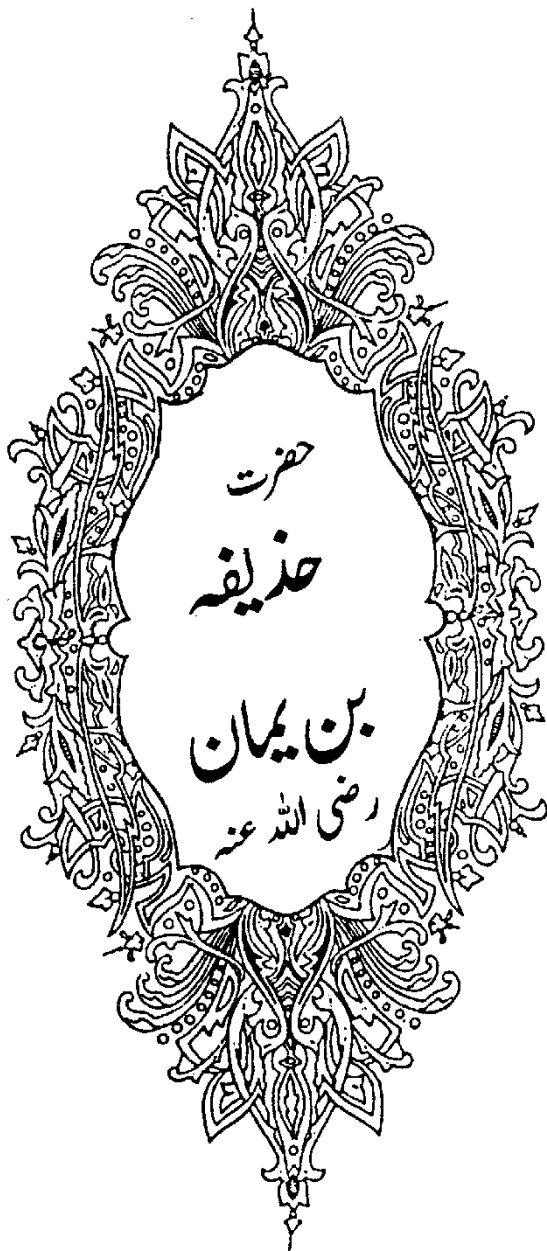
اے حذیفہ! تجھے یہ حق حاصل ہے کہ اپنے آپ کو مہاجر کہلاؤ یا
انصاری (فرمان رسول ﷺ)

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان' مدائن کا درویش منش گورنر' لشکر اسلام کا تجربہ کار' بہادر اور دلاور جرنیل' میانہ قد' مضبوط' سڈول اور گٹھا ہوا جسم' سفید چمکیلے دانت جس سے بسا اوقات ہیرے کی مانند شعاع نمودار ہوتی' عقابی نگاہ جس سے اندھیرے میں بھی تیر کا نشانہ باندھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی عالم' زاہد اور شب زندہ دار حافظ قرآن اور عالم حدیث' غزوۂ احزاب میں اپنی ذہانت و فطانت' زود فہمی' احتیاط اور تدبر کا قابل رشک نمونہ پیش کرتے ہوئے رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل کرنے والا خوش قسمت صحابی' شہید احد حسیل بن جابر العبسی الیمانی کا فرزند ارجمند انصار کا حلیف اور مہاجرین کا مددگار ساتھی' جسے جلیل القدر صحابہ کرام میں حذیفتہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا حسیل بن جابر کا تعلق عبس قبیلے سے تھا یہ قبیلہ قتل و غارت' جفاکشی و جوانمردی میں مشہور و معروف تھا' حسیل بن جابر نے اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص کو قتل کردیا اور خوف زدہ ہوکر مدینے بھاگ گیا اور وہاں بنو عبدالاشہل قبیلے سے پناہ حاصل کرلی چونکہ مدینے کے مشہور و معروف قبیلے اوس اور خزرج کے آباء و اجداد یمن کے رہنے والے تھے۔ لہٰذا یمنی نسل کے اس نوجوان کو پناہ حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی' بلکہ جلد ہی اس کا نکاح قبیلہ بنو عبدالاشہل کی دوشیزہ رباب بنت کعب سے ہوگیا اور اس کے ہاں ایک ہونہار بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حذیفہ رکھا گیا' حسیل بن جابر چونکہ یمنی الاصل تھا' لہٰذا اہل مدینہ نے اس کا نام یمان رکھ

دیا اور پھر یہ اسی نام کے ساتھ مشہور و معروف ہوا اور اصل نام دب کر رہ گیا۔
جب آمنہ کے چاند حبیب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اس طرح خوش نصیب باپ بیٹے کو اسلام کی خاطر سب سے پہلے ہجرت اختیار کرنے کا اعزاز حاصل ہوا مدینے میں چونکہ یہ بنو عبدالاشہل کے حلیف تھے اسی طرح انہیں مہاجرین کی مدد کرنے کی بنا پر انصاری ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا حذیفہ تم مہاجر کہلاؤ یا انصاری تمہیں مکمل اختیار ہے۔
لیکن آپ نے اپنے آپ کو انصاری کہلانا پسند کیا۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان ممتاز صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جنہیں میدان ہائے جہاد میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے کا اعزاز حاصل ہے۔
آپ جنگ بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ داد شجاعت دیتے رہے جنگ بدر میں شرکت کے لئے بھی باپ اور بیٹا گھر سے نکلے لیکن قریش کے نرغے میں آگئے ابو جہل نے پوچھا نوجوان تم کون ہو اور یہ تیرے ساتھ بوڑھا شخص کون ہے؟
نوجوان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا میں حذیفہ بن یمان عبسی ہوں اور یہ میرا باپ حسیل بن جابر عبسی ہے۔
ابوجہل نے کہا اچھا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کے لئے جا رہے ہو انہوں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں اس نابکار نے کہا اب تم دونوں ہماری تحویل میں ہو۔ قدم اٹھاؤ گے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے' بس تم کہیں نہیں جاسکتے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ابوجہل کے کان میں ایک مشرک جنگجو نے کہا: اگر انہیں کوئی نقصان پہنچایا گیا تو عبس قبیلہ ہمارے خلاف ہو جائے گا' عبس خاندان کی ناراضگی

مول لینا ہمارے حق میں نہیں جائے گا۔ ابوجہل نے یہ بات سن کر اپنے سر کو استفہامیہ انداز میں ہلایا اور ان دونوں سے کہا اچھا تم مدینہ جانا چاہتے ہو تو تمہیں ایک شرط پر رہائی مل سکتی ہے کہ تم دونوں یہ حلف اٹھاؤ کہ معرکہ بدر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نہیں دو گے ان دونوں نے گلو خلاصی کی خاطر یہ شرط مان لی کیونکہ دشمن کے نرغے سے بچ کر نکلنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی۔

جب دونوں باپ بیٹا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا آپ کی مجلس میں کہہ سنایا تو آپ نے کمال محبت' شفقت اور عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تم دونوں باپ بیٹا مشرکوں کے ساتھ کئے گئے عہد کا پاس کرو۔ ہمارا اللہ حامی و ناصر ہے۔ اس طرح خیر الوریٰ' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ' نور الھدیٰ پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدمقابل دشمن کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کو نبھانے کا حکم دے کر ایک ایسا اصول وضع کردیا جو جنگی تاریخ میں ایک بنیادی اور منفرد حیثیت رکھتا ہے جنگی اور ہنگامی حالات میں کئے گئے معاہدے کا پاس رکھنا ہمیشہ بااصول حوصلہ مند اور عظیم انسانوں کا کام ہوا کرتا ہے اور پھر وہ ابتدائی جنگ جس میں صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) نہتے مجاہد ایک ہزار مسلح افراد کے مقابلے میں میدان جنگ میں اترے ہوئے تھے جبکہ افرادی قوت کی انتہائی شدید ضرورت تھی اپنے دو قیمتی اور باصلاحیت افراد کو صرف معاہدے کی پاسداری کی خاطر گھر میں بیٹھ جانے اور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دینا واقعی جنگی تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔

جنگ بدر میں شریک نہ ہونے کا ملال حضرت حذیفہ اور ان کے باپ حضرت یمان رضی اللہ عنہما کو زندگی بھر رہا۔

○

غزوہ بدر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مٹھی بھر مجاہدین اسلام کو عظیم اور حیرت انگیز کامیابی سے ہمکنار کیا مشرکین کے سرکردہ جرنیل موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ابوجہل جیسا فخر و مباھات اور گھمنڈ کرنے والا' اپنی طاقت کے نشے میں مخمور انتہائی ذلت آمیز انداز میں تہ تیغ ہوا۔ مشرکین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی' بچے یتیم ہوگئے' سہاگ لٹ گئے' آباد و پررونق مکے کے گھروں میں اداسی' بے بسی اور بے چارگی نے ڈیرے ڈال لئے۔ پھر انتقامی جذبات اپنے عروج پر پہنچے تو ۳ ہجری کو ابو سفیانؓ کی قیادت میں دوبارہ مدینے پر چڑھائی کردی تاکہ بدر کے مقتولین کا بدلہ چکایا جاسکے۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دفاع کی خاطر مدینے سے باہر نکلے اور احد پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ کیا دونوں طرف سے جنگجو بہادر میدان میں اترے مجاہدین کی یلغار کے آگے مشرکین کے قدم ٹک نہ سکے ساز و سامان چھوڑ کر سرپٹ دوڑے مجاہدین نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کردیا۔ درے میں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جن پچاس مجاہدین کو متعین کیا گیا تھا اور انہیں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم نے کسی بھی صورت میں اس درے کو نہیں چھوڑنا ان میں سے بیشتر یہ سمجھے کہ اس حکم کا اطلاق اس وقت تک کے لئے تھا جب تک جنگ جاری رہے اب چونکہ جنگ ہی ختم ہوچکی ہے لہٰذا اس حکم کے اطلاق کی مدت ختم ہوگئی لہٰذا وہ بھی درے کو خالی چھوڑ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے میں شریک ہوگئے۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے موقع غنیمت پاکر اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے درے کے راستے سے اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہوگئے یہ حملہ اتنا زوردار تھا کہ مجاہدین سنبھل نہ سکے جس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا' ستر (۷۰) مجاہدین جام شہادت نوش کرگئے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے آپ کے دانت شہید ہوگئے خود کی کڑیاں آپ کے سر مبارک میں دھنس گئیں۔ دو بوڑھے جرنیلوں حضرت یمان بن جابر اور ثابت بن وقش کے سپرد بچوں

اور عورتوں کے خیموں کی نگرانی تھی اس لئے کہ دونوں بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو گئے تھے۔ لیکن اپنے مسلمان بھائیوں کو جام شہادت نوش کرتے ہوئے دیکھ کر ان کی رگوں میں گردش کرنے والے خون نے جوش مارا اور یہ تلواروں کو لے کر میدان میں کود گئے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ چند مجاہدین کے نرغے میں آ گئے انہوں نے سمجھا کہ یہ دشمن کا فرد ہے' افراتفری کے عالم میں وہ پہچان نہ سکے مجاہدین کی تلواروں نے چشم زدن میں انہیں گھائل کر دیا حضرت حذیفتہ رضی اللہ عنہ کی اچانک نظر پڑی تو انہوں نے پکار پکار کر کہا بھائیو یہ میرا باپ ہے ہاتھ روک لو لیکن وہاں تلواروں کی جھنکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ اپنے باپ کے لاشے کو دیکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگے میرے ساتھیو تم نے یہ کیا کر دیا اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ میرے عظیم باپ کے خون سے تمہاری تلواریں آلودہ ہوئیں۔ اللہ تم سے درگزر فرمائے۔ یہ صورت حال دیکھ کر تمام صحابہ گھبرا گئے۔ حالات نے پلٹا کھایا انجام کار کے اعتبار سے لشکر اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ لیکن دفاعی مورچے کو خالی کر دینے کی وجہ سے مسلمانوں کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس سے دیت ادا کی لیکن انہوں نے کمال فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے دیت کی رقم مجاہدین کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دی اور عرض کی یارسول اللہ ابا جان شہادت کے طالب تھے وہ انہیں مل گئی اور پھر یہ کہا:

"الٰہی گواہ رہنا میں نے دیت مسلمانوں کے لئے وقف کر دی ہے" اس کارنامے سے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی عزت و وقار میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

غزوہ احد میں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کی قیادت کرتے ہوئے مدینے سے باہر احد پہاڑ کی جانب روانہ ہوئے منزل پر پہنچنے سے پہلے

ہی آپکو اس صدمے سے دوچار ہونا پڑا کہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لشکر سے الگ کر کے واپس لے گیا اب آپ کی قیادت میں صرف سات صد مجاہدین رہ گئے اور مقابلے میں ابوسفیان تین ہزار مسلح افراد کو لے کر میدان میں اترا ہوا تھا بدر کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے اس دفعہ خوب صف آرائی کی ہوئی تھی مسلمانوں نے افرادی قوت کی کمی کے باوجود اس قدر بے باکی اور جرات سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے' جس سے قریشی فوج میں افراتفری پھیل گئی۔ اگر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی تفویض کردہ ذمے داری کو نبھاتے ہوئے درہ خالی نہ کرتے تو یہ جنگ فیصلہ کن انداز میں مسلمانوں کے حق میں فتح و کامرانی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی۔ لیکن جنگی نقطہ نگاہ سے ایک غلطی کی بنا پر حالات نے یکدم ایسا پلٹا کھایا کہ لینے کے دینے پڑ گئے مسلمان اچانک حملے سے سراسیمہ ہوگئے اور ایک دوسرے سے الجھ گئے اسی افراتفری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد بزگوار اپنوں کے ہی وار سے اللہ کو پیارے ہوگئے اگرچہ مسلمانوں کو اس جنگ میں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تاہم مشرکین نے اس افراتفری اور سراسیمگی کو ہی اپنی فتح سمجھ لیا اور واپس چل دیئے۔ مسلمان آزردہ خاطر ہوکر مدینے واپس پلٹ آئے لیکن شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو دوسرے ہی دن منظم کیا اور دشمن کے تعاقب میں نکلے ابوسفیان کو بہت دور جاکر یہ خیال آیا کہ ہمیں تو مدینے میں داخل ہوکر لوٹ مار کا بازار گرم کرنا چاہیئے تھا تاکہ مزید مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر قتل و غارت کرتے ہوئے اور عزت و ناموس کو پامال کرتے ہوئے اپنے ارمان پورے کرنے تھے یہ ہم سے کیا ہوگیا کہ ہم یونہی واپس جارہے ہیں۔ مسلمانوں کو مکمل نیست و نابود کرکے ہمیں واپس لوٹنا چاہیئے تھا۔ اس کے متعلق جب اس نے مشورہ کیا تو بنو خزاعہ کے ایک سردار نے کہا "تم کیا سوچ رہے ہو تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مسلمان پوری تیاری سے دوبارہ منظم ہوکر تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔ وہ دیکھو

متعدد جگہوں پر انہوں نے آگ روشن کی ہوئی ہے جس سے انکی کثرت و عظمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔" یہ صورت حال دیکھ کر ابو سفیان اپنے ناپاک عزائم سے باز آگیا بلکہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر مکے کی راہ لی۔ مسلمانوں کی افرادی قلت اور بھاری جانی مالی نقصان کے باوجود مشرکین کا مدینے میں داخل ہوئے بغیر میدان احد ہی سے واپس پلٹ جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مسلمانوں کا رعب و دبدبہ مشرکین کے دلوں پر پوری طرح حاوی تھا۔

جنگ احد کا تجزیہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کو مقابلے میں لاتے وقت جن امور کو بطور خاص پیش نظر رکھا ان میں درے کی حفاظت کو جنگی نقطہ نگاہ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی جب اس میں خلا پیدا ہوا تو ان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور پھر دوسرے ہی دن مشرکین کے تعاقب کی پالیسی اختیار کر کے جنگی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ دشمن کو اپنے مرکز سے دور ہٹانے کے لئے تعاقب کا انداز اختیار کرنا آج اس جدید دور میں بھی فتح کی علامت تصور کیا جاتا ہے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پیچھا کر کے فتح کا رنگ قائم کر دیا۔

○

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو سب سے بڑی جس مشکل کا سامنا تھا وہ یہ تھی کہ وہاں یہود اور ان کے معاون منافقین رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو نقصان پہنچانے کیلئے مسلسل سازشوں میں مصروف رہتے۔ اس نازک ترین صورت حال کو دیکھ کر رسول اکرمؐ نے حضرت حذیفہؓ کو منافقین کے نام بتا دیئے۔ یہ ایک ایسا سربستہ راز تھا جو آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے علاوہ کسی کو نہ بتایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ منافقین کی حرکات کا خیال رکھیں' تاکہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ اس دن سے حضرت حذیفہؓ کو رازدان

رسول علیہ السلام ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیتوں سے نازک ترین مواقع پر بھرپور فائدہ اٹھایا' ان کی ذہانت' ذکاوت' سرعت ادراک' معاملہ فہمی جیسے اعلیٰ اوصاف نے کئی مواقع پر نہایت مفید کارنامے سرانجام دیئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ میں آباد مسلمانوں کو مشرکین عرب نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا' یہ محاصرہ بہت طول اختیار کر گیا' مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' اس مشکل گھڑی میں قریش اور ان کے حلیف بھی چنداں آسودہ حال نہ تھے' اچانک ایک تیز آندھی چلی' جس نے دشمن کے خیمے اکھاڑ دیئے' پکی پکائی دیگیں الٹا دیں چراغ گل کردیئے چہرے خاک آلود آنکھیں اور ناک مٹی سے بھر دیئے' آن واحد میں دشمن کی طاقت مضمحل ہو گئی اور فاسد عزائم خاک میں مل گئے۔

○

جنگی نقطہ نگاہ سے اس قسم کے نازک ترین مواقع پر شکست اس فوج کو ہوتی ہے۔ جو پہلے آہ و زاری کرنے لگے اور اس فوج کو کامیاب و فتح یاب تصور کیا جاتا ہے جو صبر و تحمل کا بھرپور مظاہرہ کرے۔

اس موقع پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے تجربہ و مہارت کی ضرورت پیش آئی' آپ نے انہیں دشمنان اسلام کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا' تاکہ یہ صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر آپ کو آگاہ کر سکیں۔ آپ اپنا بھیس بدل کر' اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے دی اس موت کے سفر کے روئیداد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں

ایک رات ہم صف بنائے بیٹھے تھے' ابوسفیان کا خیمہ بالائی جانب تھا' یہودی قبیلے بنو قریظہ کے افراد نشیبی علاقے میں براجمان تھے۔ مجھے ان کی طرف سے زیادہ خطرہ تھا کہ کہیں یہ ہماری خواتین اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اتنی تیز آندھی اور تاریک رات ہم نے کبھی نہ دیکھی آندھی کی آواز بجلی کی کڑک کی مانند تھی' ظلمت شب کا حال یہ تھا کہ کوئی اپنا ہاتھ قریب سے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

منافقین رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے لگے۔ عرض کی یارسول اللہؐ! ہمارے گھر بالکل کھلے ہیں کوئی حفاظتی اقدامات نہیں۔ دشمن آسانی سے گھروں میں داخل ہو کر ہمارے مال و عزت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلکہ وہ کذب بیانی سے کام لے رہے تھے۔ البتہ آپ سے جس نے بھی اجازت طلب کی آپ نے فراخدلی سے اس کو اجازت دے دی۔ منافقین آہستہ آہستہ کھسکنے لگے یہاں تک کہ صرف تین سو مسلمان باقی رہ گئے۔

ایک رات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گشت کیا' ایک ایک مجاہد کا حال معلوم کرتے ہوئے جب میرے پاس پہنچے' میں نے ایک چھوٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی' سردی' بھوک اور تھکاوٹ کی وجہ سے گھٹنوں میں سر دیئے ہوئے بیٹھا تھا' آپ نے دریافت کیا کون ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا خادم حذیفہؓ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: حذیفہ تم یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ عرض کی بھوک اور سردی نے نڈھال کر رکھا ہے۔ آپؐ نے رازدرانہ انداز میں ارشاد فرمایا: دیکھو دشمن اس وقت نازک ترین صورت حال سے دوچار ہے۔ تم اس طرح کرو کہ چپکے سے دشمن کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر مجھے اطلاع دو کہ اب ان کے عزائم کیا ہیں۔ آپؐ کا حکم سن کر میں جلدی سے اٹھا لیکن میرے دل پر دشمن کا خوف طاری تھا اور پورا جسم سردی سے کپکپا رہا تھا۔ میری حالت دیکھ کر آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی

الٰہی! حذیفہؓ کے آگے' پیچھے' اوپر' نیچے اور دائیں بائیں سے حفاظت فرما۔ بخدا! آپؐ نے ابھی دعائیہ کلمات پورے نہ کئے تھے کہ میرے دل سے دشمن کا خوف جاتا رہا اور سردی کا احساس بھی نہ رہا۔

جب میں اس مشن کیلئے روانہ ہوا تو آپؐ نے مجھے یہ نصیحت کی' کہ تم نے صرف دشمن کے اندرونی حالات معلوم کرنے ہیں' اس کے علاوہ کوئی کسی قسم کا اقدام نہیں کرنا۔ میں یہ نصیحت سن کر رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا دشمن کی صفوں میں جا گھسا' میں نے کسی کو محسوس تک نہ ہونے دیا میں اس طرح گھل مل گیا جیسے میں انہیں کا ایک فرد ہوں۔

تھوڑی ہی دیر بعد ابو سفیانؓ نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے خاندان قریش! آج میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں' لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ جائے' ہر شخص دیکھ لے کہ اس کے دائیں بائیں کون بیٹھا ہے۔ میں نے یہ بات سنتے ہی فوراً" اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا' تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا' اور میں نے اسے موقعہ ہی نہ دیا کہ وہ میرا نام پوچھ سکے۔ اس طرح میں اپنی تدبیر میں کامیاب رہا۔

ابو سفیان نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا: اے خاندان قریش تمہیں یہاں قرار نصیب نہ ہو گا۔ طوفان نے ہمارے جانور ہلاک کر دیئے' بنو قریظہ ہم سے الگ ہو گئے' تیز آندھی نے ہمارے خیمے اکھاڑ دیئے۔ میری رائے یہ ہے کہ اب یہاں سے کوچ کر چلو' میں خود جا رہا ہوں۔ اتنا کہا اور اونٹ پر سوار ہوا' اسے ایڑ لگائی اور چل دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ابو سفیان اس رات میری زد میں تھا' اگر حضورؐ کی نصیحت نہ ہوتی تو میں اسے قتل کر ڈالتا' میں چپکے سے کھسکا اور سیدھا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ آپؐ چھوٹی

سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا۔ سردی سخت تھی چادر کا ایک کونہ مجھ پر دے دیا' میں نے دشمن کے پسپا ہونے کی روائیداد سنائی تو آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگے۔

○

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' پوری زندگی منافقین کے اسرار و رموز سے آگاہ رہے۔ خلفائے راشدین ہمیشہ منافقین کے معاملات میں حضرت حذیفہؓ سے رجوع کیا کرتے' سیدنا فاروق اعظمؓ کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہوتا آپ جنازہ پڑھانے سے پہلے یہ دریافت کرتے کہ حذیفہؓ اس جنازے میں شریک ہے' اگر حاضرین کہتے وہ موجود ہیں' تو آپ نماز پڑھاتے اور اگر لوگ یہ کہتے کہ وہ موجود نہیں' تو آپ اس میت کے بارے میں شک کرتے اور نماز پڑھانے سے رک جاتے۔

○

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھا' کیا میرے سرکاری نمائندوں میں کوئی منافق ہے؟ آپ نے کہا' صرف ایک ہے' فرمایا: مجھے بتائیے وہ کون ہے؟ کہا: میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت عمرؓ نے اس نمائندے کو منصب سے الگ کر دیا۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا فاروق اعظمؓ کی راہنمائی فرمائی شاید بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ نے ایران کے نہاوند' دینور' ہمدان اور ری جیسے اہم ترین علاقے فتح کیے تھے۔

اور دوسرا بڑا کارنامہ ان کا یہ ہے کہ جب ان کے دور میں مسلمانوں میں قرآن مجید کے مختلف نسخے متداول ہوگئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخے پر جمع کردیا۔

ان تمام تر خوبیوں کے علاوہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر بدرجہ اتم پایا جاتا تھا جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو چند صحابہؓ آپؓ کی تیمارداری کیلئے رات کے آخری حصے میں تشریف لائے۔

آپ نے پوچھا کیا وقت ہے؟

صحابہؓ نے بتایا کہ صبح ہونے والی ہے۔ یہ سن کر فوراً پکار اٹھے۔ میں اس صبح سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو جہنم رسید کرنے والی ہو۔

یہ جملہ دو مرتبہ اپنی زبان سے ادا کیا' پھر پوچھا کیا تم نے میرا کفن تیار کیا ہے؟

صحابہؓ نے بتایا! ہاں

فرمایا: زیادہ قیمتی کفن نہ پہنانا' اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے خیر و بھلائی کا فیصلہ ہوا تو اس کفن کو بہترین پوشاک میں بدل دیا جائے گا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو یہ کفن بھی گل سڑ جائے گا۔ اس کے بعد زبان پر یہ دعائیہ کلمات جاری ہوگئے۔

الٰہی! تو جانتا ہے میں نے زندگی بھر فقیری کو تونگری پر' عاجزی و انکساری کو سربلندی و سرفرازی پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو کہا

دیکھو ذوق و شوق سے میرا حبیب آیا' دربار الٰہی میں جو شرمندہ ہوا اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حذیفہ بن یمانؓ پر رحم فرمائے' بے شمار خوبیوں کا مالک عجیب آزاد مرد تھا۔

حضرت
ضرار
بن ازور اسدی
رضی اللہ عنہ

اے ضرار! واقعی تیری تجارت رائیگاں نہیں گئی۔

(فرمان رسول ﷺ)

سرزمین خیبر کا دولت مند' آسودہ حال' خوبصورت' بہادر' جوان مرد' کڑیل جوان' بنو اسد قبیلے کا شہزور' دلاور' شمشیر زنی' نیزہ بازی' تیر انداز اور گھڑ سواری کا ماہر شہسوار' رومیوں کے لشکر میں چشم زدن میں بھگدڑ مچا دینے والا بے خوف مجاہد' ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل قیمتی گلے کی ملکیت رکھنے والا' دھاک بٹھا دینے والا سخت کوش' سرفروش اور جانباز جرنیل جس کے حملہ آور ہوتے ہی رومی جن آگیا' جن آگیا کہتے ہوئے دم دبا کر بھاگنے لگتے۔ میدان کارزار میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے تابڑ توڑ حملہ کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اپنی بے مثال بہادری' دلاوری اور لاجواب شجاعت و جوانمردی کی بدولت ایک ہزار دشمن افراد پر بھاری جنگجو سپاہی جس کا نام سن کر دشمن تھر تھر کانپنے لگتا۔ جو اپنی بے پناہ مجاہدانہ خوبیوں کی بنا پر تاریخ اسلام کے اوراق میں قیامت تک جگمگاتا رہے گا۔ جو ضرار بن اسدی کے نام سے مشہور و معروف ہے جسے اسلامی لشکر کا قابل رشک جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ یہ جب بنو اسد قبیلے کے وفد کی قیادت کرتا ہوا خیرالوریٰ' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ' نور الھدیٰ پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تو اس نے پہلا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ ایک ہزار اونٹ انکے چرواہوں سمیت مسلمانوں کے بیت المال کے لئے رسول اقدس کی خدمت میں پیش کئے اور دل آویز انداز میں اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

○ میں نے شراب نوشی چھوڑ دی اور شراب کے برتن بھی توڑ دیئے کھیل کود سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی کیونکہ ان بری عادات سے جسم میں ناتوانی و کمزوری لاحق ہوتی ہے۔

○ ہائے افسوس میری عمر کا ایک اہم اور قیمتی حصہ مسلمانوں کے خلاف جنگ و جدل میں گزر گیا۔

○ میرے پروردگار اسلام قبول کر کے میں نے اپنا آپ اور اپنا تمام مال تیری راہ میں بیچ دیا ہے الٰہی تو میری اس تجارت کو رائیگاں نہ جانے دینا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اے ضرار واقعی تیری تجارت رائیگاں نہیں گئی۔

○

بنو اسد قبیلے کے مالدار سردار ضرار بن ازور اسدی کے دل نے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور دیانت و امانت کا اعتراف کرتے ہوئے رسالت مآب پر ایمان لانے کا پختہ ارادہ کرلیا تو اپنے قبیلے کے چند افراد کو ہمنوا بنا کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے اور اعتراف حق کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے مدینہ منورہ جانے کا تہیہ کیا اور جانے سے پہلے اپنا سارا قیمتی اثاثہ جو اعلیٰ نسل کے اونٹوں کی صورت میں موجود تھا اللہ کی راہ میں وقف کردیا اس ادائے قلندرانہ کا حال سن کر سرور عالم، خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی کہ ایک قوم کا سردار اور دشمن قبیلے کا خوفناک لڑاکا بہادر صدق دل سے متاع عقل و دانش سے کام لیتا ہوا، ملت اسلامیہ کا فرد بن کر ہمارا دامن گیر ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ بھائی کی وارفتگی سے متاثر ہو کر اس کی بہادر بہن خولہ بنت ازور نے بھی اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا یہ وہ عظیم خاتون ہے جس نے نقاب اوڑھ کر رومیوں کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے مد مقابل کے بیشتر

افراد کو اس خوفناک انداز میں تہ تیغ کیا کہ اس کی کاٹ دار تلوار' ماہرانہ شمشیرزنی اور مجاہدانہ برق رفتاری کو دیکھ کر دشمن کا پتہ پانی ہونے لگا۔ مجاہدین یہ منظر دیکھ کر خود انگشت بدنداں رہ گئے کہ ہماری جانب سے لڑنے والا یہ تیز طرار مجاہد کون ہو سکتا ہے؟ بعض نے سوچا یہ کہیں خالد بن ولید نہ ہو جو آج بھیس بدل کر میدان میں اترا ہوا ہے۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ ایک عام مجاہد کے روپ میں موجود ہیں تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ خود حضرت خالد بن ولید ورطہ حیرت میں مبتلا تھے' نقاب پوش مجاہد کے پاس جاکر پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تو آواز آئی اے امیر لشکر حیران نہ ہوں میں ضرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ یہ آواز سن کر تمام مجاہدین حیرت و استعجاب کی تصویر بن گئے آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی اور زبان حال سے یہ صدا آرہی تھی کہ جب تک ملت اسلامیہ میں یہ جذبہ جہاد موجود رہے گا کہ وقت آنے پر مرد تو کجا خواتین بھی دشمن کے دانت کھٹے کرنے میں پوری صلاحیت اور مہارت رکھتی ہوں گی اس وقت تک دنیا کی کوئی بھی طاقت ملت اسلامیہ کو نیچا نہیں دکھا سکتی اور نہ ہی فتح و کامرانی میں کوئی رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے۔

○

بنو اسد قبیلے کے ایک چالاک' عیار' فتنہ پرور' نابکار نابکار اور موقع پرست طلیحہ بن خویلد اسدی نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنو عبس' بنو ذبیان' بنو بکر' بنو طی' غطفان اور بدوی قبائل جو مدینے کے قریب آباد تھے طلیحہ کے ہمنوا بن گئے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ بنو اسد کا جھوٹا نبی ہمیں قریش کے سچے نبی سے زیادہ پیارا ہے۔ طلیحہ بن خویلد کی اتباع انہوں نے اس لئے بھی اختیار کی کہ انہیں مدینے کی حکومت کسی طرح بھی پسند نہ تھی' یہ ہر صورت میں اس سے

گلو خلاصی چاہتے تھے اور پھر زکوۃ کو بھی اپنے لئے تاوان تصور کرتے تھے۔ انہیں قطعاً یہ گوارا نہ تھا کہ مدینے کی حکومت کو یہ تاوان ادا کیا جائے۔ طلیحہ بن خویلد پہلے سمیراء نامی مشہور و معروف مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا پھر اس نے مجاہدین سے مقابلہ کرنے کے لئے بزاخہ مقام کا انتخاب کیا۔ اس کے خیال میں بزاخہ مقام لڑائی کے اعتبار سے زیادہ مناسب جگہ تھی۔

طلیحہ بن خویلد نے بنو اسد میں، اسود عنسی نے یمن میں اور مسلیمہ کذاب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرار بن ازور اسدی کو طلیحہ بن خویلد سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ بنو اسد کے مسلمان نمائندگان سے پہلے رابطہ قائم کرنا انہیں ساتھ ملا کر طلیحہ کے مقابلے میں اترنا حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا وہاں پہنچ کر پہلے مسلمانوں کو منظم کیا اور پھر طلیحہ سے جنگ کرنے کے لئے اس جگہ کی طرف روانہ ہوا جہاں وہ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا فانی سے کوچ کر جانے کی خبر موصول ہوئی جس سے تمام مجاہدین غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے۔ نو آموز یہ صورت حال دیکھ کر بدکنے لگے لیکن منجھے ہوئے مجاہد مشن کو کامیاب کرنے کے لئے اور زیادہ جوش ولولے کے ساتھ میدان کارزار میں اترے اگرچہ طلیحہ کی فوجی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا تھا بہت سے قبائل باہمی رنجشوں کو چھوڑ کر دوبارہ آپس میں مل گئے تھے تاہم حضرت ضرار بن ازور کی قیادت میں مجاہدین پورے جوش و جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر چونکہ بہت سے قبائل طلیحہ کے ساتھ مل گئے تھے اس لئے تاریخ اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید نے میدان میں پہنچ کر مجاہدین کی قیادت کا فریضہ اپنے ہاتھ میں لیا۔

طلیحہ کے لشکر کی کمان عینیہ بن حصن کر رہا تھا۔ خود طلیحہ ایک خیمے میں کمبل

اوڑھے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا جب دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائیں لڑائی پورے زور پر تھی عینیہ نے طلیحہ کے خیمے میں جاکر پوچھا کیا کوئی وحی آئی ہے؟

اس نے کہا ابھی نہیں یہ سن کر وہ اپنا منہ لٹکائے ہوئے خیمے سے نکلا اور دوبارہ میدان میں جاکر لڑنے لگا۔ جب اس نے دیکھا کہ مسلمان دیوانہ وار لڑ رہے ہیں اور ہر طرف سے وہ آگے بڑھ رہے ہیں پھر وہ میدان سے کھسک کر طلیحہ کے خیمے میں گیا پوچھا جبرائیل کوئی پیغام لائے ہیں؟

اس نے کہا ہاں ابھی ابھی یہ وحی آئی ہے "کہ تیرے پاس بھی وحی آچکی ہے جو مسلمانوں کے پاس ہے' البتہ تیرا تذکرہ اور چرچا ایسا ہوگا جسے کوئی بھولے گا نہیں"

عینیہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اپنے جذبات سے مغلوب ہوکر کہنے لگا واقعی تیرے ساتھ وہ کچھ ہونے والا ہے جو تو بھی کبھی نہیں بھولے گا۔ عینیہ نے اپنی قوم بنو خزاعہ کو باواز بلند پکار کر کہا اے میری قوم کے جانثارو رک جاؤ' اپنی جانیں بچانے کے لئے میدان سے بھاگ جاؤ۔ سنو اور یقین کرو کہ طلیحہ پرلے درجے کا عیار اور جھوٹا ہے۔ طلیحہ نے پہلے سے اپنے فرار کا انتظام کر رکھا تھا گھوڑا تیار کیا اپنی بیوی نویرہ کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کیا اور شام کی طرف بھاگ نکلا اور وہاں جاکر بنو کلب قبیلہ سے پناہ حاصل کی اس طرح وہ ساری افرادی قوت ختم ہوگئی جو اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں تیار کی ہوئی تھی جب اسے یہ پتہ چلا کہ اس کے معاون و مددگار بیشتر قبائل دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تو اس نے بھی دربار خلافت میں مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے کمال اخلاقی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے معاف کردیا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب امیر المومنین بنے اور مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو طلیحہ انکے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے دربار خلافت میں حاضر ہوا امیر المومنین نے اسے دیکھ کر کہا تو عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم کا قاتل ہے میری

نظروں سے دور ہو جاؤ۔ یہ دونوں عرب کے معزز اور بہادر فرد تھے' اس پر طلیحہ نے عرض کی امیرالمومنین وہ تو شہید ہو کر بلند مقام حاصل کر چکے ہیں' آپ کیوں مجھ سے ناراض ہیں؟ میں تو خلوص دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہوں۔ از راہ کرم مجھے بیعت سے محروم نہ کیجئے۔ یہ سن کر امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم نے اس کی بیعت لی۔ پوچھا وہ تمہاری شعبدہ بازی کدھر گئی کہنے لگا اسلام لانے کے بعد ہر قسم کی شعبدہ بازی ختم ہوگئی اس طرح طلیحہ بن خویلد کا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انجام بہتر ہوا لشکر اسلام کے بطل جلیل حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر اس لئے روانہ کیا گیا تھا کیونکہ بیشتر قبائل کو اپنی جھوٹی نبوت کی طرف دعوت دینے والا بھی بنو اسد قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی بنو اسد قبیلے کے جوانمرد بہادر جرنیل تھے۔ طلیحہ کی قسمت اچھی تھی کہ وہ مجاہدین کے نرغے میں آنے کی بجائے سرزمین شام کی طرف جان بچا کر بھاگ گیا اور موقعہ پاتے ہی اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا' اس طرح اس کی عاقبت اچھی ہو گئی۔

○

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدین کا مکمل صفایا کرنے سے فارغ ہوئے۔ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں' مسیلمہ کذاب' اسود عنسی' طلیحہ بن خویلد اور ان کے پیروکاروں کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنے کے بعد قیصر و کسریٰ یعنی ایران اور روم کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ یہ دونوں اسلام کے خلاف بڑے مضبوط قلعے تھے خلیفہ اول' امیرالمومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کمال جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ کسریٰ کو فتح کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے صدیق اکبرؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ سنو جہاد کا بگل بج چکا ہے' جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ لے کر اہل خانہ کو الوداع کہتا ہوا جہاد کی نیت سے گھروں سے نکل آئے۔

منادی آواز دے رہا تھا مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار شوق شہادت سے دلوں کو مسرور کرتے ہوئے مرکز جہاد اسلامی اور سلطنت اسلامیہ کے مرکزی دفتر مسجد نبوی میں جمع ہونے لگے۔ مدینے کی گلیوں میں مجاہدین کی چہل پہل سے عجیب سماں بندھ گیا بنو اسد قبیلے کا بہادر اور شاعر جرنیل ضرار بن ازور جہاد کے لباس اور ہتھیاروں سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے لگا تو اس کی بہادر بہن خولہ بنت ازور نے پوچھا بھائی جان میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟ کہاں کے ارادے ہیں؟ کس مہم پر روانہ ہونے کی تیاری ہے؟

حضرت ضرار نے اپنی لاڈلی بہن سے کہا کیا تم جہاد کا اعلان نہیں سن رہی؟ میں سیدنا صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے جہاد کے لئے روانہ ہو رہا ہوں؟ بہن نے غمناک لہجے میں کہا' بھائی جان کیا ہماری قسمت میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنا ہی لکھا گیا ہے؟ میرے پیارے بھائی جان تم جانتے ہو میں تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتی ہوں آپ امیر المومنین سے میرے لئے اجازت لیں تاکہ میں بھی آپ کے شانہ بشانہ جہاد میں حصہ لے سکوں۔

حضرت ضرار بن ازور اپنی بہن کی جرات' شجاعت اور بہادری کے ساتھ جہاد میں شرکت کے جذبے اور شوق کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگے

بہنا! اللہ تجھے خوش رکھے' یہ جنگ عورتوں کا کھیل نہیں ہے! تم گھر میں رہو۔ تیرا بھائی میدان میں اپنی جرات کے جوہر دکھلانے کے لئے اپنے خاندان کی نمائندگی کی خاطر کافی ہے۔

خولہ نے کہا "بھائی میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گی آپ کو میرے لئے بھی اجازت لینا ہوگی۔ یہ جنگ اگر مردوں کا کھیل ہے تو میں زخمیوں کو پانی پلانے' مرہم پٹی کرنے اور تمہارے اندر جہاد کے جذبے کو مزید تیز کرنے کا فریضہ بخوبی سرانجام دے سکتی ہوں۔ اپنی بہادر بہن کا جذبہ' شوق اور ہمت دیکھتے ہوئے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب

کی' اس طرح حضرت خولہ بنت ازور کو ان تمام معرکوں میں بھرپور حصہ لینے کا موقع ملا جو لشکر اسلام اور رومی فوجوں کے درمیان پیش آئے۔ ایک موقع پر جب رومی فوج نے اس کے بھائی حضرت ضرار کو گرفتار کرلیا تو بہن نے اپنے بھائی کو دشمن کے چنگل سے چھڑانے کے لئے جس بہادری' تجربہ کاری اور دشمن پر ضرب کاری میں مہارت کا ثبوت دیا کہ دیکھنے والے ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ جب اسے پتہ چلا کہ میرے بھائی کو دشمن گرفتار کرکے لے گیا ہے اس نے بڑی تیزی سے نقاب اوڑھا' تلوار ہاتھ میں لی اور خیمے سے باہر نکلنے لگی' دیگر خواتین نے پوچھا ہم یہ کیا دیکھ رہی ہیں' خواتین کی گفتگو کی پرواہ کئے بغیر حضرت خولہ چشم زدن میں مجاہدین کی صفوں میں جاکر شامل ہوئی' کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ کون مجاہد ہے جو اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے دشمن کے پرخچے اڑا رہا ہے مجاہدین میں چہ مگوئیاں شروع ہوئیں۔ یہ مجاہد کون ہو سکتا ہے؟ کس قبیلے سے متعلق ہے؟ آخر اس نے نقاب کیوں اوڑھا ہوا ہے؟ عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش مجاہد کے قریب ہو کر پوچھا تم کون ہو' تمہارا کیا نام ہے؟ تیری مجاہدانہ کارروائی قابل صد تحسین ہے' تیرے زور بازو پہ آفرین ہے' اس مجاہد خاتون حضرت خولہ نے پردے میں سے جواب دیا امیر لشکر میں ضرار بن ازور کی بہن ہوں۔ یہ جواب سن کر اور یہ معلوم کرکے کہ دشمنوں کے پرخچے اڑانے والی ایک خاتون ہے تو حضرت خالد بن ولید کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پوچھا تجھے اس حالت میں میدان میں اترنے کا خیال کیسے آیا؟

اس نے جواب دیا میں دیگر خواتین کے ہمراہ موجود تھی۔ مجھے اپنے بھائی ضرار کے گرفتار ہونے کی خبر ملی تو مجھ سے نہ رہا گیا میں اپنے بھائی کو دشمن کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے میدان میں کود پڑی۔

حضرت خالد بن ولید نے یہ جواب سن کر کہا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے تو نے آج واقعی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے

حضرت خولہ نے کہا امیر لشکر میری خدمات کا صلہ یہی ہے کہ میرے بھائی کو دشمن کی قید سے آزاد کرانے کی تدبیر کریں۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا آپ مطمئن رہیں ہم آپ کے بھائی کو دشمن کے چنگل سے آزاد کرا کے دم لیں گے۔

حضرت خولہؓ نے پورے جوش اور ولولے سے کہا' میں اس مہم میں بھرپور حصہ لوں گی کیونکہ اپنے بھائی کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرانے میں جو تلخ جذبات میرے ہو سکتے ہیں وہ اور کسی کے نہیں ہو سکتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومی فوج پر ایک زور دار حملہ کیا جس میں بہت سے رومی فوجی موت کے گھاٹ اتر گئے اور کافی تعداد گرفتار ہوئی لیکن بنو اسد قبیلے کے سردار حضرت ضرار بن ازور کو آزاد نہ کرایا جا سکا اور نہ ان کا کوئی سراغ ملا۔ دن ڈھل گیا' رات کی تاریکی سایہ فگن ہونے لگی ایک مسلمان جرنیل حضرت خالد بن ولید کے خیمے کے پاس آیا اور پوچھا امیر لشکر ضرار بن ازور کی رہائی کے لئے کیا تدبیر سوچی ہے؟

آپ نے فرمایا رومی قیدیوں میں جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو اس کو میرے پاس لاؤ' میں نے اس سے چند ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔ حکم کے مطابق اسے حضرت خالد بن ولید کی خدمت میں پیش کیا گیا اس سے حضرت ضرار بن ازور کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا مجھے اس کی کوئی خاص نشانی بتاؤ کیونکہ میں تو اسے پہچانتا نہیں۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا گیا کہ اسے اپنے بھائی کے اوصاف بتاؤ جب اس نے ایک ایک کر کے خوبیوں کا تذکرہ کیا۔ تو اس بوڑھے قیدی نے کہا کہیں تمہاری مراد اس بہادر سے تو نہیں جس نے ایک بڑے بہادر' جری رومی جرنیل کو قتل کر دیا تھا۔ اگر یہ شخص وہی ہے تو وہ زندہ ہے اور رومی جرنیل کے قبضے میں ہے۔ اس نے اسے سو رومی بہادروں کی نگرانی میں حمص روانہ کر دیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رافع بن عمیرہؓ کی قیادت میں

شہسواروں کا ایک لشکر دے کر حمص کی طرف روانگی کا حکم دیا کہ راستے میں جہاں کہیں رومیوں کا قافلہ ملے اس سے اپنے قیدی حضرت ضرار بن ازور کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ حضرت رافع بن عمیرۃ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے سلیمتہ شہر تک پہنچے۔ اہل شہر سے پوچھا کہ کوئی قافلہ ادھر سے گزرا ہے؟ انہوں نے بتایا ادھر سے تو کسی قافلے کا گزر نہیں ہوا' ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دور سے غبار اڑتی نظر آئی لشکر اسلام اس طرف متوجہ ہوا جب یہ یقین ہوگیا کہ یہی رومیوں کا قافلہ ہے اسی قافلے میں ہمارا مطلوب حضرت ضرار بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے تو مجاہدین نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا زور دار تھا کہ رومی فوجیوں کے قدم اکھڑ گئے مجاہدین نے مردانہ وار لڑتے ہوئے اپنے قیدی کو آزاد کرالیا اور راضی خوشی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خولہ نے جب اپنے بھائی کو آزاد دیکھا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور وہ محبت و احترام سے اپنے پیارے بھائی کی بلائیں لینے لگیں اس کے بعد لشکر اسلام نے سرزمین فلسطین کا رخ کیا اور سفر کرتے ہوئے مرکزی مقام اجنادین میں پڑاؤ کیا اور یہاں لشکر اسلام اور رومی فوج کے درمیان مشہور و معروف معرکہ بپا ہوا جو جنگ اجنادین کے نام سے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

○

دمشق کا محاصرہ ابھی جاری تھا کہ عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ کو پتہ چلا کہ شاہ روم ہرقل ایک بڑا لشکر لے کر فلسطین کے مشہور مقام اجنادین میں پہنچ کر خیمہ زن ہوچکا ہے اور اس کی کوشش یہ ہے کہ لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام کے تجربہ کار' فداکار اور جانباز ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اس نازک ترین صورت حال کا کس طرح مقابلہ کیا جائے انہوں نے مشورہ دیا کہ سردست دمشق کا محاصرہ ترک کر دیا جائے اور شاہ روم

ہرقل کی فوج کا مقابلہ کیا جائے تجربہ کار ساتھیوں کے مشورے کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید نے لشکر اسلام کو فلسطین کے سرحدی مقام اجنادین کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا جہاں رومی لشکر ڈیرے ڈالے بیٹھا تھا۔ جب لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو دشمن نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے اچانک پیچھے سے حملہ کر دیا یہ حملہ اس قدر تابڑ توڑ تھا کہ لشکر اسلام کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ رومی ہوا کے بگولے کی طرح آئے اور لشکر اسلام کے پیچھے محو سفر خواتین کو گرفتار کر کے بڑی تیز رفتاری سے پیچھے ہٹ گئے۔ گرفتار ہونے والی خواتین میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہادر بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی تھی اس نے اپنے ساتھ گرفتار ہونے والی خواتین کو منظم کیا اور خیموں کی چوبیں پکڑ کر دشمن پر حملہ کردیا۔ پہرہ دینے والوں کے سر پھوڑ دیئے۔ خواتین نے جس انداز میں اپنا دفاع کیا یہ کارنامہ بھی تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان خواتین نے مقابلہ کرتے ہوئے رزمیہ اشعار پڑھے جن سے ان کے جوش میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا' تاک تاک کر دشمنوں کے سروں پر لاٹھیاں برسا رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں۔

- ہم قبیلہ تبع اور حمیر کی صاحبزادیاں ہیں۔ تمہیں تہ تیغ کرنا ہمارے لئے کوئی عجوبہ نہیں۔
- ہم لڑائی میں بھڑکتی آگ ہیں تم آج ایک بڑے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو جب عورتوں کے گرفتار ہونے کا پتہ چلا تو وہ دیگر مجاہدین کے ساتھ جوش و جذبے سے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے خواتین کو آزاد کرلیا اور اس پر تمام مجاہدین سجدہ شکر بجا لائے اور پھر اس کے بعد لشکر اسلام اجنادین کی طرف روانہ ہوا جہاں شاہ روم کی فوج پڑاؤ کئے ہوئے تھی۔

اجنادین فلسطین کی سرحد پر واقع سرزمین شام کا معروف و مشہور مقام ہے۔ یہاں شاہ روم نے ایک لاکھ مسلح رومی فوج بھیجی اور خود حمص میں مقیم رہا لشکر اسلام نے جم کر رومی فوج کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا اور لشکر اسلام کے بعض مشہور جرنیل جام شہادت نوش کر گئے جن میں سے حضرت عکرمتہ بن ابی جہل' حضرت جارشا بن ھشام' بعم بن عبداللہ البعدوری۔ ھشام بن عاص بن وائل السعجی۔ فضل بن عباس بن عبدالمطلب' ابان بن سعید بن عاص اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنھم سرفہرست ہیں۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ لوہے کی ایک مضبوط زرہ پہن کر میدان میں اترے اور میدان میں جس طرف بھی رخ کیا دشمن کو تہ تیغ کرتے چلے گئے۔ کوئی بڑے سے بڑا جری بہادر بھی ان کے سامنے ٹھہر نہ سکا رومی جرنیل روان کو حضرت ضرار بن ازور نے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار رومی فوجی قتل ہو کر جہنم رسید ہوئے اس کے بعد دوبارہ دمشق کا محاصرہ کیا اور چند روز کے مقابلے کے بعد اس پر مکمل قبضہ کرلیا گیا۔ اجنادین اور دمشق کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے جنگ فحل میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

یاد رہے کہ اجنادین مقام پر جنگ دو مرتبہ لڑی گئی ایک مرتبہ ۱۳ ہجری میں اور دوسری مرتبہ ۱۰ ہجری میں اگر دوسری جنگ اجنادین میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی شہادت کو تسلیم کیا جائے تو پھر جنگ فحل اور جنگ یرموک میں بھی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی شرکت ثابت ہوتی ہے۔ بہرصورت اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ہر معرکے میں جوانمردی' جانفشانی' جانبازی' شمشیر زنی اور تیزہ بازی کے ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے جو قیامت تک تاریخ اسلامی کے اوراق میں جگمگاتے رہیں گے اور جن سے ہر دور میں اسلامی افواج کے جرنیل ایمانی حرارت حاصل کرتے ہوئے میدان جہاد میں قابل قدر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی

حضرت
سعید
بن العاص
رضی اللہ عنہ
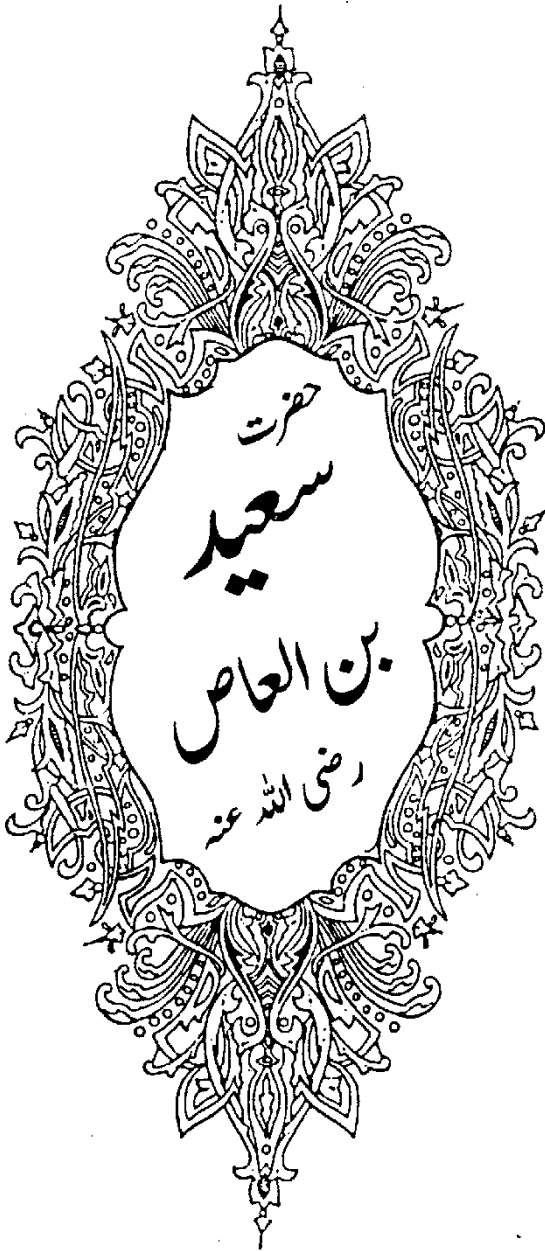
یہ چادر اس نوجوان سعید بن عاص کو دے دیں۔

(فرمان نبوی ﷺ)

خودی میں سربلند، بہادر، غیور اور نڈر مجاہد، زیرک، حساس، دانشمند اور تجربہ کار جرنیل، فصیح و بلیغ، قادر الکلام اور بارعب قائد، نرم خو، فیاض، منصف مزاج، درد مند، کریم النفس اور سخاوت کا خوگر حکمران، اکہرے بدن میں بجلی کی سی تیزی رکھنے والا پھرتیلا نوجوان، کوفے کا گورنر اور طبرستان و جرجان کا فاتح جس کے مجاہدانہ کارنامے تاریخ اسلام میں سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے وقت حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی عمر نو سال تھی۔ ان کے دادا قریش کے رئیس تھے۔ انھیں صاحب تاج کہا جاتا تھا۔ وہ اس لئے کہ جب یہ پگڑی باندھتے تو کوئی بھی احترام کے طور پر اپنے سر پگڑی نہ باندھتا، تاکہ ان کی امتیازی شان برقرار رہے۔ ان کا والد زمانہ جاہلیت میں مشہور و معروف شہسوار تھا۔ جنگ بدر میں حضرت علیؓ نے اسے قتل کیا۔ ایک روز سیدنا عمر بن خطابؓ نے حضرت سعید بن عاصؓ سے کہا! تم مجھے یوں ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہو جیسا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا اگر واقعی میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو قطعاً تم سے کوئی معذرت نہ کرتا۔ اس لیئے کہ وہ مشرک و کافر تھا۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے اطمینان و حوصلے سے جواب دیا: امیر المومنین اگر آپ اسے قتل کرتے تو آپ حق بجانب ہوتے، کیونکہ میرا باپ باطل کا دامن گیر تھا۔

اسلام نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل سے ہر قسم کی قبائلی

عصبیت اور نخوت کو مٹا دیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے' میں تو اسلام کا فرزند ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے' جبکہ لوگ قبائلی عصبیت کی بناء پر فخرو مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام کلثوم تھا۔ یہ عبداللہ بن قیس بن عمرو کی بیٹی تھیں۔ یہ دوھیال اور ننھیال کی جانب سے نجیب الطرفین تھے۔

○

بچپن میں ہی ان کے دل پر اسلام کی نورانی کرنیں جلوہ گر ہوئیں۔ اور پھر زندگی بھر ان کے صاف و شفاف قلب و ذہن میں اسلامی اقدار کی جھلک قائم و دائم رہی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور میں بطل جلیل کی حیثیت میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتے رہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کمیٹی کے رکن بنائے گئے جس کے ذمہ قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت میں ہو بہو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سا لہجہ اختیار کرتے۔ جب یہ عام گفتگو کرتے تو فصاحت و بلاغت کے موتی پروتے' سننے والا وجد سے جھوم جاتا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر مقرر کیا۔

استاد رفیق العظم اپنی کتاب اشہر مشاہیر الاسلام فی الحرب والسیاسۃ میں رقم طراز ہیں کہ حضرت سعید بن عاصؓ سے حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کے درمیان لڑائی چاہتے ہو۔ اگر تو حضرت عثمانؓ کا یہ قتل ان کے ہاتھوں ہوا پھر تو تمہارا مقابلے میں آنا درست ہے۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہے تو تمہارا گھر بیٹھنا میدان میں نکلنے کی نسبت کہیں

بہتر ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہم پہلو تہی اختیار کریں۔ اور مسلمانوں کی اس باہمی آویزش میں کوئی حصہ نہ لیں۔ یہ کہا اور مغیرہ بن شعبہ اور دیگر قبیلہ بنو ہوازن کے ہم نوا افراد کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں پہ قیام کیا۔ یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کا جانکاہ حادثہ دلخراش واقعات کو جنم دے کر گزر گیا۔ اور حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ عقل و دانش اور خشیت و تقویٰ کی بناء پر اس ہنگامہ آرائی سے کامل طور پر الگ تھلگ رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ یہ مروان بن حکم کے بہنوئی تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ اور جسمانی ساخت میں دبلے پتلے تھے۔ ان کی کنیت ابو عثمان تھی۔ مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ مشکل ترین حالات میں نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے۔ ایمان' جہاد' شجاعت' فصاحت' بلاغت' عقل و دانش اور جود و سخا میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے

عرب خون کا بدلہ لینے میں ساری دنیا میں مشہور تھے۔ ایک قتل کی وجہ سے برسوں لڑائی جاری رہتی اور سینکڑوں افراد کو نگل جاتی۔

لیکن اسلام نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل سے جاہلیت کی تمام عصبیت کو یکسر نکال دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے برملا یہ کہا کہ اگر جنگ بدر میں آپ میرے باپ کو قتل کر دیتے تو آپ حق پر ہوتے' اور میرا باپ باطل پر۔ یہ ایک ایسا حیرت انگیز انقلاب ہے جو اسلام کی بدولت انہیں نصیب ہوا۔ اس قسم کے نازک ترین موقع پر اس نوعیت کا ایمان پرور جواب وہی دے سکتا ہے جس کا دل اسلام کی نورانی کرنوں سے منور ہو چکا ہو۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مشکل ترین امتحان ہے جس میں بڑے نصیب والے ہی کامیاب ہوا کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا لہجہ رسول

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجے سے ملتا جلتا تھا۔ فصاحت و بلاغت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ علامہ جاحظ اپنی کتاب البیان والتبیین میں لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کون ہے؟ آپ نے فرمایا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔

پوچھنے والے نے کہا میری مراد یہ نہیں میں تو آپ کی امت کے افراد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ جو سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب نے جواب دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا یزید' حضرت عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا عثمان۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خاتون بڑی قیمتی اور نفیس چادر لے کر آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ نذر مانی ہے کہ یہ چادر سرزمین عرب کے کسی معزز خاندان کے فرد کو دے دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں میں یہ چادر کس کو دوں' تاکہ میری نذر پوری ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "اس نوجوان کو یہ چادر دے دیں"

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بلاشبہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑا اعزاز تھا۔ ایسا اعزاز کسی بڑے نصیب والے کو ملتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سخاوت کا عالم یہ تھا کہ ہر جمعہ کے دن بہت سے صحابہ کرام کو اپنے گھر دعوت دیتے' انہیں کھانا کھلاتے اور ان کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کرتے۔

جود و سخا کے حوالے سے بعض ایسے واقعات ان کی جانب سے رونما ہوئے کہ

سننے والا حیرت میں مبتلا ہو جاتا۔ انسانی معاشرے میں کم ہی ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ ضرورت مندوں کے سامنے بلا امتیاز ضرورت کی چیزوں کو پھیلا دیا جائے اور وہ اپنی مرضی سے اپنی ضرورت کے مطابق اشیاء کو بلا روک ٹوک اٹھا لیں۔ ان کے دور حکومت میں ایک عالم دین مفلس و نادار تھا' فاقہ کشی کی نوبت آن پہنچی۔ اس کی نیک دل بیوی نے خاوند کو مشورہ دیا کہ ہمارا گورنر بڑا فیاض اور نیک دل انسان ہے آپ ان کی خدمت میں حاضری دیں' اپنے حالات سے انہیں آگاہ کریں آپ کو مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن اس دور میں علماء ربانی کی بھی بڑی نرالی شان ہوا کرتی تھی۔ غیرت' خودداری اور حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی تھی۔ ان کا ضمیر گوارا ہی نہیں کرتا تھا کہ کسی انسان کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے۔ وہ بھوک اور موت کو کسی انسان سے سوال کرنے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہیں میں رسوا نہ ہو جاؤں' میرا دل ہی نہیں مانتا کہ میں کسی انسان کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاؤں۔ بیوی نے کہا میرے سرتاج اس میں کیا ہرج ہے گورنر ضرورت مندوں کے کام آکر خوشی محسوس کرتا ہے آپ کو قطعاً کوئی پشیمانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا' بیوی کے اصرار پر وہ عالم دین حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا جب مجلس برخاست ہوئی لوگ اٹھ کر چلے گئے لیکن وہ اپنی جگہ پر چپ چاپ بیٹھے رہے' زبان نے گویائی سے جواب دے دیا ہونٹوں پہ تالے لگ گئے۔ شرمندگی کی بنا پر حلق خشک ہو گیا' سوال کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ گورنر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ان کا چہرہ دیکھ کر بھانپ گئے کہ یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن کسی شرمندگی کی بنا پر کچھ کہہ نہیں پا رہے۔ تمام خدمت گزاروں کو حکم دیا کہ کمرے سے باہر چلے جائیں جب وہ چلے گئے تو فرمایا: جناب میرے اور آپ کے سوا یہاں کوئی نہیں کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟؟

اس نے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نگاہیں جھک گئیں زبان پہ آئے

ہوئے سوالیہ الفاظ ادا کرنے کہ ہمت نہ پڑی۔ خاموش بالکل خاموش کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر چراغ گل کر دیا کمرے میں اندھیرا چھا گیا پھر فرمایا۔ اب کہئے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کو کوئی ضرورت ہے تو بلا روک ٹوک کہئے شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اب تو آپ کو میرا چہرہ بھی دکھائی نہیں دیتا گھبراہٹ کس بات کی ہے۔ بڑی مشکل سے یوں گویا ہوئے۔

جناب گورنر! فاقے سے شب و روز گزر رہے ہیں۔ حیا مانع رہی کہ آپ سے اپنی بے کسی کی حالت بیان کروں۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

صبح آپ خزانے کے فلاں افسر سے ملیں آپ کا کام ہو جائے گا۔ صبح ہوئی وہ افسر سے جا ملے اس نے کہا گورنر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو کچھ دوں۔ آپ اس طرح کریں کہ کسی ایسے شخص کو میرے پاس لے آئیں جو چیزیں اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دے۔

اس شخص نے کہا میرے پاس تو کوئی ایسا شخص نہیں جو یہ کام کر سکے۔ اس کے بعد وہ سیدھے اپنے گھر پہنچے بیوی کو ڈانٹ پلائی اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ گورنر نے یقیناً کوئی آٹا وغیرہ دینا ہو گا اگر نقدی دینا ہوتی تو اٹھانے والے کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

بیوی نے کہا: میرے سرتاج آپ گھبرائیں نہیں جو بھی ملتا ہے اسے تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کریں' اللہ بہتر حالات پیدا فرمائے گا۔

ہم بھوکے ہیں آٹا بھی ہمارے لئے غنیمت ہے' لیکن انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔ خزانے کا وکیل تھوڑی دیر بعد حاضر ہوا اور اس نے آکر کہا میں نے گورنر کی خدمت میں صورت حال پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کے پاس اشیاء کو اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ تین حبشی غلام لیں اور ان

ے سر پر دس دس ہزار درہم کی تھیلیاں رکھیں اور ان کے گھر خود پہنچا کر آئیں اس لئے گورنر کا تحفہ قبول کریں۔ اور یاد رہے کہ تیس ہزار درہم کے ساتھ یہ تینوں غلام بھی آپ کی ملکیت میں دیئے جاتے ہیں' آپ کی خدمت کیا کریں گے۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو گئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک بدوی نے سوال کیا کہ میرا مالی تعاون کیجئے۔ آپ نے اسے پانچ صد عنایت کرنے کا حکم دیا۔ خادم نے پوچھا جناب پانچ صد درہم دوں یا دینار حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال تو درہم دینے کا تھا لیکن اگر آپ کے دل میں دینار دینے کا خیال آگیا تو پھر دینار ہی دیجئے بدوی نے پانچ سو دینار پکڑے اور وہیں بیٹھ کر زارو قطار رونا شروع کر دیا' حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اسے روتا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے۔ پوچھا بھئی روتے کیوں ہو؟ کیا تمہیں منشاء کے مطابق عطیہ نہیں ملا؟ اس نے کہا "میں روتا اس بات پر ہوں کہ زمین آپ جیسے نیک دل فیاض اور سخی انسان کو کس طرح اپنے دامن میں لے گی' مٹی کیسے آپ کو کھائے گی' آپ تو انسانی روپ میں کوئی عظیم المرتبت فرشتہ نظر آتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عینیہ کا بیان ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی ان سے آکر سوال کرتا' اگر ان کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو اس کو مطلوبہ مقدار میں رقم کا پروانہ لکھ کر تھما دیتے کہ جب میرے پاس مال آئے گا تو تم آکر وصول کر لینا اس طرح بہت زیادہ قرض ان کے ذمے ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ان بیٹے عمرو بن سعید کو عالی شان محل بیچ کر قرض کی ادائیگی کرنا پڑی۔ جب حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے۔ موت کے آثار دکھائی دیئے تو اپنے بیٹے کو پاس بلایا اور اسے یہ وصیت کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں مجھے دفنانے کے بعد امیر معاویہ کے پاس جانا اسے میری موت کی خبر دینا میرے

قرضوں کو تم خود ادا کرنا۔ امیر معاویہ اگر میرے قرض کی ادائیگی کی پیشکش کریں تو اسے قبول نہ کرنا۔ اگر تمہارے پاس گنجائش نہ ہو تو میرا محل بیچ کر قرضہ اتار دینا۔

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے انہیں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا ان کے بیٹے نے وصیت کے مطابق اعلان کر دیا کہ جس کسی نے میرے باپ سے قرضہ لینا ہو وہ میرے پاس آئے اور اپنا قرضہ وصول کرے۔ کفن دفن سے فارغ ہو کر سعادت مند بیٹا شام کی طرف روانہ ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کے فوت ہو جانے کی خبر دی جس سے امیر معاویہ بہت غمگین ہوئے۔ پوچھا انہوں نے کوئی قرض تو نہیں دینا تھا؟ کہا ہاں پوچھا کتنا بتایا تین لاکھ درہم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔ بیٹے نے کہا میرے ابا جان نے وصیت کی ہے کہ میں پیشکش قبول نہ کروں ہاں البتہ اگر آپ ہمارا محل خرید لیں اور اس کے بدلے اتنی رقم دے دیں جس سے میں اپنے والد کا قرض اتار دوں تو یہ صورت ممکن ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ محل خرید لیا اور اس کے بدلے تین لاکھ درہم مدینے پہنچا دیئے گئے۔ اور بیٹے نے قرض خواہوں میں رقم بانٹنا شروع کر دی۔ قرض خواہوں میں ایک فقیر مفلس اور قلاش انسان بھی آیا۔ اس کے ہاتھ بیس ہزار قرضہ کی دستاویز تھی بیٹا اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس فقیر نے بیس ہزار قرضہ کس طرح لینا ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک روز میں آپ کے ابا جان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا انہوں نے فرمایا: آپ میرے ساتھ کیوں چل رہے ہیں؟"

میں نے عرض کیا کہ میں مفلس و نادار ہوں آپ کی سخاوت کا چرچا سنا تو اس غرض سے یہاں چلا آیا کہ آپ میری مدد فرمائیں گے تو میری تنگ دستی دور ہو جائے گی۔ آپ کی فیاضانہ طبیعت اور کریمانہ اخلاق سے پرامید ہوں کہ مجھے مایوسی و محرومی کا سامان نہ کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بیس ہزار درہم کا یہ پروانہ لکھ کر مجھے تھما دیا اور

فرمایا چند دنوں کے بعد آنا اور یہ دکھا کر رقم لے جانا۔ اس طرح بیس ہزار درہم کا مطالبہ کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ سعادت مند بیٹے نے یہ واقعہ سنتے ہی اسے بیس ہزار درہم ادا کر دیئے۔

سبحان اللہ کیا دور تھا' کیسے لوگ تھے' کیسی فیاضی تھی اور کیا انداز بے نیازی تھا۔
اللہ اللہ یہ کیسی ہستیاں تھیں جن کی اداؤں پر فرشتے بھی ناز کیا کرتے تھے۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

☆☆☆

حضرت
عکاشہ
بن محصن
رضی اللہ عنہ

وہ جلیل القدر صحابی جسے میدان بدر میں تلوار ٹوٹ جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی چھڑی تھما دی تو وہ تلوار کا روپ اختیار کر گئی۔ (مورخین)

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ ان ستر ہزار خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں جنہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو میدان بدر میں شریک جہاد ہوئے کفار سے لڑتے ہوئے جب ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک چھڑی ان کے ہاتھ میں تھما دی تو یہ اس سے دشمن پر وار کرنے لگے اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ چھڑی تلوار کا روپ دھار گئی اور پھر یہ معجزاتی تلوار زندگی بھر ان کے پاس رہی جس کے ذریعے دشمنوں کے پرخچے اڑاتے رہے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام قیس بنت محصنؓ کا بیان ہے کہ میرا بھائی سب سے بڑھ کر جمال صورت تھا علم و عمل فضل و شرف اور حسب و نسب کے اعتبار سے وہ اعلیٰ مقام پر فائز تھا نیز سیادت و قیادت میں اسے کمال حاصل تھا جب رسول اللہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے فانی سے کوچ کیا اس وقت اس کی عمر چوالیس برس تھی غزوہ بدر، غزوہ احد اور دیگر غزوات میں پورے جوش و ولولے سے حصہ لیا اور متعدد معرکوں میں جنگی مہارت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہیں بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا اس حیرت انگیز سعادت کی اطلاع یوں ہوئی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ پاس ہی بیٹھے ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرا نام بھی ان میں شامل ہے فرمایا ہاں آپ بھی ان میں شامل ہیں پاس ہی بیٹھے ہوئے ایک دوسرے شخص نے پوچھا کیا میرا نام بھی ان میں شامل ہے آپ نے فرمایا عکاشہؓ سبقت لے گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ہر میدان میں سبقت لے جانے والوں کے لئے ضرب المثل کے طور پر یاد کئے جاتے ہیں خیر الوری' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ' نور الھدیٰ' پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ بلاشبہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قابل افتخار سرمایہ بلند درجہ انعام اور بیش قیمت خزانہ ہے بغیر حساب و کتاب جنت میں داخلے کی خوشخبری اور وہ بھی حبیب کبریا علیہ السلام کی زبان اطہر سے خوش نصیبی کی انتہا ہے اور سعادت کی معراج ہے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی قسمت کے کیا کہنے! یہ محصن بن حرثان کے فرزند ارجمند تھے' بنو اسد قبیلے کے چشم و چراغ تھے ہجرت سے پہلے ساقی اسلام کے دست مبارک سے جام توحید نوش کرکے پھر ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا' غزوہ بدر' غزوہ احد' غزوہ خندق اور دیگر مشہور جنگوں میں جوانمردی و بہادری کے جوہر دکھلائے۔

جلال و جمال کا یہ پیکر پوری زندگی مصروف جہاد رہا' اور جنگی تاریخ کے اوراق میں ناقابل فراموش داستانوں کا اضافہ کیا ان کا شمار فاضل اور اکابر صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔

○

غمر مدینے سے نجد کو جاتے ہوئے ایک مشہور و معروف سرائے ہے جہاں پانی کا ایک چشمہ موجود تھا جہاں مسافر آتے جاتے ستانے اور پانی پینے کے لئے ٹھہر جایا

کرتے تھے' بنو اسد قبیلے کا اس پر قبضہ تھا۔
شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس مجاہدین کا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ عظیم جرنیل دربار رسالت سے ہدایات لے کر چالیس جانباز مجاہدین کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے غمر مقام پر حملہ آور ہوئے بنو اسد صورت حال دیکھتے ہوئے مقابلہ کرنے کی بجائے پانی کا چشمہ چھوڑ کر بھاگ گئے یہاں سے دو صد اونٹ اور بکریاں ہاتھ لگیں جنہیں پکڑ کر مدینہ طیبہ لے آئے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قیادت میں حملہ کرنے والے لشکر کی راہنمائی ماہرانہ انداز میں کی' دشمن کو میدان میں قدم جمانے کا موقع ہی نہیں دیا' دشمن اچانک حملے اور حیرت انگیز پیش قدمی کو دیکھ کر مقابلے میں ٹھہرنے کی بجائے بھاگ نکلا اس طرح حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی مرحلے پر اپنی ماہرانہ قیادت کا ثبوت مہیا کیا جس سے سرور عالم' خلق مجسم' نیر تاباں' روشن و رخشاں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی۔

○

۶ ہجری کو چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے حدیبیہ مقام پر انہیں روک دیا گیا یہاں سرور عالم اور قریش مکہ کے درمیان معاہدہ طے پایا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا ان قدسی نفوس صحابہ کرام میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۝

"اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل کی ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ حاصل کریں گے اللہ زبردست اور حکیم ہے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے اصحابہ الشجرۃ میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ٹھہرے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کا حصول مومن کا مقصد حیات ہے اپنی زندگی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کا مژدہ جانفزا اپنے کانوں سے سن لینا بلاشبہ بہت بڑا اعزاز ہے جو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا خوش نصیب ہیں وہ جنکا تذکرہ قرآن حکیم میں کیا گیا اس سے بڑھ کر کسی انسان کو اور کیا انعام میسر آسکتا ہے یہ انسانی قسمت کی معراج ہے' یہ خوش نصیبی کا بلند مقام ہے' یہ اعزاز و اکرام کا اعلیٰ و ارفع معیار ہے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی زندگی اس اعتبار سے قابل رشک ہے کہ انہیں زندگی بھر سرور عالم نیر اعظم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور اعتماد حاصل رہا۔

○

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتنہ ارتداد اپنے عروج پر پہنچا گھبرانے اور دلبرداشتہ ہونے کی بجائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ استقامت' ہمت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرتدین کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور ان کی سرکوبی کے لئے مختلف اطراف میں مجاہدین کے لشکر روانہ کئے بنو اسد قبیلے کے مشہور و معروف بہادر اور تیز طرار لڑاکے طلیحہ بن خولید نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ عرب قبائل میں سے بنو طے' بنو فرازہ اور بنو اسد کے گرویدہ ہو چکے تھے' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے بنو اسد قبیلے کے جوانمرد'

بہادر' شہہ سوار حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا انہوں نے جرات' شجاعت تجربہ کاری اور دلاوری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے طلیحہ بن خویلد کی قیادت میں لڑنے والے لشکر کو شکست فاش سے دو چار کیا اور وہ جان بچا کر بھاگ نکلا اور بزاخہ مقام پر جا کر رہائش اختیار کر لی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ کی سرکوبی کے لئے حکم دیا تو وہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے بزاخہ کی طرف روانہ ہوئے میدان جنگ کو جانے والے راستے کو صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت بن اقرم کو پہلے روانہ کیا اتفاق ایسا ہوا کہ طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ اپنے گھوڑوں پر گشت کر رہے تھے انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت عکاشہؓ اور حضرت ثابتؓ پر حملہ کر دیا سلمہ بن خولید نے حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے وہ جام شہادت نوش کرتے ہوئے خلد بریں میں جا پہنچے۔ لیکن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے بھرپور جرات مندی' بہادری اور بے جگری سے طلیحہ بن خویلد کا مقابلہ کیا چونکہ سلمہ حضرت ثابت کی جانب سے فارغ ہو چکا تھا لہٰذا اس نے بھی طلیحہ کا ساتھ دیا اور حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ دیر تک دونوں کا مقابلہ کرتے رہے بالآخر رب جلیل سے جا ملے لشکر اسلام کے میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے یہ واقعہ رونما ہو چکا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہما کے لاشے دیکھے تو آبدیدہ ہو گئے اور دونوں کو انہیں خون آلود کپڑوں میں سپرد خاک کیا اور پھر پورے جوش و جذبے سے دشمن کو للکارا طلیحہ کے لشکر کو میدان جنگ میں عبرتناک ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا اور خود طلیحہ موقع پا کر سرزمین شام کی جانب فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں جا کر اس نے توبہ کر لی اور دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا سرزمین شام سے عمرے کے لئے روانہ ہوا شام سے مکہ مکرمہ کو جاتے

ہوئے مدینہ منورہ راستے میں پڑتا تھا مدینہ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ کسی نے دربار خلافت میں مخبری کردی کہ طلیحہ جا رہا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو وہ اسلام قبول کرچکا ہے اب اسے نہیں روکا جا سکتا۔

عہد فاروقی میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا تم نے مسلمانوں کو بہت اذیت پہنچائی ہے اس نے عرض کیا امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے تو توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے سابقہ جرائم کی معافی کرنا چاہتا ہوں' از راہ کرم مجھے اس سعادت سے محروم نہ کریں۔

تو آپ نے بیعت لے لی دوبارہ اسلام قبول کرنے کی بنا پر اس کا انجام بہتر ہوا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس پر اپنا فضل و کرم کردے اسے سعادت و رحمت سے کون محروم رکھ سکتا ہے۔

حضرت
عبداللہ
بن جحش
رضی اللہ عنہ

اے عبداللہ ! خوش ہو جاؤ جنت میں تیرا عالی شان محل بن چکا ہے۔ (فرمان نبوی ﷺ)

میانہ قد' گھنے بال' خوبصورت چہرہ' سڈول جسم' ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی' سرور عالم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کا نور چشم و لخت جگر' وہ پہلا عظیم المرتبت صحابی جسے امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے سب سے پہلے پرچم لے کر مجاہدین کے ایک قافلے کی قیادت کرنے والا خوش نصیب جرنیل' اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والا قسمت کا دھنی' بھوک اور پیاس میں صبر کی انتہا کرنے والا' عظمت کا مینار' جو عبداللہ بن جحش کے نام سے تاریخ اسلام میں ایک روشن ستارے کی طرح جگمگایا' جس کی ضیاء پاشیوں سے تاریک گوشے چمکنے لگے' جس کے دم قدم سے خزاں رسیدہ فضا بہار آشنا ہوئی' جسے راہ حق میں شہادت اپنی حیات مستعار سے کہیں زیادہ عزیز تھی' جس نے میدان احد میں ایک ایسی انوکھی دعا کی جس سے سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں' جس کے اجتہاد کی لاج رکھتے ہوئے مال غنیمت میں خمس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا' جنگ احد میں جام شہادت نوش کرنے کے بعد اپنے ماموں سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں محو استراحت ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

○

سید المرسلین، خاتم الانبیاء، شفیع المذنبین، ساقی حوض کوثر صلی اللہ علیہ وسلم جام توحید پلانے کے لئے ابھی دار ارقم میں بیٹھے ہی تھے کہ عبداللہ بن جحش مئے توحید کا جام پیتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر اپنے جاں نثار ساتھیوں کو مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت دی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے پورے خاندان کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اللہ کی راہ میں اپنا گھربار چھوڑنا ان کے لئے چنداں مشکل اور انوکھا کام نہ تھا۔ چونکہ یہ اس سے پہلے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے لیکن اس دفعہ ہجرت پہلے کی نسبت وسیع پیمانے پر تھی اس لئے کہ تمام اہل خانہ عزیز رشتہ دار مرد و زن، بوڑھے، جوان اور بچے سبھی اس ہجرت میں آپ کے ہم سفر تھے۔ کیونکہ یہ سارا گھرانہ مسلمان ہو چکا تھا۔ جب یہ خاندان مکہ مکرمہ چھوڑ کر سوئے مدینہ روانہ ہوا تو ان کے گھر ویران ہو گئے، مکین چلے جانے سے مکان اداس ہو گئے، ہو کا عالم تھا، ہر گھر میں ویرانی نے ڈیرے جما لئے مکان اپنے مکینوں کو ترس گئے سرداران قریش میں سے ابوجہل عتبہ اور شیبہ نے ایک روز ان گھروں میں چکر لگایا کیا دیکھتے ہیں کہ دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں ہوائیں اٹھکیلیاں کر رہی ہیں ہواؤں کی آمد و رفت سے دروازے اور کھڑکیاں بج رہی ہیں یوں دکھائی دیا جیسے کبھی کوئی ان میں رہا ہی نہیں ابوجہل نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خوبصورت اور عالیشان محل پر قبضہ کر لیا اور اس میں باقاعدہ رہائش اختیار کر لی جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ میرے گھر میں ابوجہل رہائش پذیر ہے تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا ہوا؟ میرے گھر پر کائنات کا بدترین شخص ابوجہل قابض ہے؟ ان کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے سرور عالم، خلق مجسم، نیر تاباں، روشن و رخشاں، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایک خوبصورت اور

عالیشان گھر بنا دے۔" عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایسا ہو جائے تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خوش ہو جاؤ جنت میں تیرا عالیشان گھر بن چکا ہے" یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی زندگی میں جنت کے محلات کی خوشخبری بلاشبہ انسانی سعادت کی معراج ہے۔ اتنی عظیم سعادت' رحمت اور رفعت کی خبر سن کر دل کا خوشی سے رقص کناں ہونا یہ ایک فطری عمل ہے۔ الٰہی وہ کیسے لوگ تھے جنہیں سرور عالمؐ' نیر تاباں' رسول اقدس کا چہرہ انور دیکھنا نصیب ہوا اور پھر ان کی زبان مبارک سے اپنے حق میں آخرت کی کامیابی و کامرانی کا مژدہ جانفزا سننا نصیب ہوا۔

چرخ نیلی فام نے ایک ہی وقت میں صحابہ کرام جیسی مقدس جماعت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ و ارفع شان اور آن بان رکھنے والا اور کوئی انسانی گروہ روئے زمین پر نہیں دیکھا ہو گا۔ یہ وہ مقدس گروہ ہے جس کا تذکرہ سب سے بلند مقام آسمانی کتاب میں کیا گیا۔ جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے رسالت مابؐ کی زبان مبارک سے سنا کہ میرا گھر جنت میں تعمیر ہو چکا ہے۔ تو گھر کے اجڑنے' جائیداد کے تلف ہونے اور مال و منال کے ضائع ہونے کا غم خوشی میں بدل گیا بلاشبہ دنیا کے محلات اور مال و دولت عارضی و فانی ہیں اور آخرت کے محلات لازوال اور ابدی ہیں صحابہ کرام کو جن کا مستحق ٹھہرایا گیا اور دنیا میں ہی انہیں اخروی کامیابی کی بشارت سنا دی گئی۔

○

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدمقابل مکہ مکرمہ میں آباد قریش کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے ایک فوجی مہم تشکیل دی اور حضرت

عبداللہ بن جحشؓ کو امیر قافلہ مقرر کیا اس قافلے میں صرف آٹھ افراد شامل تھے جن میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد قافلہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"آج میں تمہارا امیر ایک ایسے شخص کو مقرر کرتا ہوں جو تم میں سے زیادہ بھوک' پیاس کو برداشت کرنے والا ہے" یہ کہتے ہوئے فوجی پرچم حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

یہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی خوش نصیب ہستی ہے جسے سب سے پہلے امت مسلمہ کے ایک فوجی دستے کا سالار مقرر کیا گیا اور جس نے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پرچم اپنے ہاتھ میں تھامنے کا اعزاز حاصل کیا۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو پرچم کے ساتھ ایک خط بھی عنایت کیا اور ارشاد فرمایا:

دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں درج ہدایات پر عمل کرنا۔ جب دو دن گزر گئے سالار قافلہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے خط کو کھول کر پڑھا' اس میں یہ تحریر تھا

"جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو رکنے کی بجائے مزید آگے بڑھتے چلے جانا یہاں تک کہ طائف اور مکہ کے درمیان کھجوروں کا ایک باغ آئے گا وہاں ڈیرے جما لینا اور قریش پر کڑی نگاہ رکھنا اور ان کی نقل و حرکت کا گہری نگاہ سے جائزہ لیتے رہنا۔ اگر کوئی خطرناک صورت حال نظر آئے تو ہمیں فوری طور پر آگاہ کرنا۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش نے سرور عالم' خلق مجسم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا تو احباب قافلہ سے کہا "میرے ساتھیو مجھے حکم ملا ہے کہ میں طائف اور مکہ کے درمیان واقع نخلستان میں پڑاؤ کروں اور وہاں سے قریش پر کڑی نگاہ رکھوں اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے ممکن ہے کہ کبھی ایسا مرحلہ بھی آئے کہ جان نذرانہ پیش کرنا پڑے لہٰذا جو آپ میں سے شہادت کی تمنا رکھتا ہے وہ میرے

ساتھ چلے جسے شہادت کا شوق نہیں یا اسے اپنی جان مشن سے زیادہ عزیز ہے وہ بڑی خوشی سے واپس جا سکتا ہے مجھے کسی پہ کوئی اعتراض نہ ہو گا قافلے کے ہر فرد نے یہی کہا محبوب کبریا' شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چشم ماروشن دل ماشاد ایک جان کا کیا ہزاروں جانیں ان کے حکم پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ وہیں جائیں گے جہاں آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

سب مجاہد ایک ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ نخلستان تک پہنچ گئے اور ہر طرف راستوں میں پھیل گئے تاکہ قریش کی حرکات کا پتا چلا سکیں گشت کے دوران انہوں نے چار افراد پر مشتمل تاجروں کا ایک قافلہ دیکھا جس میں عمرو بن حضرمی' حکم بن کیسان' عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ شامل تھے اور ان کے پاس قریش کا مال تجارت وافر مقدار میں تھا۔ مجاہد آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کریں یہ حرمت کے مہینوں کا آخری دن ہے اگر ہم انہیں قتل کر دیں تو یہ حرمت کا مہینہ ہے اس مہینے میں کسی کا خون بہانا درست نہیں اور پھر اس سے تمام عربوں میں بے چینی پھیل جائے گی اگر ہم نے انہیں کچھ مہلت دے دی تو یہ شام تک حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور اس طرح یہ ہم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے کافی غور و فکر کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے یہ فیصلہ کرتے ہی اس تجارتی قافلہ پر حملہ کر دیا ان میں سے ایک کو قتل کر دیا دو کو گرفتار کر لیا اور چوتھا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

○

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں قیدیوں اور سامان سے لدے ہوئے اونٹ ہانک کر مدینہ لے آئے جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی اس کاروائی کو ناپسند کیا اور ان سے کہا میں نے تم کو اس کاروائی کا حکم نہیں دیا تھا میں نے تو تمہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ

قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں اور ان کی خفیہ کاروائیوں سے ہمیں مطلع کریں دونوں قیدیوں کو تو آپ علیہ السلام نے اپنے پاس ٹھہرائے رکھا تاکہ ان کے متعلق کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں اور سامان میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیور دیکھ کر عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی حواس باختہ ہو گئے اور انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ہم تو آپ علیہ السلام کی حکم عدولی کر کے ہلاک ہو گئے اور مزید تکلیف دہ صورت حال یہ پیدا ہو گئی کہ صحابہ کرام نے ان سے بائیکاٹ کر دیا جو بھی سامنے آتا منہ پھیر کر گزر جاتا۔ سب کی زبان پر یہی کلمہ تھا کہ یہ وہ اشخاص ہیں جنہوں نے حضورؐ کا حکم نہیں مانا۔

اس وقت تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ قریش اس واقعہ کو حضورؐ سے بدلہ لینے کے لئے اپنے حق میں استعمال کر رہے ہیں اور تمام قبائل میں یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرمت کے مہینے کو حلال قرار دے دیا ہے اس میں انہوں نے ناحق خون بہایا' مال چھینا' بے گناہوں کو گرفتار کیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھی بے پناہ غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے اور انہیں شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہم یہ ابتدا کر کے بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

○

ایک دن یہ غم و اندوہ اور پریشانی کی تصویر بنے بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نے انہیں مبارکباد دی اور کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کارنامہ پر راضی ہو گیا اور اس سلسلہ میں اپنے نبی علیہ السلام پر قرآن نازل کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

اور اب یہ حال ہے کہ تمام صحابہ کرام خوشی سے ان کے گلے مل رہے ہیں اور

انہیں مبارکباد دے رہے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کر رہے ہیں جو ان کے حق میں قرآن مجید میں نازل ہوئی تھیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ

آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے کہو! اس میں لڑنا بہت برا ہے لیکن راہ خدا سے لوگوں کو روکنا' اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی برا ہے اور فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔

جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے مال تجارت بطور فدیہ قبضہ میں لے کر قیدیوں کو آزاد کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی اسے تاریخ اسلام کا سب سے پہلا معرکہ قرار دیا جا سکتا ہے یہی وہ پہلا معرکہ ہے جس میں مال غنیمت حاصل کیا گیا اسی میں مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا مشرک قتل ہوا اور اس میں سب سے پہلے دو دشمن گرفتار ہوئے۔

اسلامی تاریخ میں یہ پہلا پرچم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تیار کر کے امیر قافلہ کے ہاتھ میں دیا اور حضرت عبداللہ بن جحش وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں پہلی مرتبہ امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک ناقابل فراموش واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا۔

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا نہیں کرو گے میں نے عرض کی کیوں نہیں۔
ہم ایک گوشے میں ہو گئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی۔

پروردگار عالم! جب میں دشمن کے سامنے آؤں تو مجھے ایسے شخص سے پنجہ آزمائی کا موقع دینا جو بڑا ہی بہادر جنگجو اور انتہائی غصیل ہو میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر مجھے اس پر غلبہ عطا کرنا یہاں تک کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس کے سارے مال پر قبضہ کر لوں۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے میری دعا پر آمین کہی پھر اللہ تعالیٰ کے حضور خود یہ دعا مانگنے لگے۔

الٰہی: مجھے ایسے شخص سے مقابلے کی توفیق عطا فرما جو انتہائی غصیل' بہادر' تجربہ کار اور جنگجو ہو۔ فقط تیری رضا کے لئے میں اس سے لڑوں پھر وہ مجھے قابو کرنے میں کامیاب ہو جائے اور میری ناک اور کان کاٹ ڈالے جب میں اس حالت میں قیامت کے دن تیرے حضور پیش ہوں تو آپ کا مجھ سے یہ سوال ہو

عبداللہ کس کے لئے تیری ناک اور کان کاٹے گئے تو میں تیرے حضور عرض کروں اللہ تیری خاطر اور آپ کی طرف سے مجھے یہ جواب ملے تو بالکل سچ کہتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا میں نے سر شام دیکھا کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے اور دشمنوں نے ان کے ناک اور کان کاٹ کر ایک درخت کے ساتھ لٹکائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا کو قبول کر لیا اور انہیں شہادت کا شرف عطا کیا۔ جیسا کہ ان کے ماموں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کو شہادت کا اعزاز بخشا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں اور بھانجے کو ایک ہی قبر میں دفن کیا اور آپؐ کے پاکیزہ آنسو ان کی قبر کو سیراب کر رہے تھے اور بھینی بھینی خوشبو چہار سو پھیل رہی تھی۔

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی

حضرت
عبداللہ
بن حذافہ
رضی اللہ عنہ

شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کا خط لے کر شاہ ایران کے دربار میں قلندرانہ انداز میں داخل ہوئے۔ (مورخین)

سلیم الفطرت، شریف النفس، ظریف الطبع، ذہین و فطین، فہیم و عقیل، خوش اخلاق و خوش اطوار، شیریں کلام و سحرالبیان گلیم فقیری میں سرمایہ سلطانی رکھنے والا بارعب و باوقار صحابی جس نے قیصرو کسریٰ کے دربار میں جرات و شجاعت کا مظاہرہ جان ہتھیلی پر رکھ کر کیا جس سے دربار کے تمام حاشیہ نشین انگشت بدندان رہ گئے۔ جس کی ظرافت و خوش طبعی سے مجلس کشت زعفران بن جاتی، شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ظریفانہ گفتگو سے مسرت و شادمانی کا خوشگوار تاثر لیتے۔

ایک روز سرور عالم، خلق مجسم، نیر تاباں، روشن و رخشاں، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے قیامت کی ہولناکیاں بیان کیں۔ قیامت کے دن پیش آنے والے حالات کا سن کر سب کے دل کانپنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پورا مجمع زار و قطار رو رہا تھا قیامت کا بیان ختم ہوا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر کسی کے دل میں کوئی سوال ہو تو پوچھ لے۔" حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے افسردہ ماحول میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ایک انوکھا سوال کیا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے اس سوال جواب سے غم میں مبتلا محفل کشت زعفران بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو

جب اس سوال کا پتہ چلا تو بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوئی اور اس نے اپنے بیٹے عبداللہ سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ کوئی سوال تھا جو تو نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ یہ بھی بھلا کوئی پوچھنے کی بات تھی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اماں جان سے مودبانہ انداز میں عرض کیا' اماں جان ناراض نہ ہوں' میں نے جب دیکھا کہ میرے ساتھی زبان رسالتماب سے قیامت کے واقعات سن کر غمزدہ ہیں تو میں نے یہ انوکھا سوال صرف اس لئے کیا کہ مجمع کشت زعفران بن جائے۔ میرا یہ سوال سن کر خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرانے لگے' آپ کی مسکراہٹ پر میں قربان' آپ کی طبیعت میں خوشگوار تاثرات پیدا کر کے مجھے دلی راحت نصیب ہوئی۔ اماں جان آپ یقین کیجئے میرا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا' میں نے تو صرف یہ چاہا کہ اہل مجلس کا غم ہلکا ہو جائے۔

○

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اپنی ظریفانہ طبیعت کے باوجود قابل اعتماد تھے' آپ نے انہیں ایک ایسے لشکر کا امیر بنا کر محاذ پر روانہ کیا جس میں جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔ اور ایک خط ان کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اسے وہاں جا کر کھولنا جہاں لشکر کا پڑاؤ ہو' ایک میدان میں لشکر نے ستانے کے لئے پڑاؤ کیا' ماحول کی خنکی کو دور کرنے اور کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی گئی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا جس میں امیر کی اطاعت کرنے کی تلقین کی گئی تھی' یہ خط پڑھ کر ان کی رگ ظرافت پھڑک اٹھی لشکر میں موجود تمام احباب کو خط پڑھ کر سنایا' اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا امیر مقرر کیا گیا ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں

آپ ہمارے امیر ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا امیر کی اطاعت کا آپ سب کو حکم نہیں دیا گیا؟ سب نے کہا کیوں نہیں ہم آپ کی اطاعت کے پابند ہیں۔

آپ نے کہا میرا حکم ہے تم سب اس جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا دو۔ یہ حکم سن کر سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے بعض ساتھی چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو گئے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "آپ سے خوش طبعی کر رہا تھا' امیر کی اطاعت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہوتی ہے۔" شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر کی اطاعت کے حکم پر مبنی خط اس لئے دیا تھا کہ تمام صحابہ کرام میں یہ اپنی ظرافت کے اعتبار سے معروف ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی امارت ظرافت کی نظر ہو جائے اس لئے آپ نے لشکر میں تمام احباب کو اطاعت کی تلقین کی' لیکن ان کی خوش طبعی نے بعض صحابہ کرام کو چند لمحات کے لئے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ وہ سوچنے لگے کہ ہم نے رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس لئے تھاما تھا کہ ہم جہنم کی آگ سے بچ جائیں اور یہ ہمیں دنیا کی آگ میں چھلانگیں لگانے کا حکم دے رہے ہیں لیکن جب امیر لشکر نے آگے بڑھ کر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا تو تمام احباب لشکر مسکرانے لگے۔ سب کی پریشانی خوشی میں بدل گئی' ماحول میں مسرت و شادمانی کی ایک خوشگوار لہر پیدا ہو گئی۔ ہر کوئی اپنے امیر کی خوش مزاجی پر مسکرانے لگا اور جب یہ لشکر واپس مدینے پہنچا تو امیر لشکر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ ساری داستان بیان کی جو میدان میں پڑاؤ کے وقت پیش آئی' یہ سارا ماجرا سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم اگر آگ میں چھلانگ لگا دیتے تو یہ اس سے کبھی باہر نہ آ سکتے اور امیر کی اطاعت تو نیکی کے کاموں میں ہوتی ہے' پھر دوبارہ یہ ارشاد فرمایا:

بلاشبہ امیر کی اطاعت اللہ کے احکامات کے تابع ہوتی ہے۔ خالق کائنات کی نافرمانی

کی صورت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ سرداران قریش نے جب نو خیز مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کی انتہا کر دی' کسی کے جسم کو گرم لوہے سے داغا' کسی کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا۔ کسی کو سزا دینے میں ایسا انداز اختیار کیا کہ انسانیت چیخ اٹھے اور کسی کو جائداد سے محروم کر دیا گیا۔

کسی کو برہنہ جسم شعلہ نما سنگریزوں پر گھسیٹا' کسی کو مار مار کر بے ہوش کر دیا' ان کشتگان خنجر تسلیم و رضا کا جرم کیا تھا صرف یہی کہ یہ حبیب کبریا' شافع روز جزا' ساقی حوض کوثر' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن گیر ہو گئے تھے۔ آپ کی محبت کے اسیر ہو گئے تھے۔ سب معبودان باطلہ کو ٹھوکر مار کر ایک اللہ قادر مطلق کے فقیر ہو گئے تھے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی حالت زار کو دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے اور انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا تاکہ یہ وہاں کے انصاف پسند اور رحم دل حکمران نجاشی کے پاس پہنچ کر امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں اور اطمینان سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ حبشہ کی طرف سے ہجرت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پھر جب قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو شمع رسالت کے پروانے کشاں کشاں مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ یہ خبر جب حبشہ میں پہنچی تو وہاں مقیم مسلمانوں کے دل محبوب رب العالمین کے دیدار کے لئے بے چین ہو گئے۔ ہر ایک کی پہلی خواہش تھی کہ پہلی فرصت میں مدینے پہنچ کر دیدار نبیؐ سے اپنی آنکھوں کو خیرہ کر سکے۔ آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت ہر مسلمان کی دلی تمنا تھی۔ آپ کی محبت میں دن رات گذارنا ہر مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ حبشہ میں جلا وطنی کی زندگی بسر کرنے والے صحابہ کرامؓ نے پر امن زندگی کو خیرباد کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی راہ لی جہاں خیرالوریٰ' شمس الضحیٰ' بدر الدجی' نور الھدی پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ ان کی چاہتوں کا مرکز اب مدینہ

بن گیا' ہر ایک کے دل میں بس یہی شوق تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ مدینہ پہنچ کر آپ کے چہرۂ انور کا دیدار کر سکے' حبشہ کو چھوڑ کر مدینے آنے والوں میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

○

سنہ ٦ ہجری کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عجم کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اسلامی دعوت پر مشتمل خطوط دے کر چند صحابہ کرام کو اس خصوصی مشن پر روانہ کیا یہ قاصد ایسے دور دراز ممالک کی طرف روانہ ہو رہے تھے جن کے متعلق پہلے سے ان کو کوئی علم نہ تھا۔ نہ یہ وہاں کی تہذیب و تمدن سے واقف تھے' نہ ان ممالک کی زبان ہی سے آشنا تھے اور نہ ہی وہاں کے آداب شاہی اور شاہوں کے مزاج سے آگاہ تھے۔ اور پھر یہ جو انقلابی پیغام لے کر روانہ ہو رہے تھے وہ بادشاہوں کے نازک مزاج پر تازیانہ برسانے سے کم نہ تھا۔ انہیں اپنی سلطانی و حکمرانی کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کے تابع بنانا تھا' اس پیغام میں انہیں باور کرایا گیا تھا کہ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ ورنہ تمہاری حکمرانی خطرے میں ہے۔ یہ جاہ و حشم' یہ تخت شاہی' یہ صریر و پرنیاں کے زرق برق لباس' یہ ہیرے جواہرات تمہاری ملکیت سے نکل جائیں گے یہ مہم بذات خود خطرناک تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس مشن پر جانے والا اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جائے' کوئی پتہ نہیں کہ یہ انوکھا پیغام سن کر بادشاہوں کے جذبات کا رخ کیا ہو اور وہ ان قاصدوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھیں۔ معاملے کی اس اہمیت کے پیش نظر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپ نے حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

"میرا ارادہ ہے کہ میں چند احباب کو شاہان عجم کی طرف اسلام کی دعوت پر مشتمل پیغام دے کر روانہ کروں۔ کیا تم اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہو؟" سب

نے بیک زبان ہو کر کہا ”چشم ما روشن دل ماشاد۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ جہاں بھی جانے کا حکم دیں گے ہم بخوشی وہاں جائیں گے۔ ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے، ہمارے نصیب کا کیا کہنا کہ آپ کی نظر انتخاب ہم پر پڑی۔“ اپنے جان نثار صحابہؓ کا جواب سن کر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا مسرت ہوئی۔ آپ نے تمام صحابہ کرام میں سے اس خطرناک مہم پر روانہ کرنے کے لیے آٹھ صحابہ کرامؓ کا انتخاب کیا۔ ان میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ شاہ مصر کی جانب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ حبشہ کے حکمران نجاشی کی طرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری خط لے کر گئے۔ شاہ روم قیصر کے دربار میں حضرت دحیہ کلبی نے سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ بحرین کے حکمران منذر بن ساوی کے پاس حضرت علاء بن عبداللہ الحضرمی کو بھیجا گیا۔ دمشق کے حکمران حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس حضرت شجاع بن وہاب اسدی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ یمامہ کے حکمران ہوذہ بن علی کے پاس حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نامہ مبارک لے کر پہنچے اور عمان کے حکمران کو نامہ مبارک پہنچانے والے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خطوط مختلف ممالک کے حکمرانوں کو پہنچائے اور ان کا رد عمل معلوم کرنے کے لئے خود شاہی ایوانوں میں پہنچے۔

اس داستان کے بطل جلیل حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ شاہ ایران خسرو پرویز کے دربار میں اس حالت میں پہنچے کہ ایک معمولی سی چادر زیب تن کی ہوئی تھی جو اس دور کے جفاکش عربوں کی سادگی کا مظہر تھی۔ آپ کا جسم گٹھا ہوا

اور پیشانی کشادہ' آنکھوں میں بلا کی چمک بے پناہ ذہانت کی غمازی کر رہی تھی۔ شاہ ایران کو ان کی آمد کی خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی۔ اس نے اپنے دربار کو آراستہ کر رکھا تھا تاکہ آنے والے کے دل پر ان کے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ جائے لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ دربار کی زیب و زینت کو خاطر میں لائے بغیر قلندرانہ انداز میں تخت شاہی کی طرف بڑھے۔ ایمان کی شمع دل میں روشن ہو' اسلام کی عظمت رگ و ریشے میں سرایت کر جائے اور اللہ کی محبت سے دل سرشار ہو جائے تو بڑی سے بڑی طاقت بھی پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو تخت کی طرف تیزی سے بڑھتا ہوا دیکھ کر شاہ ایران نے دربان سے کہا آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے خط پکڑ لو۔ شاہی حکم کے مطابق جب اس نے خط پکڑنے کے لئے پیش قدمی کی تو آپ نے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ۔ مجھے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ یہ خط میں بذات خود شاہ ایران کے ہاتھ تھماؤں' میں اپنے پیرو مرشد ہادی و راہنما کی حکم عدولی نہیں کر سکتا' یہ منظر دیکھ کر شاہ ایران نے کہا "چھوڑ دو' اسے آگے میرے پاس آنے دو۔" آپ نے آگے بڑھ کر نامہ مبارک شاہ ایران کے ہاتھ میں دیا' اس نے ترجمان کو حکم دیا اسے کھول کر پڑھا جائے اور مجھے بتایا جائے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے شاہ ایران کے نام۔
سلامتی' امن اور سکون و اطمینان کا مستحق وہ ہے جو ہدایت کی راہ پر چلا۔

شاہ ایران نے جب نامہ مبارک کے ابتدائی کلمات سنے تو وہ غصہ و غضب سے بھڑک اٹھا' چہرہ سرخ ہو گیا' گردن کی رگیں پھول گئیں کیونکہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط میں اپنا نام شاہ ایران کے نام سے پہلے لکھا تھا۔ اس نے اسے اپنی توہین سمجھا اور غصے سے کانپتے ہوئے خط کو ترجمان کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے پرزے پرزے کر دیا۔ بغیر یہ جانے کہ خط میں کیا لکھا ہے اس نے آگ

بگولہ ہو کر یہ کہا کہ اسے یہ جرات کیسے ہوئی کہ مجھے اس انداز میں خط لکھا۔ کیا اسے میرے اختیارات' میری طاقت اور میرے رعب و دبدبے کا اندازہ نہیں؟ اس نے حکم دیا کہ اس گنوار ایلچی کو میرے دربار سے نکال دیا جائے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دربار سے نکال دیا گیا۔

○

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ شاہ ایران کے دربار سے نکل کر یاد الٰہی میں محو آیات الہیہ پڑھتے ہوئے حالات سے بے نیاز چل دیئے۔ انہیں کچھ علم نہ تھا کہ اب ان کے ساتھ قضا و قدر کیا سلوک روا رکھنے والی ہے۔ انہیں راستے میں قتل کر دیا جائیگا یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ بالاخر وہ پکار اٹھے

رب ذوالجلال کی قسم! شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک شاہ ایران تک پہنچا دینے کے بعد اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا یہ کہہ کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔ جب شاہ ایران خسرو پرویز کا غصہ ختم ہوا تو اس نے درباریوں کو حکم دیا کہ عربی قاصد کو میرے پاس دوبارہ لایا جائے' انہیں ہر جگہ تلاش کیا گیا لیکن کہیں بھی ان کا سراغ نہ ملا' حکومت کے کارندوں کو صرف اتنا پتہ چل سکا کہ وہ ایران کی حدود سے نکل چکے ہیں' حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سرور عالم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایران کے حکمران نے آپ کا خط غیض و غضب میں آ کر پرزے پرزے کر دیا تھا' آپ نے یہ بات سنتے ہوئے رنجیدہ خاطر ہو کر فرمایا اللہ اس کی قبائے اقتدار کو چاک کر دے۔

شاہ ایران نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو حکم دیا کہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے انہیں فوری طور پر گرفتار کر کے میرے دربار میں پیش کیا

جائے۔

یمن کے گورنر نے اپنی فوج کے دو مشہور جرنیل کو ایک خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کئے' خط میں یہ تحریر تھا کہ اس سرکاری فرمان کے دیکھتے ہی ان جرنیلوں کے ہمراہ شاہ ایران کے دربار میں پہنچ جائیں' آپ کو وہاں طلب کیا گیا ہے' اس حکم کی تعمیل میں تاخیر نہ کی جائے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا پہلی فرصت میں وہاں پہنچ کر دربار میں حاضری دیں' یہ دونوں جرنیل تیزی سے سفر کرتے ہوئے پہلے طائف پہنچے' وہاں قریش کے چند تاجروں سے ملاقات ہوئی' ان سے دریافت کیا کہ اس نام کا شخص اس وقت کہاں ہو گا ہمیں اسے گرفتار کر کے شاہ ایران کے دربار میں پیش کرنے کا حکم ملا ہے' قریشی تاجروں نے بتایا کہ یہ شخص اس وقت یثرب میں آباد ہو چکا ہے' آپ وہاں پہنچ کر اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں' قریشی تاجروں کو جب یہ پتا چلا کہ یہ جرنیل مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا کو گرفتار کرنے جا رہے ہیں تو یہ خوشی سے پھولے نہ سمائے' شاداں و فرحاں مکہ پہنچ کر سردارن قریش کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا:

خوش ہو جاؤ اب تمہارے دل کی مراد پوری ہونے والی ہے' اب شاہ ایران کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھن گئی ہے اور اسے گرفتار کرنے کے لیے حکومت ایران کے نمائندے یثرب پہنچ چکے ہیں' اب اس کی طرف سے خطرے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

یمن کے گورنر باذان کے یہ دونوں نمائندے مدینہ پہنچے' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور سرکاری خط آپ کے سپرد کرتے ہوئے کہا "شاہ ایران نے ہمارے حکمران باذان کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کو گرفتار کر کے اس کے دربار میں پیش کرے' ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ آپ کو پکڑ کر اس کے حوالے کر دیں' اگر آپ ہماری بات مان لیتے ہیں تو اس میں آپ ہی کا بھلا ہے۔ اور اگر آپ نے ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تو جان لیجیے کہ شاہ ایران کا جاہ و جلال ہیبت ناک

ہے اور اس کی گرفت بہت مضبوط ہے' وہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ تمہیں اور تمہاری قوم کو ہلاک کردے' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بچگانہ باتیں سن کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"آج تم اپنی قیام گاہ میں آرام کرو' تم ہمارے مہمان ہو' کل دیکھا جائے گا۔"

دوسرے دن تیار ہو کر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا خیال ہے؟ کیا ارادے ہیں؟ کیا بخوشی شاہ ایران کے دربار میں پیش ہونے کے لیے تیار ہیں؟ ان کی بات سن کر آپ نے جلالی انداز میں ارشاد فرمایا "کون کسریٰ کون شاہ ایران! کان کھول کر سن لو وہ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اس کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا ہے۔" دونوں جرنیل یہ ناگہانی خبر سن کر ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور خوف و ہراس کے ملے جلے جذبات سے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف ٹکٹکی لگا کر حیرت کی تصویر بنے ہوئے دیکھنے لگے۔

دونوں جرنیل پوچھنے لگے جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں کیا یہ ہولناک خبر ہم اپنے حکمران باذان تک پہنچا دیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ سچ ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اسے بتا دینا کہ دین اسلام کا دائرہ کسریٰ کی سلطنت تک پھیل جائے گا' اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم وہ سبھی کچھ تمہارے حوالے کر دیں گے جو اب تمہارے پاس ہے گویا اس صورت میں تمہاری موجودہ حکمرانی اپنی قوم پر بدستور قائم رہے گی۔

○

یہ دونوں نمائندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے یہ خبر سنائی' اس نے سن کر کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سچ ہوئی تو پھر ان کے نبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر یہ بات صحیح ثابت نہ ہوئی' تو پھر ہم ان کے متعلق جو رائے قائم کریں گے وہ تم دیکھ لو گے۔

ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ باذان کو کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا یہ خط موصول ہوا جس میں یہ تحریر تھا "میں نے کسریٰ کو مار ڈالا ہے۔ اور مارا بھی اس لیے تھا کہ اپنی قوم کا انتقام لے سکوں' اس نے اپنے عہد اقتدار میں میری قوم کے شرفاء کا قتل عام شروع کیا تھا' یہی نہیں اس نے ان کی عورتوں کی بے حرمتی بھی کی اور ان کے مال و دولت کو غصب بھی کیا' میرا یہ خط جب تمہارے پاس پہنچے تو تم میری حلقہ بگوشی کرنا۔

باذان نے شیرویہ کا خط جب پڑھا تو خط کو ایک طرف پھینک دیا' اور اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا اور اس کے ساتھ بلاد یمن کے تمام فارسی النسل باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔

○

یہ تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی فارس کے بادشاہ کسری کے ساتھ ملاقات کی دلچسپ داستان ہوئی' قیصر روم کے ساتھ ان کی ملاقات کی تفصیلات کیا ہیں؟

قیصر روم کے ساتھ آپ کی ملاقات کا واقعہ حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں پیش آیا' یہ بھی ایک عجیب و غریب داستان ہے۔

انیس ۱۹ ہجری میں حضرت عمر بن خطاب نے جنگ کے لئے مجاہدین اسلام کا ایک لشکر روانہ کیا' جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے' شاہ روم کے پاس لشکر اسلام سے متعلق برابر خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اور اسے معلوم تھا کہ مسلمان پختہ حوصلے' سچائی کے خوگر اور راہ خدا میں اپنی جانیں نثار کرنے کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اس نے اپنی فوجوں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ اگر لشکر اسلام میں سے کوئی قیدی تمہارے ہاتھ آئے اسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کو رومی فوج نے گرفتار کرلیا اور قیصر روم کے سامنے حاضر کیا اور بتایا کہ ہم ایسے شخص کو گرفتار کر کے لائے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں میں سے ہے' جنہوں نے سب سے پہلے دعوت اسلام کو قبول کیا۔

○

جب حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو بادشاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے آپ کو بنظر غائر دیکھا اور کہنے لگا:

میری ایک تجویز ہے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: "وہ کیا"

اس نے کہا میری تجویز یہ ہے کہ آپ عیسائیت قبول کرلیں' آپ کو میری یہ تجویز اگر منظور ہے تو میں آپ کو آزاد کردوں گا اور آپ کے ساتھ عزت و تکریم کا معاملہ روا رکھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے جرات و عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ ممکن ہی نہیں' جس شے کی طرف آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں اس سے ہزار درجہ بہتر میں مرجانا پسند کرتا ہوں۔

قیصر نے کہا:

"آپ مجھے بہادر انسان معلوم ہوتے ہیں' آپ میری یہ تجویز قبول کرلیں تو میں آپ کو اپنی سلطنت میں شریک کرلینے پر بھی تیار ہوں" بیڑیوں میں جکڑا ہوا یہ قیدی مسکرایا اور یوں گویا ہوا:

خدا کی قسم! آپ مجھے اپنی حکومت اور جزیرۃ العرب کی مملکت دے کر بھی یہ امید نہ رکھیں کہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کے لیے بھی منحرف ہو جاؤں۔

اس نے غضب ناک ہو کر کہا میں آپ کو قتل کر دوں گا۔

آپ نے فرمایا: آپ جو چاہیں کر دیکھیں' اس کے بعد آپ کو پھانسی دے دینے کا حکم صادر کر دیا گیا' اس کا حکم یہ تھا کہ تختہ دار پر پابہ جولاں اس شخص کو اس طرح تیروں کا نشانہ بناؤ کہ تیر اس کے ہاتھوں کے بالکل قریب گریں اور اس کے ہاتھوں کو زخمی کر دیں۔

اس نازک اور تکلیف دہ موقعہ پر قیصر نے آپ کو عیسائیت قبول کرنے کی تیسری دفعہ دعوت دی لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے پاؤں کے بالکل قریب تیر مارو۔ اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔ اس نے اس موقعہ پر بھی اسلام کو ترک کر دینے اور عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو جانے کی دعوت دی' آپ نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کر دیا' آخری بار قیصر نے حکم دیا کہ اسے تختہ دار سے نیچے اتارو' پھر ایک بہت بڑی دیگ منگوائی اور اس میں تیل ڈال کر نیچے آگ لگا دی گئی' جب تیل کھولنے لگا تو اس نے حکم دیا کہ دو مسلمان قیدیوں کو حاضر کیا جائے' اس کے حکم کے مطابق دو مسلمان قیدی پیش کر دیئے گئے' دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے ایک کو کھولتے ہوئے تیل میں پھینکنے کا حکم دیا گیا' گرم اور کھولتے ہوئے تیل میں گرتے ہی اس کا گوشت پوست چٹخنے لگا۔ اور چشم زدن میں' کھال ہڈیوں سے الگ ہو گئی۔

اس کے بعد وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اب بھی موقعہ ہے عیسائیت قبول کر لو تو آپ نے پہلے سے بڑھ کر دعوت کو ٹھکرا دیا۔ جب قیصر حد درجہ مایوس ہو گیا تو اس نے چار و ناچار انہیں بھی کھولتے ہوئے تیل میں پھینکنے کا حکم دے دیا۔ جب آپ کو تیل کے پاس لایا گیا تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے' قیصر کے حواریوں نے جب یہ دیکھا تو عرض کی یہ تو سچ مچ رو رہا ہے' اس نے گمان کیا کہ شاید اس تکلیف سے گھبرا گیا ہے۔

اسے میرے پاس لاؤ' جب آپ کو قیصر کے سامنے پیش کیا گیا' تو اس نے پھر

آپ کو عیسائیت کے سامنے سر جھکانے کی دعوت دی' آپ نے اس بار بھی انکار کر دیا۔

اس نے تعجب سے پوچھا "ارے یہ بات تھی تو تم روتے کیوں تھے؟" آپ نے جواب میں کہا "میرے رونے کی وجہ یہ تھی یہ منظر دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ میرے پاس تو صرف ایک ہی جان ہے کاش میرے پاس ہزارہا جانیں ہوتیں اور میں ہر جان کو اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر راہ خدا میں قربان کر دیتا۔"

اس ظالم کا یہ سننا تھا کہ انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا' کہنے لگا اب اگر تم میرے سر کو چوم لو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ نے پوچھا:

کیا تم میرے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کر دو گے؟ اس نے کہا:

ہاں! میں تمام مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر اس دشمن دین کے سر کو چوم لوں اور اس کے بدلے میں یہ سب مسلمان قیدیوں کو رہا کر دے تو کیا مضائقہ ہے۔

پھر آپ اس کے قریب آئے اور اس کے سر پہ اپنا بوسہ ثبت کر دیا۔ قیصر روم نے حسب وعدہ حکم دیا کہ تمام مسلمان قیدیوں کو جناب عبداللہ بن حذافہ کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ ان کو ساتھ لے جائیں' رہائی پا کر حضرت عبداللہ بن حذافہ سیدھے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ سارا ماجرا تفصیل سے کہہ سنایا۔ فاروق اعظم نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور کہنے لگے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ حضرت عبداللہ کے سر کو چومے اور لو میں سب سے پہلے ان کے سر پر بوسہ دیتا ہوں' پھر آپ اٹھے اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔

حضرت
عبداللہ
بن رواحہ
رضی اللہ عنہ
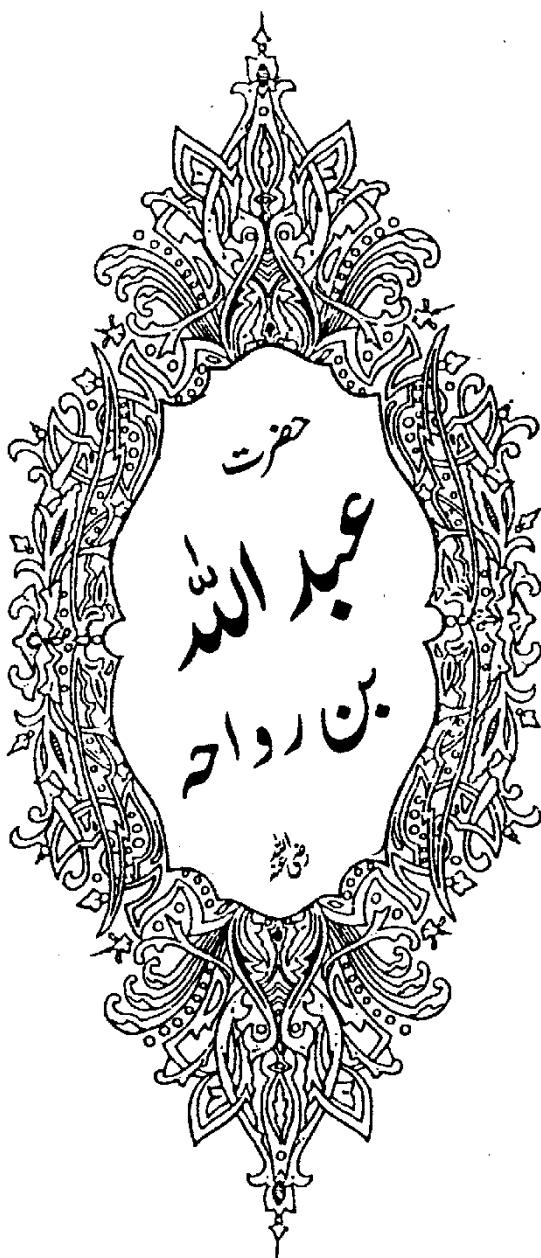
اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے جذبے کو تیرے دل میں پروان چڑھائے۔ (فرمان رسول ﷺ)

جنگ موتہ میں قیادت کے فرائض سرانجام دینے والا' جنگ بدر میں شرکت کا اعزاز حاصل کرنے والا' غزوہ سویق کے دوران دربار رسالت کی جانب سے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے والا' تیس مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے خیبر کے مشہور و معروف یہودی اسیر بن رزام کو تہہ تیغ کرنے والا' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خیبر کی زمین اور اس کے مالی وسائل کا تخمینہ لگانے کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نباہنے والا' رزم و بزم میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلانے والا حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا ماموں اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی میدان جنگ کو جاتے ہوئے لشکر اسلام میں سب سے آگے اور واپسی پر لشکر کے پیچھے پیچھے آنے والا جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ' جس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ کسی بھی ساتھی کو ملتے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتے آیئے میرے بھائی کچھ دیر کے لئے ہم اپنے ایمان کی تجدید کرلیں۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حسب عادت ایک ساتھی کو یہی الفاظ کہے تو وہ غصے میں آگیا اور اس نے دربار رسالت میں شکایت لگاتے ہوئے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ ابن رواحہ بڑا عجیب آدمی ہے یہ ہمیں کچھ دیر کے لئے ایمان لانے کو کہتا ہے حالانکہ ہم

مستقل آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ بھلا یہ کیا ہوا کہ کچھ دیر کے لئے ایمان کی تجدید کرلیں؟

آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تم محسوس نہ کیا کرو عبداللہ بن رواحہ کی نیت خالص ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے دامن کو اپنی رحمت سے بھر دے دراصل وہ بار بار ایسی محفل سجانا چاہتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کریں۔

○

خیرالوریٰ' بدرالدجیٰ' شمس الضحیٰ' نور الھدیٰ' پیارے مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' الفت' عقیدت اور اطاعت کا جذبہ انکے نہاں خانہ دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف تشریف لا رہے تھے' سرور عالم خلق مجسم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ یہ ابھی مسجد کے دروازے کے باہر ہی تھے کہ آپ نے دوران خطاب ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ۔

یہ حکم سنتے ہی انکے قدم اسی وقت رک گئے اور فوراً وہیں جوتوں میں بیٹھ گئے۔ رحمت عالم' نیر تاباں' روشن و رخشاں' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثار صحابی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور آپ نے خوش ہو کر انکے حق میں یہ دعا کی

زادک اللہ حرصا علی طاعتہ و طاعۃ رسولہ

"اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے جذبے کو تیرے دل میں پروان چڑھائے۔"

عقیدت' محبت اور اطاعت ہو تو ایسی کہ جس پر ملائیکہ بھی رشک کریں۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر جلوہ گر ہوتے ہوئے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمارداری کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ

راستے میں منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا دشمن عیار و مکار عبداللہ بن ابی چند ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ جب سواری کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے کبیدہ خاطری کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ کیا گرد اڑائی جا رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے ان سے نہ رہا گیا بڑی محبت و عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ تشریف لائیے آپ کا ہر حکم ہماری سر آنکھوں پر' آپ کی آمد سے ہمارے بھاگ جاگ اٹھے' آپ کے چہرۂ انور کا دیدار ہمارے لئے سرمایہ حیات ہے' کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی آپ کی باتیں ہمارے لئے گویا مصری کی ڈلیاں ہیں' آپ کے وجود اطہر کی خوشبو سے سرزمین مدینہ معطر ہو گئی۔ آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر"
دراصل یہ عبداللہ بن ابی کے سفلی جذبات و احساسات پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ایک تازیانہ برسایا گیا تھا تاکہ وہ دین کا دشمن اس ضرب قلندری سے تلملا اٹھے اور اسے پتہ چل جائے کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے اور ان سے محبت کرنے والے اپنے دلوں میں کیا جذبات رکھتے ہیں اور عقیدت کا والہانہ انداز کیا ہوتا ہے؟

ان کی محبت و عقیدت اور جذبہ اطاعت سے متاثر ہو کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بیمار ہو گئے بیماری اس قدر شدید تھی کہ یہ بے ہوش ہو گئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو اسی وقت انکے پاس تشریف لائے انہیں بے ہوشی کے عالم میں دیکھا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی

"الٰہی! اگر اس کا آخری وقت آگیا ہے تو اس کے لئے یہ منزل آسان کر دے۔ اگر اس کی زندگی ابھی باقی ہے تو اسے شفا عطا کر دے۔

دعا کا مانگنا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آنکھیں کھول دیں چہرہ انور پر نگاہ پڑی تو ہر تکلیف کافور ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے خواہ اس میں ان کو کتنی ہی دشواری کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

ان کے بھائی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم سخت گرمی کے موسم میں رحمت عالم، نیر اعظم، خلق مجسم، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر پر روانہ ہوتے تو پورے قافلے میں آپ اور عبداللہ بن رواحہ عام طور پر روزہ دار ہوتے۔

عبادت کے ساتھ ان کا شغف دیدنی اور قابل رشک تھا نیز ان کا یہ معمول تھا کہ گھر سے باہر جاتے ہوئے اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے دو نفل نماز ضرور ادا کرتے تھے یہ ایک ایسی عمدہ عبادت ہے کہ جس سے قرب الٰہی کے حصول میں مدد ملتی ہے اور اللہ والوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ کثرت کے ساتھ نوافل کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے، جب انسان اللہ کے دربار میں سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس کی یہ دعا اور اس کی عاجزی و انکساری اسے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتی ہے، فرشتوں میں اس کے تذکرے ہونے لگتے ہیں۔ ملائکہ اسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق اس کے لئے دعاگو ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہر دم اس کے شامل حال رہتی ہے۔

○

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین کاتب ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے ان کی شاعری کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

والشعراء یتبعھم الغاوون○

شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

یہ قرآنی آیت سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ زار و قطار رونے لگے۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں' کہنے لگے ہائے افسوس ہم مارے گئے ہمارا شمار تو ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی مذمت میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی' ہمارا اب کیا بنے گا' کاش کہ شعرو شاعری سے ہمارا دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا ان کی گریہ زاری اور آہ و فغاں پر ترس کھاتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

الا الذین امنوا و عملوا الصلحات

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

یعنی مومن اور نیک شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ حکم سن کر تینوں جلیل القدر شاعر صحابہ کرامؓ کو دلی اطمینان نصیب ہوا' ان کا غم خوشی میں تبدیل ہو گیا' غمگین آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی اور دل حزیں مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گیا پھر انہوں نے اسلام کے دفاع کی خاطر دلکش انداز اور ولولہ انگیز اسلوب میں خوب شاعری کی۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اینٹیں اور گارا ڈھوتے ہوئے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا یہ مشہور و معروف شعر جاری تھا اور آپ بار بار اسے دہرا رہے تھے۔

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

فاغفر الانصار و المھاجرۃ

الٰہی! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

الٰہی! انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

تعمیر مسجد میں مصروف تمام صحابہ کرامؓ بھی دلفریب انداز میں یہی شعر گنگنا رہے تھے جس سے ماحول میں عجیب سماں پیدا ہو چکا تھا ہر کوئی یہ شعر پڑھتے ہوئے تعمیراتی کام کو راضی خوشی سر انجام دے رہا تھا شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونچی آواز میں یہ شعر پڑھنا جہاں اچھی شاعری کی تعریف و توصیف کی غمازی کرتا

ہے وہاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھے شاعر ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے۔

اچھے شاعروں کا کلام ہمیشہ اچھے لوگوں کی زبان پر جاری و ساری ہوتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ڈاچی کی مہار پکڑے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
الیوم نضربکم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الهام عن مقیلہ
ویذہل الخلیل عن خلیلہ

کافر کے بچو رسول اقدسؐ کا راستہ چھوڑ دو آج انکی تشریف آوری پر ہم تمہیں ایسی مار دیں گے جو تمہارے سر اپنے دھڑ سے الگ کر دے گی اور دوست کو اپنا جگری دوست بھلا دے گی۔ یہ اشعار سن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے رواحہ کے بیٹے' اللہ کے حرم میں' مقدس مقام پر اللہ کے نبی کے سامنے ایسے نامناسب شعر کہنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔

شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر ارشاد فرمایا

"اے عمر! رہنے دو اسے اپنا کام کرنے دو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' ابن رواحہ کا کلام کافروں کے سینوں میں نیزے سے بھی زیادہ گہرا گھاؤ پیدا کر رہا ہے۔ اس کے اشعار ان کے جسموں کو تیروں کی مانند چھلنی کر رہے ہیں۔ زبان سے الفاظ نہیں بلکہ کمان سے تیر برس رہے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ولولہ انگیز شاعری کو اس سے بڑھ کر اور کیا خراج

تحسین پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ ابن رواحہ اپنے تازہ کلام سے اپنے ساتھیوں کے دل گرمائیں اور ان میں تحریک پیدا کریں عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آجکل تو میں نے شعر کہنے چھوڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس ہی کھڑے تھے انہوں نے جلالی انداز میں ارشاد فرمایا:

سنو! اللہ کے رسول کی طاعت کرو۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یہ بات سنتے ہی ارتجالا" یہ شعر کہنے لگے۔

تاللہ لو لا اللہ ما اھتد ینا
ولا تصد قنا ولا صلینا
فانزلن سکینتہ" علینا
فثبت الاقدام ان لاقینا
ان الاعداء قد بغوا علینا
اذا ارادو فتنہ" ابینا

اللہ کی قسم اگر اللہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

نہ صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز پڑھتے الٰہی ہم پر سکینت نازل فرما۔

الٰہی جب ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

بلاشبہ دشمن نے ہم پر ظلم کیا ہے جب یہ کسی فتنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کر دیں گے۔

ایک روز ان کی رفیقہ حیات نے تازہ کلام سننے کی فرمائش کی تو آپ نے برجستہ یہ شعر پڑھا

شھدت بان وعد اللہ حق

وان النار مثوی الکافرینا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے۔

بیوی نے جھومتے ہوئے کہا واہ واہ کتنا اچھا شعر کہا کچھ اور سنایئے بڑا ہی ایمان افروز شعر تھا آپ کی شاعری کے کیا کہنے!

بیوی کی فرمائش پوری کرتے ہوئے آپ نے اسی ردیف پر یہ شعر کہے۔

وان العرش فوق الماء طاف

وفوق العرش رب العالمینا"

وتحملہ ملائکتہ کرام

ملائکتہ الالہ مقربینا

بلاشبہ عرش پانی پر تیر رہا ہے اور عرش کے اوپر پروردگار عالم جلوہ افروز ہیں اس عرش کو معزز فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ معبود حقیقی کے فرشتے اس کے ہاں مقرب اور محترم ہیں۔

بیوی کی فرمائش اور اپنی شعرگوئی کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اٹھے۔

○

سرزمین شام کے سرحدی مقام موتہ کی طرف روانگی کے لئے جو اسلامی لشکر ترتیب دیا گیا اس کے لئے شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سپہ سالار نامزد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اس لشکر کے پہلے امیر زید بن حارثہؓ ہوں گے اگر یہ راہ حق میں شہید کر دیئے جائیں تو پھر لشکر کی قیادت جعفر بن ابی طالب کے سپرد کر دی جائے اور جب وہ شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت کے فرائض عبداللہ بن رواحہ سرانجام دیں گے دربار رسالت سے حکم پاکر جب مجاہدین کا یہ قافلہ مدینہ

منورہ سے روانہ ہونے لگا اور مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں نے انہیں دعاؤں اور نیک تمناؤں سے رخصت کیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ یہ شعر کہے۔

لکنني اسال الرحمان مغفرة
وضربتہ ذ ات فرع یقذ ف الزبد ا
او طعنتہ بید ی حران مجھزة
مجربتہ تنفذ الامشاء والکبدا
حتی یقال اذا سروا علی جدثی
ارشد ہ اللہ من غار و قد رشد ا

میں اللہ رحمان سے بخشش کا سوالی ہوں اور ایسی کاٹ دار تلوار کا سوالی ہوں جو جھاگ اڑاتی ہو یا میرے ہاتھ میں ایسا نیزا ہو جو حران مقام کا تیار شدہ ہو یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور جگہ کے آرپار ہو جائے۔

میری دلی تمنا ہے کہ جب لوگ میری مرقد کے پاس سے گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد میدان کی خود راہنمائی کی ہے۔

سرزمین شام کے سرحدی مقام موتہ کے میدان میں مجاہدین نے پڑاؤ کیا دیکھا کہ شاہ روم ہرقل ایک لاکھ فوج کی قیادت کرتا ہوا میدان میں اترا ہوا ہے تو بعض مجاہدین نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ ہمیں پہلے دربار رسالت میں یہ پیغام پہنچا دینا چاہئے کہ مقابلہ بہت سخت ہے رومی فوج ایک لاکھ کی تعداد میں اسلحے سے لیس ہو کر میدان میں اتری ہوئی ہے جبکہ مجاہدین صرف تین ہزار ہیں جنگی لحاظ سے مسلمان خطرے میں ہیں۔ دربار رسالت سے جو حکم آئے اس کی تعمیل کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے پورے جوش و جذبہ سے فرمانے لگے

میرے ساتھیو! کیوں گھبرا رہے ہو؟

جنت تمہاری منتظر ہے۔ آج شہادت کا بلند رتبہ حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔

میدان جہاد میں اترتے ہوئے ہمیں قلت و کثرت کو نہیں دیکھنا چاہئے ہم تو دین کی سربلندی کے لئے سربکف میدان میں نکلے ہوئے ہیں۔ اسی دین کی وجہ سے ہمیں عزت و سرفرازی نصیب ہوئی ہے انجام سے بے خبر ہو کر میدان میں کود جاؤ نتیجہ جو بھی ہو گا تمہارے حق میں بہتر ہو گا مارے گئے تو شہید بچ نکلے تو غازی۔

ان کے پرجوش خطاب نے مجاہدین کے دلوں کو گرمایا اور وہ سربکف انجام کی پرواہ کئے بغیر میدان میں اتر آئے گھمسان کا رن پڑا۔ امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے اسلامی لشکر کا جھنڈا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھام لیا وہ بھی دیوانہ وار لڑتے ہوئے ملک عدم کو سدھار گئے۔ آگے بڑھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کی قیادت سنبھالتے ہوئے یہ شعر پڑھے۔

اقسمت یا نفس لتنزلنه

طائعته او لتکرهنه

ان اجلب الناس و شدد الرنته

مالی اراک تکرهین الجنته

قد طال ما قد کنت مطمئنته

هل انت الا نطفته فشنته

اے نفس مجھے قسم ہے تجھے بخوشی یا بامر مجبوری میدان میں ضرور اترنا ہو گا۔

اگرچہ لوگ جمع ہو گئے اور چیخ و پکار کرنے لگے یہ کیا ہوا میں تجھے جنت میں جانے سے گریزاں دیکھ رہا ہوں۔

بلاشبہ تو نے لمبی مدت اطمینان سے زندگی بسر کی۔ کیا تو ایک روز رحم مادر میں گندے پانی کا ایک حقیر قطرہ نہ تھا؟

اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو تلقین کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یا نفس ان لا تقتلی تموتی
ھذا حمام الموت قد لقیت
وما تمنیت قد اعطیت
ان تفعلی فعلھما ھد یت
و ان تاخرت قد شقیت

اے نفس اگر تجھے قتل نہ کیا گیا تو تو پھر بھی مرجائے گا اس موت کے پرندے سے یقیناً تو ملے گا۔ جو تو نے تمنا کی، وہ تجھے عطا کر دی گئی۔ اگر تو نے اپنے پیش رو دونوں شہیدوں جیسا کام کیا تو راہ ہدایت پہ ہو گا اور اگر تو کوتاہی کا ارتکاب کرتے ہوئے میدان میں اترنے سے پیچھے ہٹا تو بد بختی تیرا مقدر بن جائے گی۔

یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کا دیوانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے لشکر اسلام کا جھنڈا آگے بڑھ حضرت ثابت بن اقرم نے پکڑ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا اب آپ ہی اس کشتی کو بھنور سے نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں آپ آگے بڑھیں اور اس ڈولتی ہوئی ناؤ کو کنارے لگانے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں میری نظر میں اب آپ سے بہتر اس لشکر کو سنبھالنے کے لئے ہم میں اور کوئی نہیں میں اور میرے تمام ساتھی متفقہ طور پر آپ کو اپنا امیر تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جنگی تاریخ میں ایک انوکھا کارنامہ سرانجام دیا جس سے جنگی امور کے ماہر ورطہ حیرت میں ہیں کہ ایک لاکھ مسلح افواج کے مقابلے میں صرف تین ہزار اور پھر وہ بھی صحیح سلامت واپس پلٹنے میں کامیاب ہو جائیں۔ واقعی یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے جس کی بنا پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار رسالت

سے سیف اللہ کا خطاب ملا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کے ایک عظیم جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے جن کے کہے ہوئے اشعار کو سرور عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا اور بعض اشعار کو اپنی زبان مبارک سے ادا بھی کیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

حضرت
عبادہ
بن صامت
رضی اللہ عنہ

عبادہ بن صامت میدان جنگ میں ایک ہزار افراد کے مقابلے میں
اکیلا کافی ہے۔ (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

صامت بن قیس خزرجی کا لخت جگر' قرۃ العین بنت عبادہ کا نور چشم' ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی' اور خولہ بنت ثعلبہ کا رفیق حیات' جس کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①

غزوہ بدر میں شریک ہو کر انسانی رفعت کے بام عروج پر پہنچنے والا' بیعت رضوان میں شمولیت اختیار کر کے رضائے الٰہی کو اپنے دامن کی زینت بنانے والا' مصر کو فتح کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والا' تجربہ کار' دلیر' بہادر اور نڈر جرنیل' شاہ مصر مقوقس کے دربار میں لشکر اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کرنے والا ایک کامیاب سفیر' دربار خلافت کی جانب سے سرزمین فلسطین میں نامزد کردہ پہلا قاضی جس نے وہاں عدل و انصاف کو قائم کرنے میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں' سرزمین شام میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو برملا حق کا پرچار کرنے والا صاف گو اور فصیح البیان خطیب' شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اصحاب صفہ کو قرآن مجید کی تعلیم دینے پر مامور خوش نصیب صحابی' شب بیدار' خشیت الٰہی کا خوگر' دعا استغفار میں ہر دم مشغول' اطاعت الٰہی اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلدادہ' معصیت سے بیزار' احکام الٰہی کا پابند اور طاغوت کے خلاف برسرپیکار' رات کو مصلے اور دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کرنے والا ایک قابل رشک مجاہد'

شہادت کا متمنی اور ہر دم اللہ کی رضا کا متلاشی جسے اسلامی تاریخ کے سنہری ابواب میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو مدینہ منورہ کے مشہور و معروف قبیلہ خزرج کا چشم و چراغ تھا جس نے واقعہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے ایمان کی دولت کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی سعادت حاصل کی' جسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار جنگجو افراد کے ہم پلہ قرار دیا تھا۔

○

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رزم و بزم خوشی و غمی اور تنگی و خوشحالی میں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا اعزاز حاصل کیا۔ تمام غزوات میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے' یہود اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کو بے اثر کرنے میں بنیادی اور اہم کردار ادا کیا' مرتدین کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر محاذ پر نمایاں کردار ادا کیا۔

اللہ کی راہ میں جہاد اور شہادت زندگی بھر دل کو مرغوب رہے قرآن مجید کی تعلیم دینا اور اس کے احکامات کو پھیلانا زندگی بھر کا مشغلہ رہا' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں سرزمین شام سے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار خلافت کو خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ اہل شام کو قرآنی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہے تو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابو درداء اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طرطوس کے فتح کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جب لاذقیہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو حمص میں حضرت عبادہ بن صامت رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں فلسطین کا قاضی مقرر کیا عہد فاروق میں عدالتی نظام قائم ہونے کے بعد یہ پہلے جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں عدالت عالیہ کا اہم ترین منصب سونپا گیا۔ شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ و زکوۃ کا مال وصول کرنے کے لئے مختلف مقامات پر ان کو متعین کیا اور نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اللہ سے ڈرتے رہنا بیت المال کے لئے وصول کی گئی کوئی چیز اپنے ذاتی استعمال میں لانے سے پرہیز کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ اشیاء تیرے خلاف دربار الٰہی میں استغاثہ پیش کردیں"

یہ نصیحت آموز کلمات سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ اٹھے اور آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے' میں نہیں چاہتا کہ مجھے دو آدمیوں پر بھی امیر مقرر کیا جائے یا امت مسلمہ کی کوئی مالی ذمہ داری مجھے سونپی جائے۔

○

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مصر کو فتح کرنے کے لئے عظیم جرنیل حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو روانہ کیا گیا جب یہ لشکر اسلام کو لے کر مصر پہنچے تو دیکھا کہ مصری اور رومی فوجی کثیر تعداد میں خم ٹھونک کر مقابلے کے لئے میدان میں موجود ہیں اس نازک ترین صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار خلافت سے مدد طلب کی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر مصر روانہ کیا اور اس تازہ دم لشکر کو منظم رکھنے کے لئے چار جرنیل نامزد کئے اور ہر جرنیل کی کمان میں ایک ہزار مجاہد دے دیئے' ان چار منتخب جرنیلوں میں ایک حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی

تھے۔

اور ساتھ ہی امیر المومنین نے امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ میں تمہارے تعاون کے لئے چار جرنیلوں کی قیادت میں چار ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک تازہ دم لشکر روانہ کر رہا ہوں ان میں سے ہر ایک جرنیل ایک ہزار افراد کے ہم پلہ ہے۔ لشکر اسلام میدان میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا' شاہ مصر مقوقس نے لشکر اسلام کی قوت اور تنظیم کا اندازہ کرنے کے لئے چند جاسوس نامزد کئے تاکہ صحیح صورت حال سے آگاہ کر سکیں انہوں نے بھیس بدل کر مجاہدین کا قرب حاصل کیا اور ان کا طرز عمل دیکھتے ہوئے شاہ مصر مقوقس کی خدمت میں وضاحت کرتے ہوئے کہا:

جناب عالی! ہم نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جنہیں موت اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے نخوت اور تکبر کی بجائے عاجزی و انکساری کو وہ زیادہ پسند کرتے ہیں دنیاوی مال و متال سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں زمین پر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں انہوں نے بالکل سادہ اور یکساں نوعیت کے لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ سب آپس میں برابر دیکھائی دیتے ہیں۔ کوئی اجنبی پہچان ہی نہیں سکتا کہ ان میں امیر کون ہے جب نماز کا وقت آتا ہے تو پہلے یہ جسم کے بعض حصے پانی سے دھوتے ہیں اور پھر سب صف باندھ کر اپنے اللہ کی عبادت میں یوں مشغول ہوتے ہیں کہ جیسے اب ان کا اس دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو' ان کی سجدہ ریزی اور گریہ زاری قابل دید ہوتی ہے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا انداز بالکل نرالا اور انوکھا دیکھائی دیتا ہے ایک ساتھ رکوع اور سجدہ ریز ہونے کا اسلوب قابل دید ہوتا ہے باجماعت عبادت کرتے وقت ایک شخص آگے کھڑا ہوتا ہے اور دوسرے صفیں بنا کر اس کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں جس طرح وہ شخص کرتا ہے سب اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ کھڑا ہوتا ہے تو سب کھڑے ہوتے ہیں وہ جھکتا ہے تو سب جھک جاتے ہیں وہ سجدے میں جاتا ہے تو سبھی ایک ساتھ سجدے میں گر جاتے ہیں اس جیسا

نظم و نسق اور اپنے امیر کی اطاعت آج تک ہم نے نہیں دیکھی چہرے انکے چمکتے دیکھائی دیتے ہیں یہ تو کوئی نئی مخلوق اس زمین پر اتر آئی ہے۔

شاہ مصر یہ باتیں سن کر حیرت زدہ ہوا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا "اگر واقعی یہ قوم ایسی ہے تو پھر ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے بلند و بالا پہاڑ بھی ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے ہمارے لئے بہتر راستہ یہی ہے کہ ہم ان کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں اور ان سے مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ میرے خیال میں اگر آج ہم نے صلح کا موقعہ ضائع کر دیا تو پھر کبھی یہ سنہری وقت ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا اگر یہ ایک دفعہ دریائے نیل کی سونا اگلنے والی سرزمین پر قابض ہو گئے تو پھر کبھی بھی یہ زمین ہم ان سے واگزار نہیں کرا سکیں گے اگر ایک دفعہ انکے قدم ہمارے اس پیارے ملک میں جم گئے تو ہم کسی صورت میں بھی انکے قدم اکھاڑ نہیں سکیں گے۔ ان سے باقاعدہ بات کی جائے شاید ہمارے لئے کوئی بہتر صورت نکل آئے"

اس نے شاہانہ انداز میں درباریوں سے پوچھا "مجھے بتاؤ کہ اس نازک صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا میں جن خیالات و خدشات کا اظہار کر رہا ہوں وہ ٹھیک نہیں سب درباریوں نے بیک زبان دست بستہ انداز میں عرض کیا حضور آپ کے خیالات عالیہ کے کیا کہنے! نظر بد دور آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر حضور جو آپ فرمائیں۔

چشم ما روشن دل ماشاد

آپ کے حکم کے آگے رعایا دم مارنے کی بھلا کیسے جرات کر سکتی ہے جو آپ نے سوچا بالکل درست سوچا جو آپ فیصلہ صادر کریں گے وہ پتھر پر لکیر ہے ساری رعایا اشارہ چشم کی منتظر ہے جو آپ چاہیں گے وہی ہو گا جو آپ حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی جو آپ اشارہ دیں گے رعایا اس پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو گی کوئی فرد بھی آپ کے کسی حکم سے انحراف نہیں کرے گا۔

شاہ مصر نے کہا کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ لشکر اسلام کے نمائندہ وفد سے ملاقات کرکے خود انکے خیالات سنوں اور اپنے رعب و دبدبے اور وسائل و اختیارات اور فوجی طاقت کے بارے میں انہیں بتا دوں شاید وہ ہماری قوت و جبروت سے خوف زدہ ہوکر مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کردیں اور ہم کسی نئی مصیبت کا شکار ہونے سے بالکل بچ جائیں سب نے کہا حضور بالکل سچ فرمایا آپ نے' آپ کی بلند خیالی کے کیا کہنے! آپ کا اقبال بلند ہو۔

شاہ مصر نے شاہانہ انداز میں گرجتے ہوئے ایلچی کو حکم دیا کہ لشکر اسلام کے قائد کو ہمارا پیغام پہنچا دیا جائے کہ مابدولت اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ ایلچی آداب بجا لاتے ہوئے عرض گزار ہوا سرکار' ظل سبحانی آپ کا خادم بسرو چشم آپ کا حکم ابھی بلا تاخیر مسلمانوں کے قائد تک پہنچانا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے شاہ مصر کے ایلچی نے لشکر اسلام کے جرنیل حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ پیغام دیا کہ سربراہ مملکت آپ سے ملنا چاہتے ہیں امید ہے آپ تشریف لے جاکر مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔ لشکر اسلام کے جرنیل حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نمائندہ وفد تشکیل دیا اور اس کا امیر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا اور سرکاری ایلچی کے ساتھ شاہ مصر سے ملاقات کے لئے روانہ کردیا اور یہ ہدایت دی کہ گفتگو صرف امیر وفد کرے گا اور سب خاموشی سے سنیں اور اپنے امیر کی اطاعت کریں۔

جب یہ وفد شاہ مصر کے دربار میں پہنچا' وفد کے آگے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے باوقار انداز میں شاہ مصر کی طرف بڑھ رہے تھے وہ تخت پر دم بخود بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا امیر وفد حضرت عبادہ بن صامت لمبے قد گندمی رنگ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ شاہ مصر انہیں دیکھ کر اندر سے مرعوب ہوگیا اور اپنی خفت کو چھپانے اور وفد پر اپنا جھوٹا رعب جمانے کے لئے گرج کر بولا میرے ساتھ گفتگو کے لئے کسی خوبصورت اور جاہ و جلال کے حامل شخص کو لایا

جائے میں اس کالے رنگ اور معمولی لباس والے شخص سے گفتگو کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں اس کی اس گرج اور طمطراق میں خوف و ہراس کی آمیزش نمایاں دیکھائی دیتی تھی۔

وفد کے تمام ارکان نے شاہ مصر کی بزدلانہ گفتگو کو سن کر بیک زبان ہو کر کہا:
بادشاہ سلامت ہمارے امیر نے اسے نمائندہ نامزد کیا ہے یہ عقل و دانش اور فہم و فراست میں ہم سب سے ممتاز ہے اس کی موجودگی میں ہم میں سے کوئی بھی آپ سے بات نہیں کرے گا اس کے سامنے ہم سب طفل مکتب ہیں گفتگو کا سلیقہ جو اس کے پاس ہے وہ کسی اور میں نہیں ہم سب اس کے تابع ہیں آپ کو بات اسی سے کرنا ہوگی آپ اپنی سنائیں اور انکی سنیں۔

شاہ مصر مقوقس نے کہا: ”بڑے تعجب کی بات ہے تم اس کی امارت پر کیسے راضی ہوگئے یہ تو مجھے معمولی سا شخص دیکھائی دیتا ہے“ شاہ دراصل نفسیاتی طور پر اثر انداز ہونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اطمینان اور خاموشی سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے اور اس کی بچگانہ حرکات و سکنات کا مسکراتے ہوئے جائزہ لے رہے تھے جب شاہ مصر کا کوئی بھی تیر نشانے پر نہ لگا اور وفد میں سے کسی پر بھی ذرہ برابر اثر انداز نہ ہوسکا تو کہنے لگا ”ٹھیک اگر تم سب نے متفقہ طور پر میرے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے اس کو منتخب کیا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہے آیئے اور قریب تشریف لایئے لیکن ذرا نرمی سے گفتگو کرنا کہیں اپنے کھردرے چہرے کی طرح کرخت گفتگو نہ کرنا کہیں آپ کی ترش روئی اور سخت کلامی کی چوٹ سے ہمارے آبگینہ دل میں کوئی شگاف نہ پیدا ہو جائے۔“

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت باوقار انداز میں مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور ارشاد فرمایا:
جناب عالی! آپ صرف مجھے دیکھ کر ہی اتنے خوف زدہ ہوگئے اگر آپ ان ہزار

افراد کی طرف دیکھ لیتے جنہیں میری کمان میں دیا گیا اور اگر آپ کی یہ نازک نگاہیں ان جوانمردوں کے چہروں پر پڑ جاتیں تو آپ کا کیا بنتا؟ انہیں دیکھ کر آپ کا پتہ پانی ہو جاتا۔

جان من! یہ نازک خیالی اور پھر رعب کا اظہار کوئی جچتا دکھائی نہیں دیتا۔ یہ نرم و نازک ہاتھ اور شیروں سے پنجہ آزمائی کوئی دانشمندانہ انداز معلوم نہیں ہوتا پھر آپ گرج کر بولے اے شاہ مصر! میری بات ذرا دھیان سے سنو اگر تیری فوج کا ایک سو لڑاکا جوان میرے اکیلے کے مقابلے میں آجائیں تو مجھے ذرا برابر بھی خوف و ہراس محسوس نہیں ہوگا اور ذرا کان کھول کر سنو! راہ جہاد ہماری مرغوب منزل ہے شہادت ہمارا مقصد ہے ہم دنیا حاصل کرنے کے لئے میدان جنگ کا رخ نہیں کرتے بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی ہمارے پیش نظر ہوتی ہے ہم تو جیتے ہی صرف اللہ کے نام کا اطراف عالم میں ڈنکا بجانے کے لئے ہیں۔

ذرا دھیان سے سنو! ہمارے سامنے پڑا ہوا بیش قیمت خزانہ اور مٹی کا ڈھیر ایک برابر ہیں ہم میں سے ہر ایک اس دنیا میں صرف اتنی غذا چاہتا ہے جس سے صرف ایک دن رات کی بھوک کا مداوا ہوسکے ذخیرہ اندوزی کا کبھی ہم نے سوچا ہی نہیں۔

ہم کپڑا صرف اتنا ہی چاہتے ہیں جس سے اپنے جسم ڈھانپ سکیں ہم میں سے اگر کسی کے ہاتھ سونے کا ایک بڑا خزانہ لگ جائے تو وہ پلک جھپکنے میں ہی اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردے گا اور اپنے پاس صرف اتنا ہی مال رکھے گا جس سے اس کی بھوک کا سدباب ہوسکے۔"

مصر کے حکمران مقوقس نے حضرت عبادہ بن صامت کی جرات مندانہ' پرسوز' دل آویز اور اثر انگیز گفتگو پورے غور سے سنی اور اپنے وزیر کے کان میں کہا: دیکھا کیسا بارعب انداز ہے؟ کیسا عمدہ الفاظ کی ادائیگی کا سلیقہ ہے؟ کیا طمطراق ہے؟ اور خیالات کی بلندی کے کیا کہنے؟

پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور

کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اے عبادہ! جانتے ہو ہمارے پاس کتنے وسائل ہیں ہماری فوج پوری طرح مسلح ہے اور ہماری مدد کے لئے تازہ دم رومی فوج بھی پہنچ چکی ہے ہمارا مقابلہ تمہارے بس کی بات نہیں تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنی جان بچا کر یہاں سے واپس چلے جاؤ میں تمہاری بہتری کے لئے یہ کہہ رہا ہوں ورنہ تمہیں اس میدان میں ایسی چوٹ لگے گی کہ تم سنبھل نہیں سکو گے میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے کہ میدان جنگ میں پیش آنے والے خطرے اور ناقابل تلافی نقصان سے تمہیں پیشگی آگاہ کردیا جائے ورنہ مصری اور اس کی حلیف فوجیں پوری طرح مسلح ہوکر میدان میں اتر چکی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اپنے کئے پر ندامت اٹھانی پڑے۔

پھر پچھتائے کیا ہوت   جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب بھی موقع ہے سنبھل جاؤ میں خود اپنی فوجوں کو سنبھال لوں گا۔

شاہ مصر کی یہ مضحکہ خیز اور ذلت آمیز باتیں سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوف زدہ ہونے کی بجائے بڑے ولولہ انگیز انداز میں ارشاد فرمایا:

اے مخملیں تخت پر عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے والے مصر کے حکمران کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہنا اگر اس جیسی اتنی اور فوج بھی ہمارے مقابلے میں آجائے تو ہمارے اعصاب پر پھر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ راہ حق میں شہادت ہمارا مطلوب و مقصود ہے میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو ہم اپنے لئے سب سے بڑی سعادت گردانتے ہیں۔ ہمیں اللہ کی راہ میں موت اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے ہم جب اپنے گھروں سے نکلتے ہیں تو واپس پلٹنے کی امید ہمارے نہاں خانہ دل میں سمائی نہیں ہوتی ہمارے گھروں اور اولاد کا وارث ہمارا اللہ ہے۔

اے شاہ مصر تم ہماری ظاہری شکل و صورت دیکھ کر ترس کھانے کا انداز اپنا رہے ہو آپ کو معلوم ہونا چاہئے ہم انتہائی خوشحال لوگ ہیں ہم اپنی قسمت پر نازاں و فرحاں ہیں جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اس سے زیادہ اس فانی دنیا میں کچھ اور چاہتے ہی نہیں اگر کسی کو دنیا کا مال وافر مقدار میں مل جائے تو وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے دلی خوشی محسوس کرتا ہے اسے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک اس کی ملکیت سے دستبردار نہیں ہو جاتا تم ہم پر ترس کھانے کی بجائے اپنے اس تخت کی فکر کرو جس پر بیٹھ کر تم کو اس طرح کی باتیں سجھائی دیتی ہیں۔

ہمارا پیغام صرف یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو اس صورت میں تم اس ملک کے بدستور حاکم رہو گے' تمہارے موجودہ اختیارات کو کوئی چیلنج نہیں کرے گا اگر اسلام قبول کرنا پسند نہیں تو پھر تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا بایں صورت تمہاری جان اور مال کی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی اگر ہماری یہ دونوں باتیں آپ کو منظور نہیں تو پھر میدان جنگ میں ہماری تلوار فیصلہ کرے گی تم اپنے ہم نشینوں سے مشورہ کرکے ہمیں بتا دینا یہ وہ پیغام ہے جو مجھے امیر لشکر کی طرف سے آپ تک پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا اور انہیں امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکم ملا تھا اور فاروق اعظمؓ کو شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام کو اکناف عالم میں بسنے والے حکمرانوں تک پہنچانے کا حکم دیا تھا۔

اس طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہ مصر مقوقس کے دربار میں جرات شجاعت اور ایمان افروز انداز میں سفارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

نفسیاتی جنگ میں یہ حربہ نہایت کامیاب ثابت ہوتا ہے جسے امیر وفد نے نہایت چابکدستی سے استعمال کرکے تمام درباریوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور یہ حربہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی مدمقابل کے پاؤں اکھاڑنے اور چھکے چھڑانے کے لئے بھرپور انداز میں استعمال کیا جاتا ہے فوجیں اپنے جاسوس اسی لئے ہر طرف پھیلا

دیتی ہیں تاکہ افواہوں کے ذریعے مدمقابل کو نفسیاتی طور پر مرعوب کر دیا جائے' یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جو فوج مرعوب ہو جائے وہ میدان جنگ میں جم کر لڑ نہیں سکتی رہبر عالم' نیر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا یہ اعجاز تھا کہ صحابہ کرام عقل و دانش' فہم و فراست اور جرات و شجاعت میں کمال حاصل کر گئے مدمقابل پر فوری اثر انداز ہونا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

○

ابھی دونوں لشکروں کے درمیان سرد جنگ جاری تھی کہ دربار خلافت سے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جس میں خفگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ تحریر کیا گیا تھا کہ مصر ابھی تک فتح کیوں نہیں ہوا۔ اتنی تاخیر کیوں ہوئی' ابھی تک مدمقابل پر حملہ نہ کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟ کہیں تمہارے دلوں میں اغیار کی مانند دنیا سرایت تو نہیں کر گئی؟

اپنی نیتوں کا جائزہ لو' اخلاص نیت کو ہر دم اپنے دلوں کی زینت بنائے رکھو' اخلاص نیت وہ نعمت ہے جس کی بنا پر ہر میدان میں فتح و نصرت انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔

مجھے بڑی حیرت ہے کہ میں نے ایسے چار جرنیل آپ کی طرف بھیجے جن میں سے ہر ایک جرنیل ہزار افراد پر بھاری تھا پھر مصر ابھی تک فتح کیوں نہیں ہوا جب یہ میرا خط آپ کو ملے تو یہ تمام مجاہدین کو پڑھ کر سنا دینا نیز انہیں جہاد کے لئے ابھارنا اور بغیر کسی تاخیر کے پیش قدمی کا حکم دینا' میدان کارزار میں کامیابی و کامرانی کا راز قربانی اور پیش قدمی میں مضمر ہے۔

امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کا ارسال کردہ خط

تمام مجاہدین کو پڑھ کر سنایا اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسکندریہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر کی قیادت سونپی انہوں نے اسکندریہ پر ایسا زور دار حملہ کیا کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور اسے پہلے ہی مرحلے میں ذلت آمیز شکست سے دو چار کرتے ہوئے اسکندریہ پر مکمل قبضہ کرلیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے بعض ایسے انوکھے اقدامات کرتے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ایک محاذ پر انہوں نے زمین دوز بڑے بڑے ایسے مورچے کھودنے کا فوج کو حکم دیا جن میں سوار سمیت گھوڑا بوقت ضرورت باآسانی چھپ سکے اس طرح شہسواروں اور گھوڑوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دشمن کی آنکھوں میں دھول بھی ڈالی جاسکتی ہے موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی دوران جنگ زمین دوز مورچوں کو بڑی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حساس جنگی ساز و سامان اور اہم ترین جنگی شخصیات کو انہی مورچوں میں امکانی حد تک محفوظ رکھا جاتا ہے۔

آج بھی فوج حفاظتی اقدامات کے لئے مورچوں کو بہت اہمیت دیتی ہے بلکہ جنگ کے دوران عام پبلک کو بھی مورچہ بندی کی ہدایات جاری کی جاتی ہیں ایک عظیم جرنیل صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اختیار کردہ مورچہ بندی کے کارنامے کو ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ ہر دور میں اس اسکیم کو بروئے کار لاکر بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔

○

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حق بات کہنے میں نہایت جرات و شجاعت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کی اذان ہوئی خطیب منبر پر براجمان خطبہ دینے لگا' امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے' خطیب نے

حمد و ثنا کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنا شروع کردی' حضرت عبادہ بن صامتؓ کو یہ انداز بڑا ہی ناگوار گزرا وہ اٹھے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور خطیب کے منہ پر دے ماری' امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرز عمل پر خفگی کا اظہار فرمایا تو آپ نے برملا کہا اے امیر معاویہؓ کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم نے خیر الوریٰ' نور الھدیٰ' پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور ہم نے یہ بھی عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم ہر حالت میں حق کا پرچار کریں گے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر عمل کریں گے امیر معاویہؓ نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت عبادہؓ نے کہا: کیا آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

''کہ جب تم کسی کو منہ پر تعریف کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے منہ پر مٹی دے مارو''

یہ حدیث رسول سن کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے۔

ایک روز امیر معاویہؓ حضرت عبادہ پر بڑے برہم ہوئے اور انہیں دمشق چھوڑ جانے کا حکم دے دیا آپ دمشق کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم نے دیکھا تو دریافت کیا آپ کب تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا آپ نے فرمایا:

امیر معاویہؓ میری حق گوئی کو برداشت نہیں کرپاتا اس نے مجھے دمشق چھوڑنے کا حکم دیا تو میں یہاں چلا آیا۔ امیر المومنین یہ سن کر بہت افسردہ ہوئے اور فرمایا آپ جیسے افراد کے دم قدم سے تو یہ دنیا آباد ہے اللہ اس سرزمین کو تباہ و برباد کردیا کرتا ہے جہاں آپ جیسی نیک دل اور پاک طینت ہستیاں موجود نہ ہوں۔ آپ کچھ دن آرام کرنے کے بعد واپس دمشق تشریف لے جائیں میری نظر میں آپ کا وہاں رہنا بہت ضروری ہے آج کے بعد امیر معاویہؓ کا کوئی بھی حکم آپ پر لاگو نہیں ہوگا اور یہ سرکاری فرمان امیر معاویہؓ کے نام جاری کردیا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ دمشق میں رہیں گے اور وہ آپ کے سرکاری احکامات سے قطعی مستثنیٰ ہوں گے آئندہ مجھے ان

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

کے متعلق کوئی شکایت موصول نہ ہو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں امیر معاویہؓ نے دربار خلافت مدینہ طیبہ کو خط لکھا کہ عبادہ بن صامتؓ نے سرزمین شام میں میرے لئے بہت مشکلات پیدا کردی ہیں اور اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہم دونوں کا ایک ساتھ رہنا مشکل دیکھائی دیتا ہے میری درخواست ہے کہ انہیں واپس اپنے پاس بلوالیں ورنہ میں یہ علاقہ چھوڑ دوں گا میری برداشت کی اب انتہاء ہوچکی ہے۔
صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے۔ امیر المومنین نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بلوالیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلالی طبیعت کے باوجود انتہائی درد دل اور شفقت بھرے جذبات رکھنے والے حساس اور زیرک انسان تھے حضرت عثمان بن ابی العاتکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت ایک ویران بستی میں نہر کے کنارے جا رہے تھے اپنے خادم سے کہا جاؤ درخت سے مسواک کاٹ لاؤ وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسواک کاٹنے کے لئے جانے لگا تو آپ نے فرمایا:
رہنے دیجئے' اب یہ درخت سر سبز ہے اس کی سبز ٹہنی کی کوئی قیمت نہیں کل جب یہ خشک ہو جائے گا تو اسے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جائے گا پھر یہ قیمتی ہو گا لہٰذا ہمیں یہ نقصان نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت تنومند' دراز قد اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

رملہ بستی میں انہوں نے ۳۴ ہجری کو بہتر (۷۲) سال کی عمر میں وفات پائی۔
رجاء بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق میں دفن کیا گیا۔

علامہ ذہبی اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں رقمطراز ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۸۱ احادیث مروی ہیں۔

مصادر

۱۔ القرآن الحکیم
۲۔ مسند امام احمد
۳۔ طبقات ابن سعد
۴۔ تاریخ خلیفہ
۵۔ التاریخ الکبیر
۶۔ المعارف
۷۔ تاریخ الفسوی
۸۔ الجرح والتعدیل
۹۔ المستدرک
۱۰۔ الاستبصار
۱۱۔ تاریخ ابن عساکر
۱۲۔ اسد الغابہ
۱۳۔ تہذیب الکمال
۱۴۔ تاریخ الاسلام
۱۵۔ العبر
۱۶۔ مجمع الزوائد
۱۷۔ تہذیب التہذیب
۱۸۔ الاصابہ
۱۹۔ خلاصۃ تذہیب الکمال
۲۰۔ کنز العمال
۲۱۔ شذرات الذہب
۲۲۔ تہذیب ابن عساکر
۲۳۔ التاریخ لابن معین
۲۴۔ طبقات خلیفہ
۲۵۔ معجم الطبرانی الکبیر
۲۶۔ الزہد لابن حنبل
۲۷۔ نسب قریش
۲۸۔ التاریخ الصغیر
۲۹۔ مشاہیر علماء الامصار
۳۰۔ البدء والتاریخ
۳۱۔ حلیۃ الاولیاء
۳۲۔ صفۃ الصفوۃ
۳۳۔ جامع الاصول
۳۴۔ الکامل فی التاریخ
۳۵۔ تہذیب الاسماء واللغات
۳۶۔ الریاض النضرۃ
۳۷۔ دول الاسلام
۳۸۔ العقد الثمین
۳۹۔ تاریخ الخمیس
۴۰۔ تہذیب تاریخ دمشق
۴۱۔ فتوح البلدان
۴۲۔ تاریخ بغداد
۴۳۔ نکت الہمیان
۴۴۔ طبقات القراء
۴۵۔ النجوم الزاہرۃ
۴۶۔ سیرۃ النبی ابن ہشام
۴۷۔ البدایہ والنہایہ
۴۸۔ حیاۃ الصحابہ
۴۹۔ سیر اعلام النبلاء
۵۰۔ المعبد فی التاریخ
۵۱۔ سمط اللآلی

۵۲۔ ذیل تاریخ الطبری

۵۳۔ الاغانی

۵۴۔ معجم البلدان

۵۵۔ جمہرۃ الانساب

۵۶۔ تاج العروس

۵۷۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ

۴۸۔ الاعلام

۵۹۔ فتح الباری

۶۰۔ الصدیق حسنین ہیکل

۶۲۔ الجمع بین رجال الصحیحین

۶۳۔ غایتہ النہایہ

۶۴۔ رغبتہ الامل

۶۵۔ معرفتہ القرآء الکبار

۶۶۔ قادۃ فتح فارس

۶۷۔ وفیات الاعیان

۶۸۔ جمہرۃ الاولیاء

۶۹۔ طبقات فقہا الیمن

۷۰۔ کتاب الزہد

۷۱۔ تاریخ الخلفاء

۷۲۔ تجرید اسماء الصحابہ

۷۳۔ القصص الاسلامیہ فی عہد النبوۃ والراشدین

۷۴۔ رجال حول الرسول

۷۵۔ غرر الخصائص

۷۶۔ میزان الاعتدال

۷۷۔ تذکرۃ الحفاظ

۷۸۔ نزہتہ الخواطر

۷۹۔ العقد الفرید

۸۰۔ ثمار القلوب

۸۱۔ فوات الوفیات

۸۲۔ امالی المرتضی

۸۳۔ المحبر

۸۴۔ الوافی بالوفیات

۸۵۔ طبقات الحفاظ

۸۶۔ التاج

۸۷۔ التمثیل والمحاضرۃ

۸۸۔ طبقات المفسرین

۸۹۔ غزوات العرب

۹۰۔ جذوۃ المقتبس

۹۱۔ حسن الصحابہ

۹۲۔ امتاع الاسماع

۹۳۔ مجموعتہ الوثائق السیاسیہ

۹۴۔ تقریب التہذیب

۹۵۔ الدار فی اختصار المغازی والسیر

۹۶۔ طبقات فحول الشعراء

۹۷۔ نہایتہ الارب

۹۸۔ مع الرعیل الاول

۹۹۔ اشہر مشاہیر الاسلام

۱۰۰۔ زعماء الاسلام

۱۰۱۔ فتوح مصر و اخبارھا

۱۰۲۔ سعد بن ابی وقاص وابطال القادسیہ

۱۰۳۔ شہداء الاسلام فی عہد النبوۃ

۱۰۴۔ انساب الاشراف

۱۰۵۔ البیان و التبیین

۱۰۶۔ فتوح البلدان

اوصافِ صحابہ رضی اللہ عنہم

التَّائِبُونَ ____ اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے

الْعَابِدُونَ ____ اس کی بندگی کرنے والے

الْحَامِدُونَ ____ اس کی تعریف کے گن گانے والے

السَّائِحُونَ ____ اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے

الرَّاكِعُونَ ____ اس کے آگے رکوع کرنے والے

السَّاجِدُونَ ____ سجدے کرنے والے

الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ____ نیکی کا حکم دینے والے

وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ ____ بدی سے روکنے والے

وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ____ اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ____ اور اے نبی ﷺ مومنوں کو خوشخبری سنا دو

(سُورۃ التوبہ ۱۱۲)